زیر و زبر

Marfat.com

Marfat.com

ملک التحریر علامہ ارشد القادری مدظلہ

فکر و نظر کی دنیا میں انقلاب آفریں کتاب

زیر و زبر

سید الانبیا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم شریف اور وسیع اختیارات
پر سنجیدہ اور متین تحریر

ناشر

رومی پبلیکیشنز ○ ۳۸ اردو بازار، لاہور

Marfat.com

نام کتاب : ——— زیروزبر
مصنف : ——— علامہ ارشد القادری مدظلہ
مطبع : ——— گنج شکر پرنٹرز لاہور
ناشر ——— رومی پبلیکیشنز ۳۸/ اردو بازار لاہور
قیمت ——— -/۴۵ روپے

ملنے کا پتہ

فرید بک سٹال ۳۸ اردو بازار لاہور

Marfat.com

فہرست

خوبصورت یادگار ۵
جیل کی زندگی ۶
خون کی سرخی ۹
اعتراف ۱۰
مدیر تجلی دیوبند کا جواب ۱۱
ابتدائیہ ۱۵
زخموں کی ٹیس ۱۸
زلزلہ اور چھ کتابیں ۲۰
پہلا باب : انکشافات کا جائزہ ۲۵
جوابات ۴۲
مفتیان دیوبند کا چیلنج ۸۶
چیلنج کا جواب ۱۱
عقیدۂ تصرف ۱۰۱
استغاثہ کی کہانی ۱۰۲
خیانت یا جہالت ۱۰۴
تضادات کے نمونے ۱۰۶
دیوبندی صلاحیتِ فکر ۱۱۳
عقیدۂ ختم نبوت ۱۱۴
خاندانی سازش ۱۲۰
تصویر کے دو رخ ۱۲۳
دوسرا باب : نیا روپ ۱۲۹
ابتدائیہ ۱۳۰
علم غیب کا بیان ۱۳۸
خودکشی کی چند مثالیں ۱۴۱
آخری ضرب ۱۴۴
بحث کا ایک اور رخ ۱۴۵
خیانت کے الزامات کا جواب ۱۵۲
چور کوتوال کو ڈانٹے ۱۵۴
جواب کی دوسری بنیاد ۱۵۵
تصرف کا بیان ۱۶۱
مسلمانوں کو مشرک بنانے کی سازش ۱۶۲
اسلام اور شرک کا بنیادی فرق ۱۶۴
مذہبی خودکشی کی عبرتناک داستان ۱۸۱
اپنی کہانی ان کی زبانی ۱۸۳
عجیب و غریب قصہ ۱۹۴
دل آزار قدرت کا دعویٰ ۱۹۶
احساس کا نشتر ۱۹۸
تیسری بحث ۲۰۰
جوابات
ضربات ۲۰۶
ضرب ہی ضرب ۲۱۰
دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ
سید احمد صاحب اور شاہ اسمٰعیل دہلوی ۲۱۲
تاریخی دستاویزات ۲۱۸
انگریز کی حمایت ۲۲۰
جہاد کے خلاف فتویٰ ۲۲۱

Marfat.com

مضامین — صفحہ

سازش کا ثبوت ۲۲۳
مصنوعی الہامات ۲۲۵
سکھوں کے خلاف جہاد کا راز ۲۲۶
شرمناک فریب ۲۲۸
میدانِ جنگ سے فرار ۲۳۰
فریب کا پردہ چاک ۲۳۲
دوسرا مرحلہ ۱۸۵۷ء کا غدر ۲۳۵
بے نقاب چہرہ ۲۳۶
ان کی کہانی ان کی زبانی ۲۳۷
آخری دستاویز ۲۴۰
تیسرا مرحلہ جواب الجواب ۲۴۲
اقرار جرم ۲۵۱
شرمناک واقعات ۲۵۲
یقین کی ایک اور منزل ۲۶۳
بارگاہِ رسالت سے خوشنودی کا پروانہ ۲۶۶
اختلافات کی صحیح نوعیت ۲۶۷
محبت کی عبرت آموز کہانی ۲۶۸
محبت کی غیرت کا ایک اور واقعہ ۲۷۵
دینی جلالت کا ایک تاریخی واقعہ ۲۸۴
چوتھی بحث
علمائے بریلی کے خلاف الزامات ۲۹۰
تازیانے ۲۹۵
اصل مجرم ۲۹۶
لرزہ خیز توہین ۲۹۷
غیرتِ ایمانی کو آواز دو ۲۹۸
عبرت کا مقام ۲۹۹
تیسرا باب ۳۰۰
زلزلہ در زلزلہ کا تنقیدی جائزہ
تبصرے پر تبصرہ ۳۰۵
ناسمجھی کی پیداوار ۳۰۶
آنکھوں کا شہتیر ۳۰۷
عبرتناک تازیانہ ۳۱۳
افسوسناک حادثہ ۳۱۸
خیانتوں کے الزامات ۳۲۰
صریح خیانتوں کے نمونے ۳۲۹
پوری برادری کو چیلنج ۳۴۱
دوسری بحث۔ جواب الجواب ۳۴۲
دندان شکن جواب ۳۴۳
ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ۳۴۴
نخوتِ فکر کا علاج ۳۴۵
عقیدے کی شقاوت ۳۴۹
خوابوں کا مذہب ۳۵۱
مسلک کا ایک اور خون ۳۵۶
خون کا ایک اور دھبہ ۳۵۷
حرفِ آخر ۳۵۸
خاتمہ
علمائے بریلی کے خلاف اعتراضات ۳۵۹
دل کی کدورت کا آئینہ ۳۶۰
ڈوب مرنے کا مقام ۳۶۳
اصلی قاتلوں کی نشاندہی ۳۶۵

Marfat.com

جمشید پور جیل کی ایک خوبصورت یادگار

اعلان کے مطابق اس کتاب کو کئی سال پیشتر منظر عام پر آجانا چاہیئے تھا۔ لیکن غیر معمولی تاخیر کی وجہ کچھ تو میری کاہلی ہے اور کچھ گوناگوں قسم کی مصروفیات ہیں اور سب سے بڑی وجہ ملک کے طول و عرض میں وہ مسلسل اسفار ہیں جو تبلیغی، تنظیمی اور جماعتی مسائل کے سلسلے میں مجھے پیش آتے رہے۔

کئی بار کوشش کی کہ سفر کے دوران تصنیف کا سلسلہ جاری رکھوں۔ لیکن تجربہ یہ ہوا کہ تصنیفی کام کے لیے یکسوئی اور یکجائی شرط اولین ہے۔ ایک بار تنگ آکر چند دنوں کے لیے میں ساری دنیا سے کٹ کر ایک گوشے میں بیٹھ گیا اور تصنیف کا کام شروع کر دیا۔ ابھی کتاب کا ایک تہائی حصہ ہی مرتب ہو سکا تھا کہ پھر حالات کے دباؤ نے مجھے جماعتی مصروفیات کی طرف دھکیل دیا۔ اس کے بعد کئی بار ارادہ کیا کہ باقی دو حصوں کی ترتیب کا کام شروع کر دوں لیکن امروز و فردا پہ ٹلتے ٹلتے کئی سال بیت گئے۔

یہاں تک کہ اپریل ۱۹۷۹ء میں جمشید پور کا وہ قیامت خیز سانحہ پیش آیا۔ جس کی دھمک پوری دنیا میں محسوس کی گئی۔ آگ اور خون کا طوفان تھم جانے کے بعد ہزاروں لٹے پٹے مظلوم مسلمانوں کی امداد و آباد کاری کا سوال کھڑا ہو گیا۔ کئی مہینے کے لیے فیض العلوم کی عمارتیں اور اس پاس کے میدان پناہ گزینوں کے کیمپ میں تبدیل ہو گئے۔

ابھی ہماری زندگی کا کھویا ہوا قرار بھی ہمیں واپس نہیں ملا تھا اور اجڑے ہوئے لوگ اپنے اپنے گھروں میں اطمینان کا سانس بھی نہیں لے پائے تھے کہ فرقہ پرستوں کی سازش سے

Marfat.com

۲۸ اگست ۱۹۷۹ء کو دوبارہ پھر فساد پھوٹ پڑا۔ اس بار بھی مدرسہ فیض العلوم کی عمارتوں اور آس پاس کے میدانوں میں کئی ہزار پناہ گزینوں کی بھیڑ جمع ہوگئی اور بہت دنوں تک پھر ہمیں میزبانی کے فرائض انجام دینے پڑے۔

۳۱ اگست کو مسٹر وائی بی چوہان وزیر داخلہ حکومت ہند اور شری فضل الرحمٰن وزیر محنت حکومت ہند جو نہایت متعصب قسم کے ہمارے مذہبی حریف بھی ہیں۔ جمشید پور آئے فیض العلوم میں پناہ گزینوں کے کیمپ کا بھی انھوں نے معائنہ کیا۔ ان کی واپسی کے تھوڑی دیر ہی کے بعد مجھے لوگوں نے خبر دی کہ بی، ایس، ایف اور سی آر پی کے کئی سو جوان مدرسہ کا محاصرہ کر رہے ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہ لوگ میری گرفتاری کے لیے آئے ہیں۔ میں بھی تیار ہو کر اپنے دار الاہتمام میں آکر بیٹھ گیا اور ان کا انتظار کرنے لگا۔

تھوڑی دیر کے بعد پولیس انسپکٹر اپنی فورس کے ساتھ مدرسہ میں داخل ہوئے اور مجھے گرفتار کر لیا۔ اس کے بعد تین گھنٹے تک پورے مدرسہ اور ہوسٹل کی تلاشی لی گئی لیکن کوئی قابلِ اعتراض چیز نہیں ملی۔ ایک رات حراست میں رکھنے کے بعد دوسرے دن مجھے جیل بھیج دیا گیا۔

جیل کی زندگی: جیل کا تصور ویسے تو بڑا بھیانک ہوتا ہے، لیکن میرا اپنا خیال ہے کہ تزکیۂ نفس، روحانی بالیدگی، ذکر و فکر اور لکھنے پڑھنے کے کام کے لیے سکون اور تنہائی کے جو قابلِ رشک لمحات یہاں میسر آتے ہیں وہ باہر مشکل ہی سے نصیب ہوتے ہیں۔

یہ بھی خدا کا فضل ہے کہ مجھے جیل میں ہر طرح کی سہولت حاصل ہے۔ ہر روز صبح کو یہاں کے مقررہ وقت سے ایک گھنٹہ پیشتر مجھے کھول دیا جاتا ہے سب سے پہلے میں ضروریات سے فارغ ہو کر غسل کرتا ہوں۔ پھر جیل کے پارک میں ایک امرود کے درخت کے نیچے مصلیٰ بچھا کر نمازِ فجر ادا کرتا ہوں۔ پھر معمولات، وظائف سے فارغ ہو کر تھوڑی دیر جہل قدمی

Marfat.com

کرتا ہوں۔ اس کے بعد میں ناشتہ کر کے تین چار گھنٹے تک لکھنے پڑھنے کا کام کرتا ہوں۔

اس سلسلے میں جن کتابوں کی مجھے ضرورت پیش آتی ہے، انہیں اپنے کُتب خانہ سے منگوانے میں سوا اس کے اور کوئی دشواری نہیں پیش آتی کہ خفیہ محکمہ سے منظوری حاصل کرنے میں کئی کئی دن صرف ہو جاتے ہیں۔

اس کے بعد دوپہر تک کا وقت ملاقاتوں اور مسلمان قیدیوں کی تذکیر و اصلاح میں گزرتا ہے۔ پھر کھانا کھا کر ظہر کی نماز سے فارغ ہوتا ہوں۔ اس کے بعد تھوڑی دیر آرام کرتا ہوں۔ پھر عصر سے لے کر عشاء کے بعد تک اسی امرود کے درخت کے نیچے اوراد و وظائف میں مشغول رہتا ہوں۔

اصلاح و تذکیر کی یومیہ نشستوں کے علاوہ سرکار غریب نواز کی چھٹی شریف اور حضرت صدر الشریعہ مصنف بہار شریعت کے یوم وصال پر محافل میلاد بھی دھوم دھام سے منعقد ہوئیں جن میں مسلمانوں کے علاوہ جیل کے حکام اور دوسرے غیر مسلم حضرات بھی شریک ہوئے۔

وہ وقت بڑا ہی رقت انگیز اور کیف آور تھا جب یا نبی سلام علیک کا نورانی نغمہ جیل کی فصیلوں سے ٹکرایا اور ساری فضا معطر ہو گئی۔ عشاق پر کچھ ایسی کیفیت طاری تھی کہ دل و فا پیشہ نے باور کر لیا کہ سرکار نے اپنی اُمت کے اسیروں کا سلام ضرور قبول کر لیا۔

کہنے کے لیے مجھے جیل پہنچانے میں ظلم ہی کا ہاتھ ہے۔ لیکن یہ کتنا خوب صورت ظلم ہے جو میرے برسوں کی آرزو کی تکمیل کا ذریعہ بن گیا کہ "زیر و زبر" کا دو تہائی حصہ جو تین سو صفحات پر مشتمل ہے آج مکمل ہو گیا۔

میری گرفتاری پر نہ صرف اہل سنت کی کُل ہند تنظیموں، تعلیمی اداروں اور عوام و خواص نے ملک گیر بے چینیوں کا مظاہرہ کیا بلکہ برصغیر ہند کے طول و عرض میں اُردو کے ممتاز اخبارات و رسائل اور بیشتر سیاسی رہنماؤں نے بھی میری گرفتاری کے خلاف کھلے لفظوں

Marfat.com

ہیں مذمت کی۔

میں صمیم قلب سے ان سب کی غم گسار ہمدرد دیلوں کا شکر گزار ہوں۔

لیکن یہ بھی زندۂ جاوید حقیقت ہے کہ اگر مجھے اسیری کے یہ قابل رشک ایام میسر نہ آئے ہوتے "زیر و زبر" جیسی یہ خوبصورت، فکر انگیز اور بصیرت افروز کتاب وجود میں آتی،

"زیر و زبر"، کی تکمیل کے بعد میں "دینی نصاب" کے نام سے عامۂ مسلمین کو دین سے روشناس کرانے اور ان کے اندر اسلامی زندگی کی اسپرٹ پیدا کرنے کے لیے ایک نہایت مفید اور جامع کتاب کی ترتیب کا کام شروع کر رہا ہوں۔

اگر قید و بند کی مدت طویل ہوگئی تو جیل ہی میں اسے بھی پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی ضرور کوشش کروں گا۔

آج میں نے چالیس دن کا ایک چلّہ پورا کر لیا اب یہ خدا ہی کو معلوم ہے کہ اور مجھے کتنے دن یہاں رہنا ہے۔ جب سے مجھے یہ محسوس ہوا کہ میں جیل میں نہیں بلکہ اسلام کے مشن پر ہوں تب سے میری نظر میں اسیری کی قدر و قیمت اور بڑھ گئی ہے۔

جیل میں اپنی ملت کے نوجوانوں کی قابل رشک امنگوں اور نذلک ہیا ہمنوں کا جب جائزہ لیتا ہوں تو بے ساختہ یہ آرزو دل میں مچلنے لگتی ہے کہ ہر نوجوان کو اس طوفان سے آشنا ہو جانا چاہیئے

راستہ ایک ہے ہم عشق کے دیوانوں کا
قدِ گیسو سے چلے دار و رسن تک پہنچے

اپنے محبوب کا اسیر
ارشد القادری
ساکچی جیل، جمشید پور،
۱۰ راکتوبر ۷۹ء

Marfat.com

خون کی سرخی

غالباً اکتوبر کے شمارہ میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے ایڈیٹر تجلی کے قلم سے یہ جملہ نکل گیا تھا کہ بریلوی حضرات اس بات کے قائل ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم حاصل تھا ذاتی تھا کسی کا (یعنی خُدا کا) عطا کردہ نہیں تھا۔

اس غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے قارئین تجلی کے سینکڑوں خطوط ہمیں حاصل ہوئے ہیں اور ہم سے اس بات کا ثبوت طلب کیا گیا ہے کہ کس کتاب میں کس بریلوی عالم نے یہ لکھا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جو علم حاصل تھا وہ عطائی نہیں ذاتی تھا۔

اس عرصہ میں ہم نے بریلوی لٹریچر کا بنظر غائر مطالعہ کیا اور پھر اس نتیجے پر پہنچے کہ فی الواقع ہم ہی سے غلط بیانی ہوگئی ہے۔ کسی بھی فرقے کی طرف غلط بات منسوب کر دینا انتہائی درجے کی بے احتیاطی ہے۔ خُدا ہماری اس بے احتیاطی کو معاف کرے۔

ادار یہ ماہنامہ تجلی دیوبند
بابت جنوری ۱۹۷۸ء
ص ۷

Marfat.com

اعتراف

ایک مراسلہ منجانب سید بدرعالم نازاں۔ جوگبنی۔ ضلع پورنیہ۔ بنام مدیر تجلی دیوبند

خدا کا شکر ہے کہ میں نے جب سے ہوش سنبھالا ہے راہ حق پر گامزن ہوں اور ہمیشہ مجھے علمار حق سے محبت اور علمار سوء سے نفرت رہی ہے۔ میں اپنے اکابر کی کتابیں برابر پڑھتا رہا ہوں اور میری خواہش ہے کہ ہمارا محبوب رسالہ تجلی یہاں گھر گھر میں داخل ہو جائے میں نے از خود بہت سے لوگوں سے گذارش کی ہے کہ آپ لوگ ہمارے پاس تجلی کی سالانہ رقم جمع کرادیں میں دفتر تجلی کو روپیہ روانہ کردوں گا تاکہ لوگوں کے نام تجلی جاری ہو جائے ابھی صرف چار آدمی تیار ہوئے ہیں اور تجلی کا سالانہ چندہ ہمارے پاس جمع کرا گئے ہیں اور تقریباً چھ آدمی اور تیار ہوگئے ہیں۔

مگر ایک تبلیغی جماعت کے امیر جو مولانا منت اللہ صاحب کے مرید ہیں اور اپنے کو فاضل مدرسہ رحمانیہ مونگیر (بہار) بتلاتے ہیں۔ انہوں نے لوگوں میں یہ شور مچانا شروع کر دیا ہے کہ مولانا عامر عثمانی نے جو تجلی کے سابق ایڈیٹر تھے مولانا ارشد القادری سے دس ہزار روپیہ رشوت لے کر ان کی کتاب "زلزلہ" پر تعریفی تبصرہ کیا تھا اور آخیر میں یہ اعلان بھی کر دیا تھا کہ میں آج سے مسلک دیوبند کو چھوڑتا ہوں۔ کیونکہ یہ مسلک باطل ہے اور مسلک بریلوی قبول کرتا ہوں۔ جس کو دیکھنا ہے دیکھ لو تجلی ڈاک نمبر۔

میں نے کہا کہ مولوی صاحب آپ کو نقاد اعظم مولانا عامر عثمانی کی شان میں گستاخی کرنے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اگر لوگ تجلی کے خریدار بن جائیں گے تو آپ کی تبلیغی جماعت کو تو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ آپ یہ کیوں کہتے پھر رہے ہیں کہ جلّہ لگانا اور صرف تبلیغی جماعت کا ساتھ دینا ہی سنت ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے تجلی پڑھا ہے۔

Marfat.com

اس میں تحریر ہے کہ ہمارے پاس جان چھڑانے کا ایک ہی راستہ ہے اور وہ یہ ہے کہ۔ صراط مستقیم، تحذیر الناس، بہشتی زیور جیسی کتابوں کو چوراہوں پر رکھ کر آگ لگا دی جائے ہم نے کہا یہ سب کتابیں کوئی حدیث یا قرآن تو ہیں نہیں۔ کہ مذہب اسلام کی روح کو ٹھیس پہنچے گی۔ مگر مولوی صاحب ہم کو یہ کہکر جھوٹا کہتے ہیں کہ یہ تجلی کا پرچہ ہے۔

ایسی ایسی باتیں سُن کر یہاں لوگوں میں خلفشار پیدا ہوا ہے کہ جب دیوبند کے اتنے بڑے عالم نے توبہ کر کے بریلوی مسلک قبول کر لیا ہے تو وہی مسلک ٹھیک ہے اور ہمیں اس کی اتباع کرنی چاہیے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ ہم کیا کریں اور کس طرح اس خلفشار کو ختم کریں اور ان مولوی صاحب کے ساتھ ہمارا برتاؤ کیا ہو جو تبلیغی جماعت کے امیر ہیں اور عوام میں ایسی بے چینیاں پھیلا رہے ہیں۔

ص۵۲ : تجلی ستمبر نومبر ۱۹۷۶ء

جواب من جانب مدیر تجلی دیوبند

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اب احتیاط اور ذمہ داری نام کی کوئی چیز دنیا میں باقی نہیں رہی ہے۔ تب ہی تو دین و مذہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی زبان بھی قطعاً بے لگام ہو کر رہ گئی ہے۔ جن لوگوں کے دلوں میں تولہ بھر بھی خوفِ آخرت اور خدا ترسی موجود ہوتی ہے وہ بھی زبان چلاتے وقت شاید اتنی بد احتیاطی اور غیر ذمہ داری کا مظاہرہ نہ کر سکیں جتنی بد احتیاطی اور دیدہ دلیری کا ثبوت تبلیغی جماعت کے اس رکن نے پیش کیا ہے جو حسن اتفاق سے مولانا منت اللہ صاحب بہاری کے مرید بھی ہیں۔

کسی بزرگ سے مرید ہو جانے اور تبلیغی جماعت میں چلہ کشی کا مقصد اس کے سوا اور کیا

Marfat.com

ہے کہ نفس کی اصلاح ہو، چہروں پر عاجزی بکھرے دلوں میں نورانیت پیدا ہو اور آدمی اس نفس کی غلامی سے نجات حاصل کرے جو بسا اوقات انسان کو شیطان بنا دیتا ہے۔

لیکن یہ ہماری بدنصیبی ہے کہ موجودہ زمانے میں بزرگوں سے واسطہ قائم کرنے اور تبلیغی جماعت میں درجنوں چلّے دینے کے بعد بھی ہمارے نفسوں کی اصلاح نہیں ہو پاتی ہم چلہ کشی اور وظائف خوانی کے بعد بھی اتنے ہی بداحتیاط غیر ذمہ دار اور احتساب آخرت سے بے پرواہ نظر آتے ہیں۔ جتنے تبلیغی جماعت کا رکن بننے اور کسی بزرگ کا حلقہ بگوش ہونے سے پہلے تھے۔

آخر کس کام کی وہ چلہ کشی اور پیری مریدی جو ایک مسلمان کو محتاط اور متقی نہ بنا سکے جو مسلمان کے دل میں خدا کے خوف اور فکرِ آخرت کا جذبہ پیدا نہ کر سکے جو دل کو نرمی اور خشیت عطا نہ کر سکے۔

کیا خدا سے ڈرنے والے اور احتساب کا ذکر رکھنے والے لوگ ایسے ہی ہوتے ہیں کہ جو منہ میں آیا بک دیا اور جو چاہے الزامات دوسروں پہ عائد کر دیے نہ خوفِ خدا نہ شرم دنیا اور نہ پاس ایمان داری۔

تبلیغی جماعت میں ایسے افلاطون کی تو کمی نہیں جو چلّہ کشی اور گشت بازی کو سنتِ رسول قرار دیتے ہیں اور اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ ہم جو کچھ بھی کر رہے ہیں وہ سب اسوۂ رسول کے ذیل میں درج ہو رہا ہے۔ لیکن ایسے افلاطون سے ملنے کا شرف آج ہمیں پہلی بار ہوا ہے جو دن دھاڑے یہ دعویٰ کرتا ہے کہ فی نفسہٖ تبلیغی جماعت کا ساتھ دینا بھی سنت اور اسوۂ رسول کی اتباع کرنے کے مترادف ہے۔

ایک نیم خواندہ مسلمان بھی اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ سنت فعلِ رسول کو کہا جاتا ہے۔ یعنی وہ کام جو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مستقل اور غیر مستقل طور پر انجام دیا ہو۔ تبلیغی جماعت سے رشتہ قائم کرنے کو سنت قرار دینے کا مطلب اس کے سوا اور

Marfat.com

کیا ہو گا کہ کہنے والا پس پردہ یہ دعویٰ کر رہا ہے کہ بعینہٖ یہ جماعت آنحضور کے عہد مبارک میں بھی موجود تھی اور آنحضور نے اس سے رشتہ و تعلق قائم کر کے اس کے سُنّتِ رسول ہونے کا ثبوت فراہم کیا تھا۔

(چند پیراگراف کے بعد) ہمارے دیوبند میں کتنے ہی دیوبندی ایسے ہیں جو شب برات کے موقعہ پر حلوا بنانے کے قائل ہیں۔ حیرت ناک بات یہ ہے کہ اس قسم کے دیوبندی حضرات کسی نہ کسی دیوبندی عالم اور دیوبندی بزرگ سے وابستہ بیعت بھی ہیں اور بزرگانِ دیوبند کی مجلسوں میں آمد و رفت بھی رکھتے ہیں۔

دامنِ دیوبند میں بزرگوں کے ان گنت مزار بکھرے ہوئے ہیں اور ان میں کئی مزاروں پر "روشنی" کے عنوان سے چھوٹے موٹے عرس بھی منعقد ہوتے رہتے ہیں اور ان عرسوں میں ان علماء کے صاحب زادے سرگشت کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں، جنہیں دیوبندیوں کی ناک سمجھا جاتا ہے۔

چند سطروں کے بعد) مولانا عامر عثمانی حق پرستی کے ناطے اس بات کے قائل تھے کہ حق، حق ہے خواہ وہ غیروں نے اپنا رکھا ہو اور باطل، باطل ہے۔ خواہ وہ اپنوں کی پیشانی کا جھومر بنا ہوا ہو۔ یہ بات ان کی سمجھ میں نہیں آتی تھی کہ اس سفیدی کو حتی الامکان کالس باور کرایا جائے جو دشمن کی دیواروں پر موجود ہے اور کالس کو ایڑی چوٹی کا زور لگا کر سفیدی قرار دینے کی کوشش کی جائے جو دوستوں کی دیواروں پر بکھری ہوئی ہے۔

دنیا کا چکر لگا لیجئے ہر دانش مند اور عدل پسند آدمی کی رائے یہی ہو گی کہ اچھائی بہر حال اچھائی ہے خواہ وہ بیگانوں کی ذات کا جزو ہو اور بُرائی بہر حال بُرائی ہے خواہ وہ اپنوں کی شخصیت کا حصہ ہو۔

آپ خود ہی سوچئے کہ جن واقعات کی تردید کرتے ہوئے ہم نے بریلویوں پر یلغار کی ہے، ان سے مناظرے کیے ہیں۔ ان سے دو بدو لڑے ہیں۔ اسی جیسے واقعات اگر

Marfat.com

"بعض بریلوی ذہن رکھنے والے دیوبندیوں نے اپنی تصانیف میں اکٹھے کر دیے ہوں تو کیا ان کی تردید کرنا ہمارے لیے ضروری نہیں ہے کیا ان پر آنکھیں بند کرکے ایمان لانا ہی دیوبندی ہونے کی علامت ہے؟

مولانا عامر عثمانی کا جرم فقط یہی تو تھا کہ انہوں نے اُن واقعات کو دیوار پر مارنے کی رائے دی تھی جو اپنے بزرگوں کی عظمت واضح کرنے کے لیے بیان کیے گئے ہیں اور جو اپنے اندر وہی دیو مالائی رنگ رکھتے ہیں جس کی وجہ سے بریلوی مسلک کو ناقص اور گمراہ قرار دیا گیا ہے۔

زلزلہ کے مصنف جناب ارشد القادری نے دیوبندی کتابوں سے کچھ ایسے واقعات نکال کر دکھائے تھے جنہیں ہم ہمیشہ مسترد کرتے آئے ہیں۔ اس چیلنج کے ساتھ کہ ان سے عقائد کے اندر دراڑ پیدا ہوتی ہے۔ ان واقعات کو پڑھنے کے بعد مولانا عامر عثمانی نے ڈاک نمبر میں جو کچھ تحریر فرمایا تھا وہ لفظ بہ لفظ یہ ہے۔

"حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی، حضرت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ جب فتوے کی زبان میں بات کرتے ہیں تو ان احوال و عقائد کو برملا شرک، کفر اور بدعت و گمراہی قرار دیتے ہیں۔ جن کا تعلق غیب کے علم اور روحانی تصرف اور تصور شیخ اور استمداد بالارواح جیسے امور سے ہے۔ لیکن جب طریقت و تصوف کی زبان میں کلام کرتے ہیں تو یہی سب چیزیں عین امر واقعہ عین کمال ولایت اور عین علامت بزرگی بن جاتی ہیں۔"

(اقتباس ماہنامہ تجلی دیوبند بابت دسمبر و نومبر ۱۹۷۶ء از صفحہ ۵۱ تا ۵۴)

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ۰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ
خاتم النبیین ۰ وعلیٰ آلہٖ وصحبہٖ وحزبہٖ
علیہم اجمعین ۰

اِبتدائیہ

عنایتِ خداوندی کی وہ ارجمند گھڑی تھی جب زلزلہ نام کی ایک کتاب لکھنے کا خیال دل میں پیدا ہوا۔ کون جانتا تھا کہ روشنائی کے چند قطرے سیل رواں بن کر اہلِ باطل کے مزعومات کو خس و خاشاک کی طرح بہالے جائیں گے اور نوکِ قلم کا ڈالا ہوا شگاف ہمیشہ کے لیے دشمن کے سینے کا ناسور بن جائے گا اور پھر کسے معلوم تھا کہ ایک مختصر سی کتاب دیکھتے دیکھتے بحر و بر میں پھیل جائے گی اور ایک چراغ کی لَو سے ایمان و عقیدت کے شبستانوں میں لاکھوں چراغ جل اٹھیں گے۔

بلا شبہ یہ سرتا سر احسان ہے اس خالق لوح و قلم کا جس کے دستِ قدرت میں انسانی قلوب کی کنجیاں ہیں کہ اس نے اپنے حبیب مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و دفاع میں اٹھے ہوئے ایک قلم کو عزت و اقبال کی سربلندی بخشی اور اسے قبول عام کا اعزاز مرحمت فرمایا۔!

اور یہ بھی اسی رحمتِ کارساز کا تصرف ہے کہ اخلاص و عقیدت کے اس نقشِ جمیل سے جہاں مومنین کے چہرے یاسمین و نسترن کی طرح کھل اٹھے وہاں اہلِ باطل کے سلگتے ہوئے جگر کا اضطراب بھی چھپائے نہیں چھپ سکا۔ یہ دیوبند کے مصنوعی مذہب پر ایسی کاری ضرب تھی جس نے مرکزی قیادت کی بنیاد ہلا کر رکھ دی اور زلزلہ کی زد سے اپنے عوام کے بچانے

Marfat.com

کا سوال اُن کے لیے وقت کا سب سے بڑا آزار بن گیا۔

زخموں کی ٹیس: واضح رہے کہ یہ اپنے ہی قلم سے اپنی کتاب کی تحسین نہیں ہے بلکہ ان شکاریوں کا برملا اعتراف ہے جنہوں نے اپنی کمین گاہوں کو اپنی آنکھوں سے تباہ ہوتے دیکھا ہے اور جن کے ٹوٹے ہوئے کھنڈرات سے زلزلہ کی قیامت خیزیوں کا ماتم آج بھی صاف سنائی دیتا ہے۔ ١٢

چنانچہ "بریلوی فتنہ" کا مصنف اپنی جماعت کے ناخدا مولوی منظور نعمانی کی بارگاہ میں زلزلہ کے خلاف استغاثہ پیش کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

حال ہی میں ایک صاحب کے ہاتھ میں "زلزلہ" نام کی ایک کتاب نظر پڑی اس کی ورق گردانی کی تو معلوم ہوا کہ بریلوی جماعت کی طرف سے یہ کوئی نئی کتاب لکھی گئی ہے اور اُس کا طرز وہ نہیں ہے جواب تک ان کی کتابوں کا رہا ہے میں نے ان صاحب سے اس کتاب کو ایک دو دن کے لیے لے لیا اور پڑھا۔ میرا احساس یہ ہے کہ یہ کتاب بہت سے لوگوں کے لیے گمراہی اور غلط فہمی کا باعث ہو سکتی ہے۔ یہ قریباً دو سو صفحات کی کتاب ہے اور واقعہ یہ ہے کہ بڑی پُرفریب اور زہریلی کتاب ہے۔

(بریلوی فتنہ کا نیا روپ - پہلا ایڈیشن ص۸)

آگے لکھتا ہے:۔

اس کے مصنف کوئی صاحب ارشد القادری ہیں۔ اس کتاب کی یہ بھی خصوصیت ہے کہ اُس میں وہ بدزبانی اور بدتمیزی بالکل نہیں ہے جو عام طور پر بریلویوں کی کتابوں میں ہوتی ہے یتکفیری جارحیت بھی نہیں ہے مگر بڑی پُرفریب کتاب ہے۔

میرا اندازہ ہے کہ جو لوگ ان مباحث سے پوری طرح واقف نہیں ہیں، وہ اس کے فریب کو بالکل نہیں سمجھ سکتے۔ بلکہ میرا خیال ہے کہ ہمارے دارالعلوم دیوبند

Marfat.com

اور دارالعلوم ندوۃ العلماء جیسے دینی مدارس کے بہت سے فضلاء بھی اس کے نفاق اور فریب کو نہیں سمجھ سکیں گے۔
بہلا ایڈیشن ص ۹

دیکھ رہے ہیں آپ! ذہن کی مرعوبیت کا عالم؟ فکر کی پراگندگی نے کتاب کو چیستان بنا کر رکھ دیا ہے۔ جب اس کا سمجھنا ہی مشکل ہے تو جواب کا مرحلہ کتنا سنگین ہوگا یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں۔

اب مولوی منظور نعمانی صاحب کا جواب ملاحظہ فرمائیے۔ تحریر فرماتے ہیں:-

تمہارا ملفوف خط ملا۔ پچھلے دو تین مہینوں میں مختلف مقامات سے کئی ایسے خطوط آئے جن میں اس کتاب زلزلہ کا تذکرہ تھا۔ میں نے حسب عادت سرسری جواب دے دیا کہ میں اس کتاب کے بارے میں کچھ نہیں جانتا اور اب اس موضوع کی طرف توجہ کرنے سے معذور سمجھا جائے۔

پھر گذشتہ مہینہ میں جب مخدومنا شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ذکریا مدظلہ حجاز مقدس تشریف لے جا رہے تھے تو ان کو رخصت کرنے کے لیے یہ عاجز بھی بمبئی گیا تھا۔ وہاں سے گجرات، سورت، راندیر وغیرہ بھی جانا ہوا تو وہاں بھی بعض حضرات نے اس کتاب کا تذکرہ کیا پھر انہوں نے کہیں سے اس کا ایک نسخہ لاکر مجھے عنایت فرمایا۔

واپسی میں ٹرین میں اسے کچھ دیکھنے کا بھی موقع مل گیا۔ میں نے اس کتاب کو اتنا خطرناک تو نہیں سمجھا جتنا تم نے محسوس کیا ہے۔ لیکن یہ رائے میری بھی ہے کہ اس کے مصنف نے بڑی فنکاری سے کام لیا ہے اور جنگ کے طریقے اور میدان کو بھی بدل دینے کی بڑی پُر فریب کوشش کی ہے۔ (ص۱)

ہزار احتیاط کے باوجود خط کے بین السطور میں زلزلہ کے خلاف دیوبندی جماعت کی ٹھنک گیر بے چینیوں کو واضح طور پر محسوس کیا جا سکتا ہے" میں نے اس کو اتنا

Marfat.com

خطرناک تو نہیں سمجھا جتنا تم نے محسوس کیا ہے" یہ بھی کسی سہمے ہوئے بچے کو تسلی دینے کا ایک جانا پہچانا اسلوب ہے۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

لیکن مجھے تمہاری اس رائے سے اتفاق ہے کہ اس کتاب کا ایسا جواب جو اس کے مصنف کی فنکارانہ فریب کاری کو اچھی طرح ظاہر کردے ضروری ہے۔

ص ۱۴

پھر بریلوی فتنے کے یہی مصنف اپنی اسی کتاب کے دوسرے ایڈیشن میں" زلزلہ" کی اثر پذیریوں کی بابت کُھل کر اعتراف کرتے ہیں۔

سارے ملک میں اس کتاب کے اثر سے علماء دیوبند کے بارے میں سخت بدگمانیاں پھیلنے لگی تھیں۔ (ص۶ نیا ایڈیشن)

ماہنامہ تجلی دیوبند کے آنجہانی ایڈیٹر کا یہ اعتراف بھی پڑھنے کے قابل ہے۔

بات یقیناً تشویش ناک ہے۔ مصنف نے ایسا ہرگز نہیں کیا ہے کہ ادھر ادُھر سے چھوٹے موٹے فقرے لے کر ان سے مطالب پیدا کیے ہوں۔ بلکہ پوری پوری عبارتیں نقل کی ہیں اور اپنی طرف سے ہرگز کوئی معنی پیدا نہیں کیے ہیں۔ ہم اگرچہ حلقۂ دیوبند ہی سے تعلق رکھتے ہیں لیکن ہمیں اس اعتراف میں کوئی تامل نہیں کہ اپنے ہی بزرگوں کے بارے میں ہماری معلومات میں اس کتاب نے اضافہ کیا اور ہم حیرت زدہ رہ گئے کہ دفاع کریں تو کیسے؟ دفاع کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کوئی بڑے سے بڑا منطقی اور علامۃ الدہر بھی ان اعتراضات کو دفع نہیں کرسکتا۔ جو اس کتاب کے مشتملات متعدد بزرگان دیوبند پر عائد کرتے ہیں۔

(تجلی ڈاک نمبر)

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

مگر یہ کتاب "زلزلہ" جو نقد جواب طلب کر رہی ہے اس سے عہدہ برآ

Marfat.com

ہونے کی صورت آخر کیا ہوگی۔ اپنی کسی غلطی کو تسلیم کرنا تو ہمارے آج کے بزرگانِ دیوبند نے سیکھا ہی نہیں۔ انہوں نے صرف یہ سیکھا ہے کہ اپنی کہے جاؤ اور کسی کی مت سنو۔ انشاءاللہ اس کتاب کے ساتھ اُن کا سلوک اس سے مختلف نہیں ہوگا۔ (تجلی ڈاک نمبر)

اب آخر میں زلزلہ کی بابت "فاران" کراچی کے ایڈیٹر جناب ماہر القادری کے بھی یہ گراں قدر تاثرات ملاحظہ فرمائیے۔

مولانا ارشد القادری نے زلزلہ نام کی کتاب مرتب فرمائی ہے۔ جس میں تصنیف وتالیف اور استدلال کا بڑا سلیقہ پایا جاتا ہے۔ زبان اور اظہار بھی ادیبانہ ہے۔ صـ ۳۲ فاران فروری ۱۹۷۷ء

دیوبندی اکابر کے ملفوظات سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

دیوبند کے اکابر کے ملفوظات، دیوبند کے اصل عقائد نہیں ہیں۔ اُن ملفوظات کے جو اقتباسات زلزلہ میں دیے ہیں ہم ان سے اپنی برأت کا اظہار کرتے ہیں۔ (صـ ۴۶ فاران)

یہ اقتباسات بھی خصوصی توجہ سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ تحریر سے حسرتِ ناکام کا خون ٹپک رہا ہے۔

مولانا عامر عثمانی مرحوم مدیر ماہنامہ تجلی دیوبند کے مشورے پر اگر علمائے دیوبند عمل کرتے اور اپنے اکابر کے غلط اقوال سے اظہار برأت فرما دیتے تو زلزلہ نام کی کتاب وجود میں نہ آتی۔ (صـ ۳۲ فاران)

قلوب واذہان میں زلزلہ کی فکر انگیز تاثرات کا اعتراف کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں

زلزلہ ہاں! ایک کارنامہ انجام دے سکتی ہے۔ یہ کہ جو مسلمان بدعات میں مُبتلا ہیں اور شرک آمیز عقائد رکھتے ہیں وہ اس کتاب کو پڑھ کر اپنے مسلک ضلال

Marfat.com

پر اور زیادہ مستحکم اور ثابت قدم ہو جائیں اور جو حضرات بدعات میں مبتلا نہیں ہیں وہ علمائے دیو بند کی تحریروں کے اقتباسات پڑھ کر متزلزل ہو جائیں۔

صفحہ ۴۵ فاران کراچی فروری ۷۷ء

زلزلہ کے جواب میں چھ کتابیں:

زلزلہ کا یہی وہ ردعمل تھا جس نے پوری دیوبندی جماعت کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ یہاں تک کہ زلزلہ کی زد سے اپنے عوام کو بچانے کا سوال ارباب حل وعقد کے لیے اتنا سنگین ہو گیا کہ ایک بار مدیر تجلی فرطِ اضطراب میں اپنے چارہ گردں کو یوں للکارنے پر مجبور ہو گئے۔

ہم تو جب جانیں کہ ہمارے دارالعلوم کے کوئی بلند قامت مناظر اور علامہ ان تعریضات کا جواب لائیں جو زلزلہ نامی کتاب میں جمع کی گئی ہیں۔ مولانا ارشاد ہی یہ کام کردیں تو ان کی کلاہ افتخار میں چار چاند لگ جائیں گے۔

تجلی مئی ۷۳ ۱۹ء صفحہ ۹۵

بچارے "مولانا ارشاد" کے پاس کلاہِ افتخار ہی کہاں تھی جس میں چار چاند لگتے۔ نام لے کر پکارے جانے کے باوجود وہ پتھر کے بت کی طرح خاموش رہے اور آج تک خاموش ہیں۔ البتہ دارالعلوم دیوبند کے کئی ممتاز اساتذہ اور دارالافتاء کے متعدد ماہرین سر جوڑ کر بیٹھے اور نو ماہ کی عرق ریزی اور جاں فشانی کے بعد زلزلہ کے جواب میں "انکشاف" نام کی ایک کتاب لکھی جو اپریل ۷۴ء میں دیوبند سے شائع ہوئی۔

اس کے بعد دارالعلوم ندوۃ العلماء کے اساتذہ اور دیوبندی مذہب کے مایۂ ناز مناظر مولوی منظور صاحب نعمانی کی سرکردگی میں "بریلوی فتنہ کا نیا روپ" کے نام سے زلزلہ کے جواب میں دوسری کتاب مرتب ہوئی جو اگست ۱۹۷۶ء میں ادارۃ الفرقان لکھنؤ سے منظرِ عام پر آئی۔

اس کے بعد پاکستان کے دیوبندی علماء کی متحدہ کوششوں سے زلزلہ کے جواب میں

Marfat.com

۱۰ "سیف حقانی" کے نام سے ایک کتاب لکھی گئی جو جونا مارکیٹ کراچی سے ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔

اس کے بعد دیوبندی مذہب فکر کے نوجوان علماء مشرقی یوپی سے اُٹھے اور زلزلہ کے جواب میں چوتھی کتاب بنام "**زلزلہ در زلزلہ**" مرتب فرمائی جو مبارک پور سے نومبر ۱۹۷۵ء میں شائع ہوئی۔

اس کے بعد برطانیہ کے مولوی خالد محمود نے "**دھماکہ**" کے نام سے زلزلہ کے جواب میں پانچویں کتاب مرتب فرمائی جو ۱۹۷۶ء میں دارالاشاعت کراچی سے شائع ہوئی۔

اسی ضمن میں ضلع لکھیم پور کھیری سے ایک فاضلِ دیوبند اُٹھے اور انہوں نے **زلزلہ پر زلزلہ** کے نام سے چوبیس صفحے کا ایک کتابچہ رامپور سے شائع کیا۔

زلزلہ کے جواب میں یہ وہ چھ کتابیں ہیں جو مجھے دستیاب ہوگئی ہیں لیکن وہ کتب اور رسائل جواب تک ہمیں دست یاب نہیں ہو سکے ہیں ان کا صحیح علم تو خدا ہی کو ہے کہ وہ کتنے ہیں۔

بہرحال ایک کتاب کے جواب میں چھ کتابوں کا پے بہ پے منظر عام پر آنا واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ دیوبندی برادری میں زلزلہ کے جواب کی اہمیت بالکل ایسی ہی تھی جیسے ہمالہ کی چوٹی کوئی سر کرلے۔ اس طرح دیوبندی اہلِ قلم کے لیے شہرت و ناموری حاصل کرنے کا یہ ایک نہایت زرین موقع تھا کہ وہ زلزلہ کے مجیب کی حیثیت سے اپنی جماعت میں نمایاں ہو جائیں۔ بلکہ دیوبندی برادری میں زلزلہ کے جواب کا اعزاز اتنا گراں قدر سمجھا جانے لگا تھا کہ چھ میں سے تین کتابیں تو ایسی ہیں کہ ان کے سرورق پر زلزلہ کے جواب کا صرف سائن بورڈ ہی ہے۔ ورق الٹیے تو زلزلہ کے اٹھائے ہوئے مباحث کا دور دور تک کہیں پتہ نہیں ہے۔ ان کتابوں کے مصنفین نے اسی کو

Marfat.com

غنیمت سمجھا کہ سائن بورڈ ہی لگا کر شہیدوں میں اپنا نام لکھوالیں۔

البتہ تین کتابیں ایسی ہیں جنہوں نے غلط سلط جیسے بھی بن پڑا ہے زلزلہ کے مباحث کو چھیڑنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن یہ تو آنے والے اوراق ہی بتائیں گے کہ انہوں نے جواب دے کر گلو خلاصی کی ہے یا اپنی گردنوں کے لیے اور نئے پھندے تیار کیے ہیں

وہ تین کتابیں یہ ہیں :- (۱) انکشاف (۲) بریلوی فتنہ کا نیا روپ (۳) زلزلہ در زلزلہ۔

واضح رہے کہ آنے والے اوراق میں میری جوابی تحریر کا تعلق انہی تین کتابوں سے ہے۔ باقی کتابوں کا تعلق چونکہ زلزلہ کے مباحث سے نہیں ہے اس لیے میں نے ان کتابوں سے کوئی تعرض نہیں کیا ہے۔ البتہ توفیق ایزدی اگر شامل حال رہی تو ان کے جارحانہ حملوں کے دفاع میں ایک مستقل تصنیف کر کے فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کروں گا۔

" میری یہ کتاب تین ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں " انکشاف " کا تنقیدی جائزہ لیا گیا ہے۔ دوسرے باب میں " بریلوی فتنہ " کا محاسبہ کیا گیا ہے اور تیسرے باب کا تعلق " زلزلہ در زلزلہ " کے رد و ابطال سے ہے۔ "

زیر و زبر کا مطالعہ کرتے وقت تین باتیں آپ خاص طور پر محسوس فرمائیں گے

۱- گالیوں، دشنام طرازیوں اور اہانت آمیز تحریروں کا جواب دیتے ہوئے بھی ہم نے کہیں اپنی تحریر میں " جواب آں غزل " کا رنگ نہیں پیدا ہونے دیا ہے خوب صورت طنز اور خوش گوار استعارات و کنایات کے علاوہ کسی جگہ بھی قلم کی شرافت اور زبان کا وقار مجروح نہیں ہوا ہے۔

۲- دشمن کے حملوں کا دفاع کرنے کے لیے ہم نے باہر کا کوئی ہتھیار استعمال

Marfat.com

نہیں کیا ہے۔ ان کی دلیلوں کو توڑنے، ان کے جوابات کو مسمار کرنے اور ان کی غلط بیانیوں کا پردہ چاک کرنے کے لیے ہم نے انہی کی تحریروں سے "تیغ و سپر" کا کام لیا ہے۔ 19

یہیں سے آپ پر یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ زلزلہ کے جواب میں لکھی ہوئی کتابیں اپنے مواد کے لحاظ سے کس درجہ نقائص و اغلاط اور قلم کی ناتجربہ کاریوں پر مشتمل ہیں

۳:۔ ہم نے پوری کتاب میں ایک مجیب کی حیثیت سے موضوع بحث کے دائرے کا احترام بہرحال ملحوظ رکھا ہے اور اپنے حریفوں کے خلاف قارئین کو مشتعل کرنے کے لیے قطعاً کوئی ایسی بحث نہیں چھیڑی ہے جسے جارحانہ حملے سے تعبیر کی جائے۔

آئینہ آئینہ سہی لیکن
ترے پندار کا جواب تو ہے

ارشد القادری
مکتبہ جام نور۔ جمشید پور۔ بہار
۲۳/۱۰/۷۸ - ۲۰/۱۱/۹۸

Marfat.com

Marfat.com

بابِ اوّل

انکشاف کا تنقیدی جائزہ

پہلی بحث

دلائل کے بیان میں

Marfat.com

انکشاف نام کی یہ سب سے پہلی کتاب ہے جو زلزلہ کے جواب میں دیوبند سے شائع ہوئی ہے۔ بچکانہ طرز تحریر، فکر و ذہن کی ناپختگی اور مضحکہ خیز بحث و استدلال کے لحاظ سے یہ کتاب ہرگز اس قابل نہیں تھی کہ تنقیدی جائزے کے ضمن میں اس کا نام بھی لیا جاتا لیکن اس بدنصیبی کو کیا کیجئے گا کہ دارالعلوم دیوبند اور اس کے مرکزی دارالافتاء کے عمائدین نے اس کتاب کو ایک قابل اعتماد دستاویز کی حیثیت سے اپنی قوم کے سامنے پیش کیا ہے اور اس کی ثقاہت پر اپنی مہر توثیق ثبت کر کے کتاب کے مندرجات کا اپنے آپ کو جواب دہ ٹھہرا لیا ہے۔

اس لیے آنے والے مباحث میں اصولی طور پر میرا روئے سخن قطعاً مفتیان دیوبند کی طرف ہوگا۔ اور یہ تنہا میرے ہی مطالعہ کا ردعمل نہیں ہے بلکہ مدیر تجلی مولانا عامر عثمانی نے بھی اپنے تبصرہ میں یہی موقف اختیار کیا ہے۔ جیسا کہ انکشاف پر تبصرہ کرتے ہوئے موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

"انکشاف" کے آغاز میں حلقۂ دیوبند کے تین نمائندوں کی تقریظیں موجود ہیں۔

(۱) محترم مولانا حامد الانصاری غازی' (۲) محترم مفتی احمد علی سعید (۳) محترم مفتی ظفیر الدین۔ ان تینوں حضرات نے کتاب کو سراہا ہے اور اسے جہل کے بالمقابل علم سے تعبیر کیا ہے۔ اب ہم جو کچھ عرض کریں گے اس کا روئے سخن ان اساتذہ ہی کی طرف ہوگا۔ تجلی دیوبند بابت نومبر ۷۴ء ص ۶۹

پہلے اسے پڑھ لیجئے:

اصل بحث کا آغاز کرنے سے قبل صحیح سمت میں فکر کی پیش قدمی کے لیے مندرجہ ذیل نکات کی طرف قارئین کرام کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں۔

Marfat.com

۱۔ آنے والے اوراق میں آپ انکشاف کے اقتباسات پڑھ کر سخت گھٹن محسوس کریں گے۔ اکثر مقامات پر غیر مہذب اور دل آزار جملوں سے آپ کا ذوق لطیف مجروح بھی ہوگا۔ اور زبان و ادب، اُردو کے محاورے تذکیر و تانیث کی فاش غلطیوں اور مہمل فقروں سے تو پوری کتاب ہی داغدار نظر آئے گی لیکن دل پر جبر کر کے انتہائی صبر و تحمل کے ساتھ اقتباسات کی ایک ایک سطر آپ کو پڑھنی ہے تاکہ علم اور جہل، ثقاہت و شرافت ذہانت اور اندھیرے اور اجالے کے درمیان آپ واضح طور پر ایک خط فاصل کھینچ سکیں۔

مدیر تجلی مولانا عامر عثمانی بھی کرب کی اس منزل سے ایک بار گذر چکے ہیں۔ ان کے مطالعہ کا ردعمل اُنہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے۔

انکشاف پر تبصرہ کرتے ہوئے موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

کوئی بھی سلیم الطبع اور ذی فہم قاری ان کی کتاب سے سوائے پراگندہ خیالی اور تحیر کے کچھ بھی حاصل نہ کر سکے گا۔ بلکہ حسن انشاء کا ذوق رکھنے والے تو شاید دس پانچ ورق سے زیادہ پڑھ ہی نہ سکیں۔

تجلی نومبر ۶۷ء صـ۷۸

نگاہوں پر بوجھ نہ ہو تو زلزلہ کی شریف و سنجیدہ اور طیب و طاہر زبان کے جواب میں مفتیان دیوبند نے جو زبان استعمال فرمائی ہے ذرا اس کے بھی چند نمونے ملاحظہ فرمالیں۔

انکشاف کی زبان

مولانا ارشد القادری نے علماء حق اکابر دیوبند پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے جو کوئی نئی بات نہیں۔ بلکہ ہمیشہ سے علماء سوء ابلیس کے شاگردوں کی یہ عادت رہی ہے (انکشاف صـ۳)

Marfat.com

○ افسوس مولانا ارشد القادری کی فریب کاری اور افترا پردازی پر اس سے شیطان بھی پناہ مانگتا ہوگا۔
صد ۱۳

○ مؤلف بھی اسی گروہ کے ایک فرد ہیں جن کا وجود مذہب اسلام کے لیے ہمیشہ باعث ننگ و عار رہا ہے۔
صد ۶۰

○ اور (مؤلف زلزلہ نے) ایک خالص اسلامی کلام میں کفر کے معنی ڈال کر ابلیس کی ذریت کو بڑھا کر اپنا حلقہ وسیع کرنے کی ایک ذلیل اور ناخدا ترس حرکت کی ہے۔ صد ۹۰

○ ارشد القادری کا جاہلانہ فیصلہ۔
صد ۹۲

○ اپنی جہالت کی ایک شرمناک مثال پیش کی ہے صد ۹۵

○ قادری صاحب کے مکروفریب کے انبار میں اضافہ ہی ہوتا چلا جائے گا۔ صد ۱۲۵

○ مؤلف کے اس قاعدہ میں کس قدر جہالت و سفاہت ٹپکتی ہے۔ صد ۳۵

○ ان حضرات کو بدنام کرنے کی ذلیل و جاہلانہ حرکتیں کرتے ہیں۔ صد ۲۳۸

یہ ہے وہ زبان جو دارالعلوم دیوبند کے دارالافتاء کے سایہ میں پروان چڑھی ہے اور ماتم یہ ہے کہ مہذب گالیوں پر مشتمل یہ زبان اس کتاب کے جواب میں استعمال کی گئی ہے جس کی زبان و بیان کی شرافت و پاکیزگی کا دیوبندی جماعت کے اصاغر و اکابر سبھی نے اعتراف کیا ہے۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

۲۔ زلزلہ میں تصویر کے پہلے اور دوسرے رُخ میں دیوبندی لٹریچر سے جن کتابوں کے حوالے دیے گئے تھے، جواب میں مفتیانِ دیوبند نے ان میں سے کسی کتاب کے متعلق یہ نہیں کہا ہے کہ وہ ہماری کتاب نہیں ہے یا ہم اس پر اعتماد نہیں کرتے اس طرح انہوں نے واضح طور پر اس حقیقت کو تسلیم کر لیا ہے کہ زلزلہ میں جن بنیادوں پر ان کے خلاف الزامات قائم کیے گئے ہیں وہ قطعاً صحیح اور واقعہ کے عین مطابق ہیں۔

Marfat.com

اب رہ گیا یہ سوال کہ ان پہ الزامات کی بنیاد بھی رکھی جا سکتی ہے یا نہیں تو اس کا فیصلہ آنے والے اوراق کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ خود ہی کر لیں گے۔

۳:۔ جواب میں تضاد کا الزام اُٹھانے کے بجائے مفتیان دیو بند نے تصویر کے دوسرے رُخ میں بیان کردہ واقعات کو دلائل و براہین سے صحیح ثابت کرنے کی بھرپور کوشش فرمائی ہے۔ لیکن اپنے بزرگوں کی عقیدت کے خمار میں یہ نکتہ ان کی نگاہوں سے اوجھل ہو گیا ہے کہ ان کی کتابوں میں صرف واقعات ہی نہیں ہیں بلکہ عین مخالف سمت میں ایک مسلک بھی ہے۔ اس طرح انہوں نے زلزلہ کے موقف کی تائید میں اتنے مواد جمع کر دیے ہیں کہ مجھے ان کا شکریہ ادا کرنے کو جی چاہتا ہے۔

علم و فن کی تاریخ میں "انکشاف" نام کی یہ پہلی کتاب ہے، جس نے "دوست" کا نہیں "دشمن" کا دفاع کیا ہے اب اس کی وجہ یا تو یہ ہے کہ کتاب مرتب کرنے والوں میں تصنیفی شعور اور فکری بصیرت کا فقدان تھا یا پھر انہوں نے زلزلہ کے الزامات کا گہرا مطالعہ کیے بغیر صرف مصنف بننے کے شوق میں ایک کتاب لکھ ڈالی ہے۔

زلزلہ کا موقف یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے حق میں جن عقیدوں کو علمائے دیوبند کفر و شرک قرار دیتے ہیں وہی عقیدے اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں وہ عین اسلام سمجھتے ہیں۔ اسی مفہوم کو تصویر کے پہلے اور دوسرے رُخ میں نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

زلزلہ کا یہ موقف ذہن نشین کر لینے کے بعد اب آپ انصاف کی مشعل ہاتھ میں لے کر ان دلائل کا بے لاگ مطالعہ فرمائیں جو مفتیان دیوبند نے اپنے بزرگوں میں غیبی مشاہدہ کی قوت ثابت کرنے کے لیے فراہم کیے ہیں۔ آپ کا دل اگر جانب داری کے الزام میں ملوث نہیں ہے تو مجھے یقین ہے کہ آپ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بے وفائی نہیں کریں گے۔

Marfat.com

پہلی دلیل: سب سے پہلے آپ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت علم وادراک کے متعلق دیوبندی جماعت کا یہ بنیادی عقیدہ ملاحظہ فرمائیں۔

کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے، یا فلاں کی شادی کب ہوگی یا فلاں درخت کے کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے ستارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے۔ کیونکہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے۔ رسول کو کیا خبر؟ تقویۃ الایمان ص۵۸ زلزلہ ص۵۶

سلیس اردو زبان میں بغیر کسی پیچ وخم کے یہ عبارت اپنا یہ مفہوم واضح کرتی ہے کہ اس بات کا علم کہ فلاں کے دل میں کیا ہے، علم غیب ہے۔ اس بات کا علم کہ فلاں کی شادی کب ہوگی، علم غیب ہے۔ اس بات کا علم کہ فلاں درخت میں کتنے پتے یا آسمان میں کتنے تارے ہیں، علم غیب ہے اور یہ بھی واضح کرتی ہے کہ ان ساری باتوں کا علم خُدا کے ساتھ مخصوص ہے، رسول کو ان باتوں کی قطعاً خبر نہیں۔ جو رسول کے لیے اسی طرح کا علم تسلیم کرتا ہے وہ رسول کو خُدا کا شریک ٹھہراتا ہے اور اسی کا نام شرک ہے۔ ایک طرف رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دیوبندی مذہب کا یہ عقیدہ نظر میں رکھئے اور دوسری طرف اپنے بزرگوں کے بارے میں مفتیانِ دیوبند کا یہ اعتراف ملاحظہ فرمائیے۔

دنیا جانتی ہے کہ اکابر دیوبند جیسے حضرت مولانا نانوتوی۔ حضرت مولانا گنگوہی حضرت مولانا اشرف علی تھانوی، حضرت مولانا یعقوب صاحب، حضرت مولانا محمود الحسن وغیرہ اپنے زمانے کے عالم ومحدث ہی نہیں تھے بلکہ باطنی علوم کے بھی بہت بڑے امین محافظ تھے۔ (انکشاف ص۲۴)

جانتے ہیں یہ "علوم باطنی" کیا ہیں؟ وہی علوم جو کسی کو مخفیات اور باطنی احوال سے خبر کرتے ہیں۔ اب ذرا آگے یہی اعتراف صراحت کے ساتھ ملاحظہ فرمائیں۔

Marfat.com

ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ حضرات اکابر اپنے قلوب کے تصفیے کی وجہ سے انوار تجلیات اور عالم مثال کا بے حجاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا کرتے تھے۔ انکشاف ص ۲۴

یعنی بالکل اسی طرح جس طرح ہم اپنے ماتھے کی آنکھوں سے محسوسات کا مشاہدہ کرتے ہیں۔

غور فرمائیے! زلزلہ میں دیوبندی مذہب کے رہنماؤں پر اس کے علاوہ اور ہمارا الزام ہی کیا تھا کہ وہ اپنے گھر کے بزرگوں کے بارے میں جس قوتِ مشاہدہ کا عقیدہ رکھتے ہیں اس سے کم درجے کی قوت بھی وہ رسول کے لیے تسلیم کرنا شرک سمجھتے ہیں۔ یہاں آپ نے اس کا زندہ ثبوت دیکھ لیا اور خدا نے توفیق بخشی تو آنے والے صفحات میں اس سے بھی زیادہ واضح ثبوت آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔

درخت کے پتے، آسمان کے تارے، شادی کا وقت اور دل کی بات یہ ساری چیزیں اسی عالم محسوسات سے تعلق رکھتی ہیں لیکن "تقویتہ الایمان" کی صراحت کے مطابق رسول کو تو اس عالم محسوسات کی بھی خبر نہیں ہے لیکن گھر کے بزرگوں کے حق میں عقیدے کی زبان یہ ہے کہ وہ نہ صرف عالم محسوسات بلکہ عالم مثال اور عالم تجلیات کا، جس کا تعلق عالم غیب سے ہے، بے حجاب مشاہدہ اپنی آنکھوں سے کیا کرتے تھے۔ ایک معمولی ذہن کا آدمی بھی اتنی آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ جب تک آنکھوں میں غیب دیکھنے والی قوت موجود نہ ہو عالم غیب کا بے حجاب مشاہدہ کیونکر عمل میں آسکتا ہے۔

اور ستم یہ ہے کہ ہم رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے چھپی ہوئی باتوں کا علم خدا کی عطا سے بھی تسلیم کریں تو شرک کے الزام میں لائق گردن زدنی ٹھہرائے جائیں۔ جیسا کہ صاحب "تقویتہ الایمان" نے صراحت فرمائی ہے کہ "پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان

Marfat.com

کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دیلے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہوگا۔"

لیکن گھر کے بزرگوں کے بارے میں عقیدے کا یہ تیور آپ کھُلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ عالم غیب کے بے حجاب مشاہدہ کی یہ قوت انھیں خُدا کی عطا سے نہیں بلکہ قلوب کے تصفیے کی وجہ سے حاصل ہے۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ ہماری مظلومی قابلِ داد ہے یا نہیں؟ ہم شرک کی جڑ کاٹ دیں جب بھی شرک کے الزام سے چھٹکارا نہیں اور وہ شرک کی آبیاری کریں تو روئے زمین کے سب سے بڑے موحد ہیں۔

اپنے گھر کے بزرگوں میں غیبی قوتِ مشاہدہ کا جو عقیدہ آپ ابھی پڑھ چکے ہیں، اس کی تائید میں انکشاف کے مصنفین نے آنے والے اوراق میں دلائل کے انبار لگا دیے ہیں۔ ان کا جذبۂ طلب بہرحال قابل ستائش ہے کہ انہوں نے اپنے بزرگوں میں باطنی علم وادراک کی قوت ثابت کرنے کے لیے سارے جہاں کی خاک چھان ڈالی ہے کاش اس محنت شاقہ کا ہزارواں حصہ بھی انہوں نے رسول عربی صلے اللہ علیہ وسلم کی حمایت میں صرف کیا ہوتا تو اظہار شکایت کے لیے "زلزلہ" نام کی کتاب لکھنے کی ضرورت ہی نہیں پیش آتی۔

اب عین مخالف سمت میں ایک مسلک کے ہوتے ہوئے انکشاف کے مصنفین کو اُن دلائل سے کیا فائدہ پہنچا ہے یہ تو آنے والے صفحات ہی بتائیں گے لیکن دلائل فراہم کر کے وہ اس رخ سے ضرور بے نقاب ہوگئے ہیں کہ اپنے گھر کے بزرگوں کو غیب داں ثابت کرنے کے لیے وہ رائی کا پہاڑ بنا سکتے ہیں۔ لیکن اپنے رسول کے مقام علم و ادراک کے سوال پر سامنے کا پہاڑ بھی انہیں نظر نہیں آتا۔

Marfat.com

۲۸ **دُوسری دلیل:** "اصطلاحات صوفیہ" نام کی کسی غیر معروف کتاب کے حوالے سے اپنے بزرگوں میں غیبی مشاہدہ کی قوت ثابت کرنے کے لیے مفتیان دیو بند کی یہ دوسری دلیل ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

"پوشیدہ باتوں کا معلوم کرنا کشف ہے۔ اس کی دو قسم ہے۔ کشفِ صغریٰ کشف کبریٰ، کشف صغریٰ کو کشف کونی بھی کہتے ہیں۔ یعنی سالک اپنی قلبی توجہ سے زمین و آسمان، ملائکہ، ارواح، اہل قبور، عرش کرسی، لوح محفوظ الغرض دونوں جہاں کا حال معلوم کر لے اور مشاہدہ کر لے۔

(اصطلاحات صوفیہ ص۱۳۶ انکشاف ص۳۵)

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ آنکھوں سے لہو کی بوند ٹپکنے کی بات ہے یا نہیں؟ اگر اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں یہ عقیدہ قرآن و سنت کے مطابق ہے کہ وہ اپنی قلبی توجہ سے زمین و آسمان، ملائکہ، ارواح، اہلِ قبور، عرش کرسی، لوح محفوظ الغرض دونوں جہان کے احوال معلوم کر لیتے ہیں تو پھر آپ ہی بتائیے کہ اس کے بعد اب کون سا علم باقی رہ جاتا ہے جس پر شرک کا حکم لگایا جائے گا۔

حالات کی کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ ایک طرف تو یہ حضرات صرف قلبی توجہ سے دونوں جہاں کی پوشیدہ باتوں کے معلوم کر لینے کی لامحدود قوت اپنے گھر کے بزرگوں میں تسلیم کرتے ہیں اور دوسری طرف امام الانبیاء کے حق میں عقیدے کی زبان یہ استعمال کرتے ہیں کہ:-

کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے، فلاں کی شادی کب ہوگی۔ یا فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے ستارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص۵۸)

Marfat.com

۲؎ اب اہلِ انصاف ہی فیصلہ کریں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے حق میں تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ اور گھر کے بزرگوں کے لیے مفتیان دیوبند کا وہ تازہ اعتراف، یہ دونوں مل کر اعتقاد و عمل کا تضاد ثابت کرتے ہیں یا نہیں؟

اور یہیں سے یہ مشہور الزام بھی اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے یا نہیں کہ اپنے بزرگوں کے حق میں وہ کتنے فراخ دل اور اپنے نبی کے بارے میں کس درجہ تنگ نظر واقع ہوئے ہیں۔

شرک ہی سے اگر نفرت تھی تو دونوں جہاں کے احوال کے مقابلے میں صرف دل کی بات، آسمان کے تارے اور درخت کے پتوں کی کیا حقیقت ہے یہ تو دونوں جہاں کے احوال کا کروڑواں حصّہ بھی نہیں ہیں لہٰذا ان چند چیزوں کا علم اگر نبی کے حق میں شرک تھا تو اس سے بھی لاکھ گونہ بڑا شرک اپنے بزرگوں کے حق میں کیونکر گوارا کر لیا گیا۔

اب اس کھلی ہوئی بے انصافی کی وجہ سوا اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ اپنے اور بیگانے کا فرق دل ہی تک محدود نہیں رہتا، زبان اور قلم کی حدود عمل میں بھی داخل ہو جاتا ہے۔ اب میں نفاق و اخلاص کے اس دوراہے پر آپ سے آپ ہی کے ضمیر کا فیصلہ چاہوں گا۔

ایک مغالطہ کا جواب: مفتیان دیوبند اور ان کی جماعت کے دیگر مصنفین نے زلزلہ کے الزامات سے گلو خلاصی کے لیے بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ ہمارے بزرگوں نے انبیاء و اولیاء کے لیے "علم غیب" کا انکار کیا ہے کشف کا انکار نہیں کیا ہے اور ہمارے بزرگوں کے متعلق جو واقعات ہماری کتابوں میں نقل کیے گئے ہیں ان کا تعلق کشف سے ہے علم غیب سے نہیں ہے اس لیے ہمارے اعتقاد و عمل کے درمیان تضاد کا الزام قطعاً بے بنیاد اور غلط ہے۔

Marfat.com

اس مغالطہ کا تفصیلی جواب تو ہم دوسرے باب میں دیں گے یہاں اختصار کے ساتھ صرف اتنا اشارہ کافی سمجھتے ہیں کہ ہمارے اور اہل دیو بند کے درمیان اصل جھگڑا چھپی ہوئی باتوں کے علم کا ہے۔ اس بات کا نہیں ہے کہ اس علم کو کشف کہا جائے گا یا علم غیب؟ تاہم اس وضاحت کے بعد بھی اگر دیو بندی مصنفین کو اس بات پر اصرار ہے کہ "علم غیب" کا لفظ ہی بنائے اختلاف ہے اور کسی دوسرے الفاظ میں چھپی ہوئی باتوں کے علم کا کوئی مدعی ہو تو اس پر کوئی الزام نہیں ہے تو میں عرض کروں گا کہ تقویۃ الایمان آپ ہی کے گھر کی کتاب ہے اس کی اس عبارت کو حکم مان لیجیے، ہمارا آپ کا فیصلہ آسانی سے ہو جائے گا۔ وہ عبارت یہ ہے۔

سو جو کوئی کسی کا نام اٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلہ میں اس کی دہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اسکی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گزرتے ہیں جیسے بیماری، تندرستی و کشائش و تنگی و مرنا و جینا، غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے تو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔

تقویۃ الایمان صـ۱

بتا ئیے اس عبارت میں علم غیب کا لفظ کہاں ہے۔ اگر چھپی ہوئی باتوں کا علم بنائے اختلاف نہیں ہے تو شرک کا حکم کس چیز پر لگایا گیا ہے اور عبارت میں اس امر کی بھی کوئی

Marfat.com

صراحت موجود نہیں ہے کہ ان چھپی ہوئی باتوں کا علم کشف کے ذریعہ ہو تو جائز ہے اور علم غیب کے ذریعہ ہو تو شرک ہے بلکہ شرک کا جو حکم بھی لگایا گیا ہے چھپی ہوئی باتوں کے علم پر لگایا گیا ہے جو کشف کو بھی شامل ہے اور علم غیب کو بھی۔ لہذا یہ کہنا کہ کشف کے ذریعہ چھپی ہوئی باتوں کے علم کا دعوٰی ہم جائز سمجھتے ہیں اپنے اکابر کے مسلک سے کھلا ہوا انحراف ہے اور اسی کا نام ہے اعتقاد و عمل کا تضاد۔

یہی الزام زلزلہ میں بار بار دُہرایا گیا ہے لیکن آپ بھی دیکھ رہے ہیں کہ اس الزام کو اٹھانے کے بجائے مفتیان دیوبند مختلف طریقوں سے اس الزام کی توثیق فرما رہے ہیں

اب اس بحث کے اخیر میں " اصطلاحات صوفیہ" والی عبارت پر ذرا دیوبند کے مدیر تجلی کا بھی تبصرہ پڑھ لیجئے کہ وہ گھر کی آواز ہے۔ انکشاف پر تبصرہ کے ذیل میں لکھتے ہیں:۔

> اس کا مطلب یہ ہے کہ فقط بریلویوں ہی کے نزدیک نہیں، دیوبندیوں کے نزدیک بھی سالک کی قلبی توجہ کی زد اور حیطۂ عمل سے عرش و کرسی اور لوح محفوظ بھی باہر نہیں ہیں۔ دونوں جہان کا حال صرف معلوم ہی نہیں کرتا، مشاہدہ بھی کرتا ہے۔
>
> ہم اساتذۂ دیوبند سے دریافت کرتے ہیں کہ قرآن و سنت میں اس کی کیا بنیاد ہے۔ کوئی آیت یا حدیث ایسی پیش فرمایئے جس سے اس دعوے اور رائے کی تصدیق ہو سکے۔ تجلی بابت نومبر ۶۷ء ص۷۹

تیسری دلیل: پچھلے صفحات میں اصطلاحات صوفیہ کے حوالہ سے آپ مفتیان دیوبند کا بیان پڑھ چکے ہیں کہ کشف کی دو قسمیں ہیں۔ کشف صغریٰ، کشف کبریٰ۔ صغریٰ کا حال پڑھ چکے ہیں۔ اب کبریٰ کا حال پڑھیئے۔

ارشاد فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

کشف کبریٰ اس کو کشفِ الٰہی بھی کہتے ہیں۔ یعنی ذات حق سبحانہ کا مشاہدہ اور معائنہ ہو جانا اور جملہ حجابات اور اعتبارات کا اُٹھ جانا اور نورِ بصیرت سے خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھنا۔ سالک کا مقصود اصلی یہی کشف ہے۔ اصطلاحات صوفیہ صنہ۱۲۰ انکشاف صنہ۳۶

مفتیان دیوبند اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اس واضح تفصیل سے آپ کے شبہات یقیناً زائل ہو گئے ہوں گے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ کیجئے کہ اکابر دیوبند بلکہ تمام اولیاء اللہ کشف کبریٰ ہی کو دراصل حصول مقصد سمجھتے ہیں اور اس کشف صغریٰ کو صرف مفید قرار دیتے ہیں انکشاف صنہ۳۷

اس تحریر سے اپنے اکابر کے متعلق مفتیان دیوبند کا یہ موقف اچھی طرح واضح ہو گیا کہ ان کے اکابر کشف صغریٰ اور کشف کبریٰ دونوں ہی مقام پر فائز تھے البتہ صغریٰ کو صرف مُفید سمجھتے تھے لیکن کبریٰ کو اصل مقصود قرار دیتے تھے۔

اب یہ سوال اپنی جگہ پر ہے کہ آب و گل کی اس دُنیا میں خُدا کی ذات کا معائنہ اور مشاہدہ کرنا کیا یہ شرعاً کسی انسان کے لیے ممکن بھی ہے؟ لیکن مبارک ہو مفتیان دیوبند کو کہ جو مدعا حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو درخواست کے باوجود حاصل نہ ہو سکا وہ انہوں نے اپنے اکابر کے لیے بغیر کسی زحمت کے تسلیم کر لیا۔

کشف کبریٰ کی تفصیل پڑھ کر ایک سوال اور دماغ کی سطح پر اُبھرتا ہے کہ سلوک کی اس منزل میں جملہ حجابات ہی جب اُٹھ گئے تو اب سالک کی نظر سے کون سی چیز مخفی رہ گئی۔

یہی سوال زلزلہ میں بار بار دہرایا گیا ہے کہ سلوک کی منزل کے ایک عام مسافر کی قوت کشف کا جب یہ حال بیان کیا جاتا ہے کہ سارے حجابات اس کی نگاہوں سے

Marfat.com

اُٹھ جاتے ہیں تو اس منزل کے میر کارواں، امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت کشف کا کیا عالم ہوگا۔ لیکن آپ دیوبندی ذہن کی اس بوالعجبی پر سینہ پیٹ کر رہ جائیں گے کہ وہ پیغمبر اعظم کے حق میں ہزار فہمائش کے باوجود یہ قوت کشف تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں۔

> یقیناً لاکھوں مکاشفات بغیر کسی ریاضات و مجاہدات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام سے ممکن ہیں۔ مگر یہ چیزیں وجود پذیر بھی ہوئیں اس کا کیا ثبوت؟ اور بغیر ثبوت کے اس پر عقیدہ کی بنیاد کیسے رکھی جا سکتی ہے جبکہ عقیدہ کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے۔
>
> (انکشاف ص۱۶۵)

جملہ حجابات کا اُٹھ جانا اگر سلوک کی اس منزل ہی کا فیضان ہے تو اب اصل سوال یہ ہے کہ خود پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام بھی اس منزل سے گزرے ہیں یا نہیں اگر گزرے ہیں اور یقیناً اس منزل سے گزر چکے ہیں تو جملہ حجابات کے اُٹھ جانے کے لیے کیا اتنا ثبوت کافی نہیں ہے؟

عقیدت کا اندھاپن گمراہی کا بہت مشہور آزار ہے لیکن اتنی مدہوشی شاید کہیں دیکھنے میں آئی ہو کہ گھر کے بزرگوں کے حق میں دونوں جہان کا بے حجاب مشاہدہ ثابت کرنے کے لیے مفتیانِ دیوبند نے ایک غیر مستند اور عوامی سطح کی کتاب کی عبارت کو نصوص کا درجہ دے دیا ہے۔ علم کے ایوانوں میں جہل کی یہی پذیرائی رہی تو کچھ عجب نہیں ہے کہ کل یہ لوگ اسلام کے بنیادی مسائل پر بحث کرنے کے لیے "قصہ چہار درویش" کو استدلال میں پیش کر دیں اور یہ امر بھی محسوس کرنے کے قابل ہے کہ دوسروں کے مکاشفات کے ثبوت کے لیے تو ان کے یہاں دلیل کا کوئی معیار ہی نہیں ہے۔

اور مجھے سخت تعجب ہے مرکزی دارالافتاء کے ان مسند نشینوں پر کہ انہوں نے

Marfat.com

۲ بغیر کسی چون وچرا کے "اصطلاحات صوفیہ" کی اس عبارت کو کہ "نور بصیرت سے خلق کو عین حق اور حق کو عین خلق دیکھنا" کیسے قبول کر لیا۔ جب کہ اس عبارت کا واضح مطلب مخلوق کو عین خالق اور خالق کو عین مخلوق تصور کرنا ہے۔

مفتیان دیوبندہی علمی دیانت کو ملحوظ رکھتے ہوئے بتائیں کہ عبادت و ریاضت اور سلوک و تصوف کا جو مقصود اصلی اس عبارت میں ظاہر کیا گیا ہے۔ کیا وہ قرآن و حدیث کی تعلیمات کے مطابق ہے اور کیا اس کا ڈانڈا شرک سے نہیں ملتا۔ لیکن صد حیف کہ اپنے بزرگوں کی عقیدت میں یہ شرک بھی گوارا کر لیا گیا؟

اب آخر میں کشف کبریٰ والی عبارت پر دیوبند کے مدیر تجلی آنجہانی عامر عثمانی صاحب کا بھی تبصرہ پڑھ لیجئے کہ وہ گھر کی آواز ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک سالک اسی اینٹ اور پتھر کی دنیا میں کشف کے زور سے ذات خداوندی کا مشاہدہ اور معائنہ بھی کر سکتا ہے بلکہ یہی اس کا مقصود اصلی ہے۔ حالانکہ مسلم شریف میں قومی راویوں کے توسط سے ہم اللہ کے رسول کا ارشاد اپنے سر کی آنکھوں سے پڑھتے ہیں۔

واعلموا انکم لن تروا ربکم حتیٰ تموتوا

اس کے علاوہ حدیث احسان میں بھی صراحت ہے کہ خدائے تعالےٰ کو اس دنیا میں ہرگز نہیں دیکھا جا سکتا۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ بطور ایک اصول کے ارشاد فرماتے ہیں۔ لان البصر فی الدنیا خلق للفناء فلو یقدر علیٰ رویۃ الباقی:-

حضرت موسیٰ علیہ السّلام حالانکہ نبی تھے لیکن انہیں دیدار کی درخواست میں اللہ نے فیصلہ سنا دیا لَنْ تَرَانِی تم مجھے ہرگز نہیں دیکھ سکو گے۔ پھر بھی تجلی ذات کی ایک جھلک کو بھی وہ برداشت نہیں کر سکے اور ہوش و حواس

Marfat.com

نے جواب دے دیا تو یہ راہ طریقت و تصوف کے سالک آخر کون سی مٹی سے بنے ہیں اور کس مخلوق سے تعلق رکھتے ہیں کہ ذاتِ حق کا مشاہدہ اور معائنہ بھی فرما لیتے ہیں۔ تجلی نومبر ۷۴ء صـ ۸

چوتھی دلیل: اپنے بزرگوں میں غیبی مشاہدات کی قوت ثابت کرنے کے لیے مقتیانِ دیوبند کی چوتھی دلیل ملاحظہ فرمایئے۔

انکشاف کے مصنفین امام غزالی کے حوالے سے لکھتے ہیں۔

اکابر دیوبند کی اس خصوصیت (یعنی غیبی قوتِ مشاہدہ) کو امام غزالی کی ان عبارات کی روشنی میں ملاحظہ فرمایئے۔

فالعلم الاول علم المکاشفه	پہلی قسم علم مکاشفہ ہے یہ باطن
وهو علم الباطن و	(حقیقت) کا علم ہے اور حقیقت
ذالک غایة العلوم فقد	کا علم ہی علوم کی غایت ہے۔
قال بعض العارفين	بعض عارفین کا ارشاد ہے کہ جو
من لم یکن نصیب له	شخص اس علم سے واقف نہیں
من هذا العلم اخاف	ہے میں اس کے سوءِ خاتمہ سے
علیه سوء الخاتمة	خائف ہوں۔ ۱۷۰ صـ ۱۳

آگے چل کر فرماتے ہیں۔

اعنی علم المکاشفه	علم مکاشفہ اس نور کو کہتے ہیں جو
فهو عبارة عن نور یظهر	قلب پر اس وقت ظاہر ہوتا ہے
فی القلب عند تطهیرة و	جب کہ قلب صفاتِ مذمومہ سے
تزکیة من الصفات المذمومه	(یعنی ناپاک صفات) سے پاک و صاف
وینکشف من ذالک	ہو اس نور سے بہت سی اہم

النور امور کثیرۃ ب‍ پ ۸۱ چیزیں منکشف ہوتی ہیں۔

احیاء علوم الدین۔ انکشاف ص ۲۵

غور فرمائیے! حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے علم مکاشفہ کے متعلق اپنی اس عبارت میں تین باتیں ارشاد فرمائی ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ علم مکاشفہ ایک نور ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ نور قلب میں اس وقت ظاہر ہوتا ہے۔ جب قلب نفسانی کدورتوں سے پاک ہو جائے۔ تیسری بات یہ ہے کہ اس نور سے بہت سی چھپی ہوئی چیزیں منکشف ہوتی ہیں۔ اپنے اکابر کے متعلق مفتیان دیوبند کا دعویٰ ہے کہ یہ علم بھی انہیں حاصل تھا۔

اب ایک طرف گھر کے بزرگوں کے بارے میں نور باطن کا یہ اعتراف ملاحظہ فرمائیے کہ جس سے چھپی ہوئی باتیں خود بخود منکشف ہو جاتی ہیں اور دوسری طرف امام الانبیاء کے حق میں "تقویۃ الایمان" کا یہ عقیدہ پڑھئے۔ دل اگر اندھی عقیدت کے آزار میں مبتلا نہیں ہے تو آپ کو ماننا پڑے گا کہ "زلزلہ" کا الزام اپنی جگہ پر ناقابل تردید ہے۔

کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے؟ فلاں کی شادی کب ہوگی؟ یا فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں؟ یا آسمان میں کتنے ستارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے، کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص ۵۵)

اب سوال یہ ہے کہ اصحاب انفاس قدسیہ پر نور باطن کے ذریعہ جو چھپی ہوئی باتیں منکشف ہوتی ہیں ان میں تقویۃ الایمان کی بیان کردہ چھپی ہوئی باتیں بھی شامل ہیں یا نہیں؟ اگر ہیں تو ان چھپی ہوئی باتوں سے رسول کی بے خبری کا دعویٰ کیوں کر ثابت ہو سکتا ہے ہاں! اگر کوئی شخص رسول پاک کی ذات کو نور باطن سے خالی مان لے تو وہ اپنے گستاخ منہ سے البتہ یہ دعویٰ کر سکتا ہے۔ شاید دیوبندی حضرات اس کی جسارت کریں ورنہ ایک فاداامتی تو اس کے تصور ہی سے لرز اٹھے گا۔

Marfat.com

اصولی طور پر امام غزالی کی اس عبارت سے ایک بات یہ بھی معلوم ہوئی کہ نور باطن ہی چھپی ہوئی باتوں کے انکشاف کا ذریعہ ہے جسے یہ نور عطا کر دیا گیا گویا اسے ایک ایسی قوت بخش دی گئی جسے بوقت ضرورت وہ استعمال کرتا رہتا ہے۔

پانچویں دلیل: اپنے بزرگوں میں غیبی مشاہدے کی قوت ثابت کرنے کے لیے مفتیان دیوبند کی پانچویں دلیل ملاحظہ فرمائیے۔

انکشاف کے مصنفین "عوارف المعارف" کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

قیل الدنیا والاخرۃ عند الارواح سواء وقیل الارواح اقسام ارواح تجول فی البرزخ وتبصر احوال الدنیا والملئکۃ وتسمع ما تتحدث به فی السماء فی احوال الآدمیین۔ وروی سعید بن مسیب عن سلیمان قال ارواح المومنین تذهب فی برزخ من الارض حیث شاء بین السماء والارض	کہا گیا ہے کہ ارواح کے نزدیک دنیا و آخرت برابر ہیں اور بعض کا کہنا ہے کہ اس کی (یعنی روح کی) چند قسمیں ہیں۔ بعض روحیں برزخ میں سیر کرتی ہیں اور دنیا و ملائکہ کے احوال دیکھتی ہیں اور وہ ان باتوں کو بھی سنتی ہیں جو آدمیوں کے احوال کے بارے میں آسمان میں ہوتی ہیں اور سعید بن مسیب سلیمان سے روایت کرتے ہیں کہ مومنین کی روحیں برزخ ارضی سے جہاں چاہتی ہیں زمین و آسمان کے درمیان جاتی ہیں۔

(عوارف المعارف صفحہ ۲۷، انکشاف صفحہ ۷)

یہ عبارتیں نقل کرنے کے بعد مفتیان دیوبند نتیجے کے طور پر تحریر فرماتے ہیں۔ پوری توجہ کے ساتھ یہ اقرار نامہ پڑھنے کے قابل ہے۔

اب مذکورہ اثبات سے آپ بخوبی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ارواح اولیاء کو کس قدر مِن جانب اللہ اختیارات ہیں۔ (انکشاف ص۷)

یہ مان لینے کے بعد کہ عام مومنین کی روحیں برزخ میں سیر کرتی ہیں اور دنیا و ملائکہ کے احوال دیکھتی ہیں اور ان باتوں کو بھی سنتی ہیں جو آدمیوں کے بارے میں آسمانوں میں ہوتی ہیں اور برزخ ارضی سے جہاں چاہتی ہیں آسمان و زمین کے درمیان آتی جاتی ہیں۔ لہٰذا یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہر وقت ان پر غیب کی نئی نئی باتیں منکشف ہوتی رہتی ہیں اور آئندہ کی بہت سی ایسی باتیں بھی انہیں معلوم ہوتی رہتی ہیں جو دُنیا میں رونما ہونے والی ہوتی ہیں

پھر جب عام مومنین کی روحوں کے غیبی مشاہدات کا یہ حال ہے تو سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی روحِ اعظم کی قوتِ مشاہدہ اور مقامِ علم و ادراک کا کون اندازہ لگا سکتا ہے واضح رہے کہ ارواح مومنین کے لیے غیبی مشاہدے کی جو قوت مفتیان دیوبند نے ثابت کی ہے اس کے پیچھے حقیقت پسندی سے زیادہ اکابر پرستی کا جذبہ کارفرما ہے کیوں کہ روحوں میں غیبی مشاہدہ کی قوت جب تک ثابت نہ ہو جائے، مرنے کے بعد اپنے اکابر کو غیب داں کیوں کر ثابت کیا جاسکتا ہے۔

سچ پوچھیے تو اہل دیوبند کے ساتھ آج کے مذہبی اختلافات میں سارا شکوہ دل کی اسی بے وفائی کا ہے کہ گھر کے بزرگوں کے لیے تو مرنے کے بعد بھی غیبی مشاہدے کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے لیکن پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں عقیدے کی زبان یہ استعمال کی جاتی ہے۔

یہ آیت تا قیامت یہ اعلان کرتی رہے گی کہ آپ (یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب نہ تھا۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قیامت تک آپ کو علم غیب نہ ہوگا۔

Marfat.com

(مضمون قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند، فاران، کراچی کا توحید نمبر ص ۱۲۶)

"قیامت تک علم غیب نہ ہوگا"، کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ جیسے حیات ظاہری میں معاذ اللہ انہیں غیب کا کوئی علم نہ تھا۔ وصال کے بعد بھی قیامت تک نہیں غیب کا کوئی مشاہدہ نہ ہوگا۔ ۱

نفاق و اخلاص کے اس دوراہے پر آپ کے ضمیر کی آواز سننے کے لیے ہم گوش بر آواز رہیں گے۔

چھٹی دلیل: زلزلہ میں شیخ الاسلام نمبر کے حوالے سے مولوی ریاض احمد فیض آبادی صدر جمعیۃ علمائے مبلبور کا ایک بیان نقل کیا گیا تھا جس میں انہوں نے مولوی حسین احمد صاحب کے ساتھ اپنی آخری ملاقات کا ذکر کیا ہے۔ ممدوح رخصت موصوف کی یہ گفتگو خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے۔

میں نے کہا حضرت انشاء اللہ اختتام سال پر ضرور حاضر ہوں گا۔ فرمایا، کہہ دیا کہ ملاقات نہیں ہوگی۔ اب تو میدان آخرت ہی میں انشاء اللہ ملو گے مجمع میرے قریب جو تھا احقر کی معیت میں آبدیدہ ہوگیا۔ حضرت نے فرمایا کہ رونے کی کیا بات ہے کیا مجھے موت نہ آئے گی۔ اس پر احقر نے الحاح کے ساتھ کچھ علم غیب اور زیادتی عمر پر بات کرنی چاہی مگر فرط غم کے باعث بول نہ سکا۔ (شیخ الاسلام نمبر ص ۱۵۶ زلزلہ ص ۲۰)

اس عبارت پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا تھا۔ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

اس گفتگو کا حاصل سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ مولوی حسین احمد صاحب کو کئی ماہ پیشتر اپنی موت کا علم ہوگیا تھا اور "کہہ دیا کہ ملاقات نہیں ہوگی"، یہ لب و لہجہ شک اور تذبذب کا نہیں، یقین اور اذعان کا ہے "مجمع آبدیدہ ہوگیا"، یہ جملہ بھی ظاہر کرتا ہے کہ لوگوں کو سچ مچ اس خبر کا یقین ہوگیا۔

Marfat.com

اس واقعہ میں جو چیز خاص طور پر محسوس کرنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ موت کا علم یقینی امور غیب ہی سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن قرآن کی کوئی آیت اور حدیث کی کوئی روایت نہ مولوی حسین احمد صاحب کو اس علم کے خاموش ادعا سے روک سکی اور نہ ہی اس خبر پر ایمان لانے والوں کی راہ میں حائل ہوئی اور اب اس طرح اس کی تشہیر کی جا رہی ہے جیسے یہ دُنیا کی کوئی مسلمہ حقیقت بن گئی ہو۔"

(زلزلہ ص۲۰۱)

اس الزام کا جو جواب مفتیان دیوبند نے دیا ہے وہ اپنے مسلک کے ساتھ تصادم کا ایک خون ریز حادثہ ہے تحریر فرماتے ہیں۔

زلزلہ کے کئی صفحات پر پھیلے ہوتے چند واقعات جن میں سے بعض کا تعلق تو محض تجربہ کی پختگی سے ہے اور بعض اخبار بالغیب سے ہے جو حضرت (شیخ) کی کھلی ہوئی کرامت ہے اور بعض بہ قول مولانا قادری صاحب بعنوان "اپنی وفات کا علم" پر مشتمل ہے۔ (انکشاف ص۲۳۴)

اخبار بالغیب کا لفظ خاص طور پر نوٹ کرنے کے قابل ہے، کیونکہ اس مقام پر ان حضرات نے یہ کہہ کر جان چھڑانے کی کوشش کی ہے کہ یہ کشف ہے، علم غیب نہیں ہے لیکن یہاں "اخبار بالغیب" کے الفاظ کے ذریعہ نہایت سچائی کے ساتھ اپنے شیخ کی غیب دانی کا اعتراف کر لیا گیا ہے۔ کیونکہ خبر کے لیے علم ضروری ہے۔ لہٰذا جو غیب کا مخبر ہوگا وہ غیب داں بھی ضرور ہوگا۔ خُدا کا شکر ہے کہ آج دیوبندی مذہب کے دفاع کا سب سے بڑا طلسم ٹوٹ گیا۔

اب اصل جواب ملاحظہ فرمایئے ارشاد فرماتے ہیں۔

اگر بقول مولانا ارشد القادری اسے تسلیم کا بھی درجہ دے دیں کہ حضرت مدنی کو اپنی وفات سے پہلے ہی اس کا علم ہو گیا تھا تو سوال یہ ہے کہ بزرگان

Marfat.com

دین کی ذکاوت و فراست نورانی سے ان چیزوں کو بعید از عقل کیوں سمجھا جاتا ہے۔

(انکشاف، صـ۲۳۴)

یہ سوال تو مفتیان دیوبند کو مولوی منظور نعمانی سے کرنا چاہیئے تھا۔ جنہوں نے اپنی کتاب میں اسلام کا یہ عقیدہ پیش کیا ہے۔

وہ پانچ غیب جن میں مرنے کی جگہ اور وقت کا علم بھی شامل ہے) ان کو حق تعالےٰ نے اپنے لیے خاص کر لیا ہے۔ ان کی اطلاع نہ کسی مقرب فرشتے کو دی اور نہ کسی نبی اور رسول کو۔ (فتح بریلی کا دلکش منظاہرہ صـ۸۵)

ایک طرف تو یہ عقیدہ بیان کیا جاتا ہے کہ خدائے تعالےٰ نے کسی نبی و رسول تک کو اس کی اطلاع نہیں دی ہے اور دوسری طرف اپنے بزرگوں میں موت کے پیشگی علم کی قوت ثابت کرنے کے لیے فرمایا جا رہا ہے کہ ان کی ذکاوت اور فراست ایمانی سے ان چیزوں کو بعید از عقل کیوں سمجھا جاتا ہے۔

زلزلہ میں یہ سوال بار بار دہرایا گیا ہے کہ غیب کی بات معلوم کرنے والی فراست ایمانی کی جو قوت آپ کے بزرگوں کو حاصل ہے اسے خدا کے محبوب پیغمبر کے حق میں تسلیم کرتے ہوئے آپ لوگ شرک کے آزار میں کیوں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

مفتیان دیوبند نے نہ صرف یہ کہ اس الزام کا کوئی جواب نہیں دیا ہے بلکہ ہمارے مسلک کی تائید میں ائمہ، اسلاف کی عبارتیں پیش کر کے انھوں نے کھلے بندوں یہ اعتراف کر لیا ہے کہ ہمارا الزام اپنی جگہ پر ناقابل تردید ہے۔

ساتویں دلیل: زلزلہ میں سوانح قاسمی کے حوالے سے بانی دار العلوم دیوبند مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے متعلق یہ واقعہ نقل کیا گیا تھا۔

کہ ایک بار ان کے جلسہ میں چار شیعہ مجتہدین چالیس اعتراضات سوچ کر آئے اور ان میں سے ہر ایک دس دس اعتراض لے کر ایک ایک گوشے میں بیٹھ گیا لیکن نانوتوی صاحب

Marfat.com

نے اپنی غیبی قوتِ ادراک کے ذریعہ ان میں سے ہر ایک کے دل میں چھپے ہوئے اعتراضات کو معلوم کر لیا اور اسی ترتیب سے جواب بھی دے دیا جس ترتیب کے ساتھ وہ اپنے اپنے دلوں میں چھپا کر لائے تھے۔ اس واقعہ پر تبصرہ کرتے ہوئے زلزلہ میں کہا گیا تھا۔ ؎ ٤٢

گھر کے بزرگوں کے لیے تو جذبہ عقیدت کی یہ فراوانی ہے کہ دلوں کے چھپے ہوئے خطرات آئینے کی طرح ان کے پیشِ نظر ہیں۔ اپنے مولانا کے لیے اس غیبی قوت ادراک کا اعتراف کرتے ہوئے نہ شرک کا کوئی قانون دامنگیر ہوا اور نہ مشرب توحید سے کوئی انحراف نظر آیا۔

لیکن انبیاء و اولیاء کے حق میں وہی غیبی قوت ادراک کے سوال پر ان حضرات کے عقیدے کی زبان یہ ہے۔

"کچھ اس بات میں بھی ان کو بڑائی نہیں ہے کہ اللہ نے غیب دانی اختیار میں دے دی ہو کہ جس کے دل کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں یا جس غائب کا احوال جب چاہیں معلوم کر لیں کہ وہ جیتا ہے یا مر گیا یا کس شہر میں ہے"

(تقویۃ الایمان ص۲۵)

انصاف و دیانت کی روشنی میں چلنے کی تمنا کرنے والو؟ حق و باطل کی راہوں کا امتیاز محسوس کرنے کے لیے کیا اب بھی مزید کسی نشانی کی ضرورت ہے؟

(زلزلہ ص۱۱۱)

اس الزام کے جواب میں مفتیان دیوبند نے تحریر فرمایا ہے:۔

"اب ذرا دلوں کے خطرات کو بذریعہ کرامت معلوم کرنے کا فیصلہ خود صاحب فتوحات مکیہ سلطان اولیاء امام الصوفیاء محی الدین ابن عربی کے قلم سے

Marfat.com

۴۳

ملاحظہ کیجئے۔ موصوف کرامت کی تقسیم کرتے ہوئے رقم طراز ہیں۔

کرامت کی دو قسمیں ہیں ایک حسّی۔ دوسری معنوی، عوام الناس صرف کرامت حسیہ ہی سے واقف ہے جیسے دلوں پر بات کرنا۔ مغیبات ماضیہ (یعنی گزرے ہوئے غیوب) کی خبر دینا، موجودہ غیب کی خبر اور آنے والے غیبی باتوں سے مطلع کرنا۔

(فتوحات مکیہ ج ۲ صفحہ ۴۸۶، انکشاف صفحہ ۱۶۲)

نوٹ: طوالت کے خوف سے عربی عبارت چھوڑ دی گئی۔ صرف ترجمے پر اکتفا کیا گیا۔ (قادری)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد بطور نتیجے کے تحریر فرماتے ہیں۔

اب قارئین بنظر انصاف بغیر کسی پاس داری کے غور کریں کہ کیا یہ چیزیں خلاف شرع ہیں؟ جواب میں نفی یا اثبات جو بھی پہلو اختیار کریں، علامہ ابن العربی، شیخ الاسلام صاحب فتوحات مکیہ کا ضرور خیال رکھیں، انکشاف صفحہ ۱۶۲

سبحان اللہ! اس کے علاوہ اور زلزلہ کا الزام ہی کیا ہے کہ جن باتوں کو آپ حضرات اپنے بزرگوں کے حق میں خلاف شرع نہیں سمجھتے وہی باتیں انبیاء اور اولیاء کے حق میں آپ کے یہاں شرک ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ نہایت فراخ دلی کے ساتھ یہ الزام آپ حضرات نے قبول فرما لیا۔

صاحب فتوحات مکیہ کا خیال رکھنے کی تلقین فرماتے ہوئے شاید آپ کو یاد نہیں رہا کہ وہ تقویۃ الایمان کے مصنف نہیں ہیں۔ رعایت ہی کی بھیک مانگنی ہے تو مولوی اسماعیل دہلوی کے لیے مانگئے جو اس عبارت کے نشانے پر ہیں۔ بلا وجہ صاحب فتوحات مکیہ کا نام کیوں لیتے ہیں، ان سے اس مسئلے میں ہمارا اختلاف ہی کب ہے۔

گھر کے بزرگوں کی حمایت میں مسلک کا خون جب چھپائے نہیں چھپ سکا تو

Marfat.com

تقویۃ الایمان کی عبارت یاد آئی - اب اس کا جو جواب مفتیانِ دیوبند نے دیا ہے وہ اس اعتبار سے بڑا ہی عبرت انگیز ہے کہ عقیدت کے نشے میں وہ ایمان کی حقیقتوں سے بھی انکار کر بیٹھے ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

اب رہی تقویۃ الایمان کی عبارت کی تشریح جسے مؤلف نے اکابر کے عمل و اعتقاد میں تضاد ثابت کرنے کے لیے اسند لال میں پیش کیا ہے تو اس کی بارہا وضاحت کر چکا ہوں کہ انبیاء و اولیاء سے جن چیزوں کی نفی تقویۃ الایمان یا اس جیسی دوسری کتابوں میں کی گئی ہے۔ اس کا مصداق کشف و کرامات سے قطعاً جداگانہ ہے۔ کیونکہ جن چیزوں کی نفی انبیاء و اولیاء سے تقویۃ الایمان میں کی گئی ہے وہ چیزیں یقینی و قطعی اور ذاتی و کلی ہیں جن کا تعلق سوائے اللہ کے کسی دوسرے کے ساتھ خاص کرنا اور اس کا اعتقاد رکھنا شرک کو مستلزم ہے (انکشاف ص ۱۶۲)

دیکھ رہے ہیں آپ نشے میں بہکنے کا عالم! یعنی تقویۃ الایمان میں انبیاء سے علم یقینی و قطعی کی نفی کی گئی ہے - اب مفتیانِ دیوبند ہی شرعی دیانت کے ساتھ جواب دیں کہ انبیاء کے علم کو یقینی و قطعی نہ ماننا بلکہ قطعی اور یقینی ہونے کی نفی کرنا ایمان کی حقیقتوں کا کھلا ہوا انکار ہے یا نہیں؟ اور اس انکار کے بعد کیا کسی کے لیے دائرہ اسلام میں رہنے کی کوئی گنجائش نکل سکتی ہے؟

اب رہ گیا علم ذاتی کے انکار کا سوال! تو اگر اس کا مطلب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان میں انبیاء کے لیے صرف علم ذاتی کے عقیدے کو شرک قرار دیا گیا ہے اور علم غیب عطائی کے عقیدے کو جائز کہا گیا ہے تو یہ بھی سو فیصدی جھوٹ اور غلط ہے۔ ثبوت کے لیے تقویۃ الایمان کی یہ عبارت پڑھئے۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دیے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک ثابت ہو گا۔ (تقویۃ الایمان ص ۱۰)

Marfat.com

اب جہاں تک مطلقاً ذاتی و کلی علم غیب کا سوال ہے تو وہ ہمارے نزدیک بھی غیر خدا کے لیے ثابت کرنا شرک ہے لیکن مفتیان دیوبند کی علمی بے مائیگی پر ترس آتا ہے کہ وہ اپنے مسلک کے سب سے بڑے دارالافتاء کے مسند نشین ہیں اور انہیں اتنی بھی خبر نہیں کہ شرک کیا ہے۔ انہوں نے اپنے جواب میں علم ذاتی و کلی کے متعلق لکھا ہے کہ سوائے خدا کے کسی دوسرے کے ساتھ اسے خاص کرنا شرک کو مستلزم ہے مفتیان دیوبند صاف صاف بتائیں کہ کیا یہی ان کے اکابر کا مسلک ہے؟ اور اس سوال کا بھی جواب دیں کہ اگر خدا کے سوا کسی دوسرے کے ساتھ خاص نہ کیا جائے بلکہ خدا اور غیر خدا دونوں کے لیے علم غیب ذاتی و کلی کا عقیدہ رکھا جائے تو ایسی صورت میں کیا یہ اسلامی عقیدہ بن جائے گا۔؟

صد حیف کہ دارالافتاء کی مسند پر بیٹھنے والے آج شریعت کی ابجد سے بھی واقف نہیں ہیں۔

آٹھویں دلیل:

تذکرۃ الرشید کے حوالے سے مولوی رشید احمد گنگوہی کے متعلق دلوں کے خطرات پر مطلع ہونے کے آٹھ واقعات نقل کیے گئے تھے۔ پہلے واقعہ میں ولی محمد نام کے ایک طالب علم کا جو گنگوہی صاحب کے یہاں پڑھتا تھا یہ تاثر نقل کیا گیا تھا کہ۔

> حضرت کے سامنے جاتے مجھے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے کیونکہ قلب کے وساوس (یعنی خطرات و وسوسے) اختیار میں نہیں ہیں اور حضرت ان پر مطلع ہو جاتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۲ ص۲۲۷)

اس واقعہ پر زلزلہ کا تبصرہ یہ تھا۔

> مقصود یہ ظاہر کرنا ہے کہ دلوں کے خطرات سے باخبر ہونے کی یہ کیفیت اتفاقی نہیں بلکہ دائمی تھی۔ یعنی حواس پنجگانہ کی طرح وہ ہر وقت اس قوت

Marfat.com

سے کام لینے پر قادر تھے، اپنے گھر کے بزرگوں کی غیب دانی کا تو یہ حال بیان کیا جاتا ہے۔ لیکن انبیاء و اولیاء کی جناب میں ان حضرات کے عقیدے کی عام زبان یہ ہے:۔

(جو کوئی کسی کے متعلق یہ سمجھے کہ) جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔ (تقویۃ الایمان ص۱۰)

اب اس بے انصافی کا شکوہ کس سے کیا جائے کہ ایک ہی عقیدہ جو انبیاء و اولیاء کے بارے میں شرک ہے، وہی گھر کے بزرگوں کے حق میں اسلام و ایمان بن گیا ہے۔ (زلزلہ ص۱۲۵)

اس الزام کا جواب دیتے ہوئے مفتیان دیوبند تحریر فرماتے ہیں:۔

اگر تھوڑی دیر کے لیے ہم یہ تسلیم کر لیں کہ تمام واقعات جو دوسرے باب میں بیان کیے گئے ہیں ۱۱ اس پر شاہد ہیں کہ حضرت مولانا گنگوہی بذریعہ کرامت دلوں کے خطرات پر یا مخفی امور کے مشاہدات پر مطلع ہو گئے تو پھر اس میں تعجب کی کیا بات ہے: (انکشاف ص۱۷۵)

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں:۔

اب امور غیبی کا مشاہدہ بھی علامہ غزالی کے قلم سے ملاحظہ فرمالیجئے تاکہ دلوں کے خطرات کے ساتھ امور غیبی کے مشاہدات کا شبہ بھی زائل ہو جائے اور قارئین کرام خوب سمجھ لیں کہ یہ چیزیں بندے کو بھی بذریعہ کشف و کرامت حاصل ہوتی ہیں (انکشاف ص۱۷۶)

Marfat.com

ذرا سنجیدگی کے ساتھ حالات کے اس رُخ کا جائزہ لیجئے کہ کبھی کبھی نشے کی حالت میں جھوٹ کا پردہ کس طرح فاش ہوجاتا ہے۔ مفتیانِ دیوبند نے اپنی اس کتاب میں بار بار اس جملے کو دُہرایا ہے کہ کشف کے ذریعہ جو چھپی ہوئی بات معلوم ہوتی ہے اسے علم غیب نہیں کہہ سکتے بلکہ بعض بعض جگہ تو انہوں نے اس مفہوم کو ادا کرنے کے لیے نہایت دل آزار پیرایہ بیان اختیار کیا ہے۔ مثال کے طور پر چند مقامات کی نشاندہی کرتا ہوں۔

مکاشفات کو علم غیب بتانے والے علم دفن سے کورے سخت جاہل اور مزاج شریعت سے ناآشنا ہیں۔ (انکشاف صد ۱۲۶)

اسی طرح کی اہانت آمیز عبارت ایک جگہ اور ملاحظہ فرمائیں:۔

رہا ارواح اولیا کو احیاناً عالم برزخ میں دُنیا کے احوال کا علم ہوجانا، تو ایسے علم کو علم غیب سے تعبیر کرنے والا سخت نادان اور جہالت میں مُبتلا ہے۔

انکشاف صد ۹۳

ایک طرف تو یہ لکھا جارہا ہے کہ کشف علم غیب نہیں ہے اور دوسری طرف امام غزالی کے حوالے سے اسی کشف کو امورِ غیبی کا مشاہدہ بھی کہا جارہا ہے۔

اب اہل علم ہی انصاف کریں کہ امورِ غیبی کا مشاہدہ علم غیب نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔ آخر مشاہدہ بھی تو علم غیب ہی کا ایک ذریعہ ہے بلکہ پہلا ذریعہ مشاہدہ ہی ہے اور اس سے بھی زیادہ واضح طور پر لفظوں کی چوری پکڑنا چاہتے ہوں تو تقویۃ الایمان کی یہ عبارت پڑھئے۔

"کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے یا فلاں کی شادی کب ہوگی یا فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں، یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ و رسول ہی جانے کیوں کہ غیب کی بات اللہ

Marfat.com

ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر؟ (تقویۃ الایمان ص۵۵)

انصاف کی نظر سے اس عبارت کو پھر پڑھیئے۔ کتنے واضح لفظوں میں اس امر کی صراحت موجود ہے کہ دلوں کے خطرات پر مطلع ہونا بھی علم غیب ہی ہے اور پھر اسی سانس میں مفتیان دیوبند کی یہ تحریر ایک بار اور پڑھیئے اور عقیدے کی تنقادت کا اندازہ لگایئے:۔

تاکہ دلوں کے خطرات کے ساتھ امور غیبی کے مشاہدات کا شبہ بھی زائل ہو جائے اور قارئین کرام خوب سمجھ لیں کہ یہ چیزیں بندے کو بھی بذریعہ کشف و کرامت حاصل ہو جاتی ہیں۔ (انکشاف ص۱۷۶)

ایک طرف بندے کو حاصل ہو جاتی ہیں اور دوسری طرف رسول کو کیا خبر؟ آج یہ معلوم ہوا کہ یہ حضرات رسول کو بندہ بھی نہیں مانتے!

ایک ذیلی بحث میں ہم بہت دور نکل آئے ورنہ بات چل رہی تھی آٹھویں دلیل کی۔ اب پھر اپنے ذہن کا رشتہ گزشتہ مباحث کے ساتھ جوڑ لیجئے:۔

امام غزالی کے حوالے سے غیبی مشاہدات پر مشتمل صحابہ کرام وغیرہم کے چند واقعات نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

صحابۂ کرام، تابعین عظام وغیرہم کے امور غیبی کے مشاہدات کے چند نمونے آپ کے سامنے ہیں اگر ایمان کا چراغ گل نہیں ہوا ہے تو آپ خود فیصلہ کیجئے اور مولانا ارشد القادری سے بھی استفسار کیجئے کہ کیا ان حضرات کے عمل و اعتقاد پر بھی تضاد کا حکم لگایا جائے گا اور یہ حضرات بھی بہ قول مولوی ارشد القادری صاحب قرآن و حدیث کے منکر ٹھہریں گے؟

(انکشاف ص۱۷۸)

سب سے پہلے تو میں اس صریح بہتان کا شکوہ کروں گا کہ معاذاللہ میں نے

Marfat.com

کب اور کہاں صحابۂ کرام اور تابعین عظام وغیرہ ہم کو قرآن وحدیث کا منکر ٹھہرایا ہے مفتیانِ دیوبند میں ذرا بھی اپنے منصب کی غیرت ہو تو وہ اسے ثابت کریں یا اس صریح دل آزاری کی معذرت طلب کرکے اخلاقی قدروں کا احترام بجالائیں۔

"اگر ایمان کا چراغ گل نہیں ہو گیا ہے"، یہ اور اس طرح کے بہت سارے میرے جملے مفتیانِ دیوبند نے "زلزلہ" سے مستعار لیے ہیں یہ میرے لیے باعثِ مسرّت ہے کہ انہوں نے اپنی زبان کو خوب صورت اور شائستہ بنانے کے لیے زلزلہ سے بہت کچھ استفادہ کیا ہے۔ البتہ افسوس اس بات کا ہے کہ کاش انہوں نے ایمان کی غیرت، عشق کی حرارت اور اسلام کی دیانت بھی زلزلہ سے مستعار لے لی ہوتی تو مجھے "زیر و زبر" لکھنے کی ضرورت ہی نہ پیش آتی۔

درمیان میں یہ ایک ضمنی بات نکل آئی ورنہ مجھے مفتیانِ دیوبند کے استفسار کا جواب دینا تھا۔

بنیادی طور پر "زلزلہ" کا موضوع بحث علمائے دیوبند کے اعتقاد و عمل کے درمیان تضاد ثابت کرنا ہے۔ تصویر کے دونوں رخوں میں اسی الزام کی وضاحت کی گئی ہے۔

اب دیوبندی مذہب کے وکیلوں کے لیے اس الزام سے چھٹکارا حاصل کرنے کے دو ہی راستے تھے یا تو بغیر کسی جھجک کے وہ اس حقیقت کا اعتراف کر لیتے کہ ہماری جن کتابوں میں عقیدہ و مسلک کا بیان ہے وہ سرتاسر غلط اور باطل ہیں یا پھر اس بات کا اقرار کرتے کہ جن کتابوں میں مسلک کے خلاف واقعات بیان کیے گئے ہیں وہ ناقابلِ اعتماد ہیں۔

جیسا کہ سنت پیرایۂ بیان میں مولانا عامر عثمانی نے بھی یہی مشورہ اپنے علماء کو دیا تھا

Marfat.com

موصوف کے الفاظ ذہن سے نکل گئے ہوں تو پھر انہیں تازہ کر لیجئے :-

ہمارے نزدیک جان چھڑانے کی ایک ہی راہ ہے یہ کہ یا تو تقویۃ الایمان اور فتاویٰ رشیدیہ، فتاویٰ امدادیہ اور بہشتی زیور اور حفظ الایمان جیسی کتابوں کو چوراہے پر رکھ کر آگ لگادی جائے اور صاف اعلان کر دیا جائے کہ ان کے مندرجات قرآن وسنت کے خلاف ہیں اور ہم دیوبندیوں کے صحیح عقائد ارواح ثلثہ اور سوانح قاسمی اور اشرف السوانح جیسی کتابوں سے معلوم کرنے چاہئیں یا پھر ان موخر الذکر کتابوں کے بارے میں اعلان فرمایا جائے کہ یہ تو محض قصے کہانیوں کی کتابیں ہیں جو رطب ویابس سے بھری ہوئی ہیں اور ہمارے صحیح عقائد وہی ہیں جو اوّل الذکر کتابوں میں مندرج ہیں: (تجلی ڈاک نمبر)

لیکن مفتیان دیوبند دونوں ہاتھ میں لڈو لینا چاہتے ہیں ایک طرف یہ بھی کہتے ہیں کہ تقویۃ الایمان وغیرہ میں جو مسلک بیان کیا گیا ہے وہ بھی صحیح ہے اور دوسری طرف یہ بھی اقرار کرتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں دیوبندی بزرگوں کے جو واقعات نقل کیے گئے ہیں وہ بھی قابلِ اعتماد اور دُرست ہیں۔

اور چونکہ واقعات سے گھر کے بزرگوں کے فضائل و کمالات آشکارا ہوتے ہیں اس لیے پوری کتاب میں واقعات کو حق بجانب اور اسلامی معتقدات سے ہم آہنگ ثابت کرنے کے لیے جگہ جگہ احادیث، آثار سلف، اقوال ائمہ اور واقعات صالحین کے حوالے دیے گئے ہیں۔ لیکن جذبۂ عقیدت کی بیخودی میں یہ نکتہ اُن کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا ہے کہ واقعات کی حمایت میں جو دلائل انھوں نے فراہم کیے ہیں وہ سرتاسر ہمارے حق میں جاتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ وہ حیرانی کے عالم میں بار بار ہم سے پوچھتے ہیں کہ کیا صحابۂ کرام کے عمل واعتقاد پر بھی تضاد کا حکم لگایا جائے گا۔ کیا سلف صالحین بھی شرک کے آزار میں مُبتلا

Marfat.com

تھے وغیرہ وغیرہ۔

اب قارئین کرام ہی بتائیں کہ ان احمقانہ سوالات کا میں کیا جواب دوں؟ ویسے دنیا میں احمقوں کی کمی نہیں ہے۔ لیکن یہاں سوالات کے پیچھے حماقت سے زیادہ گستاخانہ جسارت کارفرما ہے دراصل اس طرح کا سوال کر کے مفتیان دیوبند اپنے قارئین کو یہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ جس طرح ہمارے یہاں عقیدہ واقعہ کو جھٹلاتا ہے اور واقعہ عقیدے کی تکذیب کرتا ہے معاذاللہ اسی طرح کی دورنگی صحابہ وتابعین وغیرہ ہم کے یہاں بھی ہے مفتیانِ دیوبند اگر اس طرح کے ناپاک خیال میں مبتلا ہیں تو اس غلط فہمی کا ازالہ بہت آسانی سے ہو سکتا ہے۔

غیبی مشاہدات اور چھپی ہوئی باتوں کے علم وادراک پر مشتمل انہوں نے صحابہ وتابعین کے واقعات نقل کر کے اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ ان امور میں ان کا عمل کیا تھا۔ اب اگر مفتیان دیوبند اپنے گمان میں سچے ہیں تو اس عمل کے خلاف ان کا کوئی عقیدہ دکھلا دیں۔ زیادہ نہیں تقویۃ الایمان کی عبارت کے اس ٹکڑے ہی کی تائید میں صحابہ اور تابعین کا کوئی قول پیش کر سکتے ہوں تو دکھائیں۔

"کوئی شخص کسی سے کہے کہ فلاں کے دل میں کیا ہے یا فلاں کی شادی کب ہو گی یا فلاں درخت میں کتنے پتے ہیں یا آسمان میں کتنے تارے ہیں تو اس کے جواب میں یہ نہ کہے کہ اللہ ورسول ہی جانے کیوں کہ غیب کی بات اللہ ہی جانتا ہے، رسول کو کیا خبر۔" (تقویۃ الایمان ص۵۸)

صحابۂ کرام کے یہاں "رسول کو کیا خبر" کا عقیدہ تو وہ کیا دکھلا سکیں گے کہ وہاں ہر سوال کے جواب میں ایک ہی فقرہ زبان زد ملے گا جو احادیث کی کتابوں کے ہزاروں اوراق پر بکھرا ہوا ہے یعنی اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ اللہ اور اس کا رسول جانے۔

اب ذرا بھی دیوبندی علماء میں غیرت ہو گی تو مجھے امید ہے کہ آئندہ اس طرح

Marfat.com

کا استفسار وہ مجھ سے نہیں کریں گے۔

نویں دلیل: "تذکرۃ الرشید" کے حوالے سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی غیبی قوتِ ادراک کے متعلق زلزلہ میں یہ واقعہ نقل کیا گیا تھا جس کا پورا متن یہ ہے۔

"میر واجد علی قنوجی فرماتے ہیں کہ میرے مرشد حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نے مجھ سے بیان فرمایا کہ میں ایک مرتبہ گنگوہ گیا۔ خانقاہ میں ایک کورا بدھنا رکھا ہوا تھا۔ میں نے اس کو اٹھا کر کنویں میں سے پانی کھینچا اور اس میں بھر کر پیا تو پانی کڑوا تھا۔ ظہر کی نماز کے وقت حضرت سے ملا اور یہ قصہ بھی عرض کیا۔ آپ نے فرمایا کنویں کا پانی تو میٹھا ہے کڑوا نہیں ہے۔ میں نے وہ کورا بدھنا پیش کیا جس میں پانی بھرا ہوا تھا، حضرت نے بھی چکھا تو بدستور تلخ تھا۔
آپ نے فرمایا اچھا اس کو رکھ دو۔ یہ فرما کر ظہر کی نماز میں مشغول ہو گئے۔ سلام پھیرنے کے بعد حضرت نے نمازیوں سے فرمایا کہ کلمۂ طیب جس قدر جس سے پڑھا جائے پڑھو اور خود بھی حضرت نے پڑھنا شروع کیا۔ تھوڑی دیر کے بعد حضرت نے دعاء کے لیے ہاتھ اٹھائے اور نہایت خضوع خشوع کے ساتھ دعاء مانگ کر ہاتھ منہ پر پھیر لیے۔ اس کے بعد بدھنا اٹھا کر پانی پیا تو شیریں تھا۔ اس وقت مسجد میں جتنے نمازی تھے سب نے چکھا کسی قسم کی تلخی اور کڑواہٹ نہ تھی۔
تب حضرت نے فرمایا کہ اس بدھنے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا۔ الحمد للہ کلمہ کی برکت سے عذاب رفع ہو گیا۔"

تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۱۲

اس واقعہ پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

Marfat.com

عالم برزخ کے حالات غیب ہی سے تعلق رکھتے ہیں۔ اپنی غیب دانی کا یقین دلانے کے لیے اتنا ہی بتا دینا کیا کم تھا۔ لیکن آپ نے تو یہاں تک بتا دیا کہ اس بدھنے کی مٹی اس قبر کی ہے جس پر عذاب ہو رہا تھا اور ساتھ ہی یہ بھی معلوم کر لیا کہ اب عذاب رفع بھی ہو گیا۔

اسے کہتے ہیں مطلق العنان غیب دانی کہ جدھر نگاہ اٹھی مستور حقیقتوں کے چہرے خود بخود بے نقاب ہوتے چلے گئے۔ (زلزلہ ص۱۵۶ نیا ایڈیشن)

اس الزام کا جواب جو مفتیان دیوبند نے دیا ہے وہ چشم عبرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

در اصل حضرت گنگوہی کی قوت کشف کی بات ہے۔ ممکن ہے کہ حضرت کے سامنے کشفاً پانی کی گڑگڑاہٹ کی وجہ یہی ظاہر ہوئی ہو اور اس کے لیے یہ تدبیر فرمائی ہو۔" (انکشاف ص۲۰۲)

بتایئے یہ الزام کا جواب ہوا یا ایک نیا الزام اور اپنے سر پر لاد لیا گیا۔ اب تک تو یہی کہا جاتا رہا ہے کہ کشف اپنے اختیار کی چیز نہیں ہے۔ خدا جب چاہتا ہے کسی بندے کو کشف ہو جاتا ہے۔ اس میں اپنی قوت کو کوئی دخل نہیں جیسا کہ یہی مفتیان دیوبند اسی کتاب میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں۔

کشف و کرامات اہل سنت والجماعت کے یہاں ثابت و مسلم ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ چیزیں غیر اختیاری ہیں کسی بزرگ یا ولی کے اختیار میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ جس سے چاہیں ان واقعات کا صدور و ظہور فرمائیں۔

(انکشاف ص۱۲)

لیکن کشف کی قوت کسی کے اندر مان لینے کے بعد تو اس کے غیر اختیاری ہونے کا دعویٰ ہی قطعاً باطل ہو جاتا ہے جس طرح ہمارے اندر دیکھنے، سننے، بولنے اور چلنے

Marfat.com

کی قوت ہے۔ یہ قوتیں قطعاً ہمارے اختیار میں ہیں۔ اگر اختیار میں نہ ہوں تو ان قوتوں کے ناجائز استعمال پر سزا کا اعلان اور بہتر استعمال پر انعام کا وعدہ بے معنی ہو کر رہ جائیگا اب اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وفاداری کی حس ذرا بھی بیدار ہو تو ہر مسلمان یہ سوچنے پر مجبور ہو گا کہ اپنے بزرگوں کے لیے تو یہ لوگ اختیاری کشف کی قوت مانتے ہیں۔ لیکن یہی عقیدہ ہم نبی و ولی کے حق میں ظاہر کریں تو ان حضرات کے کے سینے سے شرک کا ناسور ابلنے لگتا ہے۔

دسویں دلیل: زلزلہ میں تذکرۃ الرشید کے حوالے سے ایک واقعہ نقل کیا گیا تھا کہ ضلع جالندھر میں منشی رحمت علی خاں نام کے کوئی صاحب کسی سرکاری اسکول میں ملازم تھے، انھیں حضرت پیران پیر سید عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز سے غایت درجہ عقیدت تھی۔ حافظ محمد صالح نام کے ایک دیوبندی مولوی کی صحبت میں کچھ دنوں رہنے کا انہیں موقع ملا جس سے بہت حد تک ان کے خیالات بدل گئے۔ اب اس کے بعد کا واقعہ مصنف کے الفاظ میں یہ ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

حافظ محمد صالح دام مجدہ کی شاگردی کے زمانہ میں اکثر مولانا گنگوہی قدس سرہٗ کے محامد و مناقب ان کے کان میں پڑتے مگر یہ متاثر نہ ہوتے اور یوں خیال کیے ہوئے تھے کہ جب تک حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لاکر خود ارشاد نہ فرما دیں گے کہ فلاں شخص سے بیعت ہو اس وقت تک بہ طور خود کسی سے بیعت نہ کروں گا۔ اسی حالت میں ایک مدت گزر گئی کہ یہ اپنے خیال پر جمے رہے۔

آخر ایک شب حضرت پیران پیر قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوئے حضرت شیخ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو حق تعالےٰ نے وہ علم دیا ہے کہ جب کوئی حاضر ہونے والا السلام علیکم

Marfat.com

کہتا ہے تو آپ اس کے ارادے سے واقف ہو جاتے ہیں اور جو ذکر و شغل اس کے مناسب ہوتا ہے وہ ہی تبلاتے ہیں۔ (تذکرہ ج ۱ ص ۳۱۲)

اس واقعہ پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"دیکھ لیا آپ نے! صرف اپنے شیخ کی غیب دانی کا سکہ چلانے کے لیے حضرت سیدالاولیاء سرکار غوث الوریٰ رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی زبانی ایک ایسے عقیدہ کی تشہیر کی جارہی ہے جو دیو بندی مذہب میں قطعاً شرک ہے اور طرفہ تماشا یہ ہے کہ بیان کا لب و لہجہ نزدیک بھی نہیں ہے کہ الزام اپنے سر سے ٹال سکیں۔

اب ایک طرف یہ واقعہ نظر میں رکھئے اور دوسری طرف تقویۃ الایمان کی یہ عبارت پڑھئے توحید پرستی کا سارا بھرم کھل جائے گا۔

(جو کوئی کسی کے متعلق یہ تصوّر کرے) کہ جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گزرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں، (تقویۃ الایمان ص۸)

دل پر ہاتھ رکھ کر سوچئے کہ گنگوہی صاحب کے غیبی قوت و ادراک ثابت کرنے کے لیے ان حضرات کو شرک کے کتنے مراحل سے گزرنا پڑا۔ (زلزلہ ص۱۵۹)

اب اس الزام کا جو جواب مفتیانِ دیو بند نے دیا ہے وہ ان حضرات کے علم و بصیرت کے اخلاص اور اندھی عقیدت کے آثار کا بہترین نمونہ ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔

قطع نظر اس سے کہ اس کا ثبوت ہے یا نہیں اس وقت اتنا عرض کرنا ہے کہ حضرت پیران پیر کے اس فرمانے سے یہ کہاں لازم آتا ہے کہ اس کا وجود خارجی بھی ہو۔ (انکشاف ص۲۰۲)

Marfat.com

سبحان اللہ! کتنا دندان شکن اور مدلل جواب ہے یہ! کتاب آپ حضرات لکھیں اور ثبوت ہم دیں۔ کتاب لکھنے والوں کی نظر میں اگر یہ بات غلط اور خلاف شرع تھی تو اسے کتاب کے اندر مثبت انداز میں جگہ ہی کیوں دی گئی اور وجود خارجی کی بات بھی خوب ہی کہی۔

عقلمندو! اتنی بات تو سطحی شعور کا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ الزام دعوے پر ہوا کرتا ہے وجود خارجی پر نہیں۔

بہرحال گھر کے بھیدیوں کی زبانی پہلی بار یہ راز فاش ہوا کہ دیوبندی مصنفین بغیر ثبوت اور وجود خارجی کے روایات و واقعات بیان کرنے کے عادی ہیں۔ جیسا کہ مقتیان دیوبند نے اپنی اسی کتاب میں نہایت صراحت کے ساتھ اپنے بزرگوں کی اس عادت کا اعتراف کیا ہے۔

> واقعات کشف و کرامت کی اشاعت سے مقصود تو صرف اتنا ہوتا ہے کہ بزرگوں کے آثار محفوظ ہو جائیں نہ اس لیے کہ یقینی طور پر وہ صحیح و درست ہیں۔ (انکشاف ص۱۴۲)

اب اس کے بعد اصل جواب ملاحظہ ہو۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

> اور اگر بقول مولوی ارشد القادری اس الزام کو تسلیم بھی کر لیں تو ایسی تعجب ہی کی کیا بات ہے۔ ایسے علم (علم لدنی) کا ثبوت تو قرآن و حدیث میں موجود ہے اور من جانب اللہ اولیاء اللہ کے لیے تو ایک انعام ہے لہذا اس کا انکار وہی شخص کر سکتا ہے جو اس نعمت عظمٰی سے محروم اور علم لدنی کی حقیقت سے بالکل ناآشنا ہو۔ (انکشاف ص۲۰۳)

اَللّٰہُ اَکْبَرُ! اپنے بزرگوں کی محبت میں کیسے کیسے اسرار و معارف کے جوہر کھل رہے ہیں۔ اب ذرا علمِ لُدنی کی حقیقت بھی ملاحظہ فرما لیجئے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

Marfat.com

علم لدنی وہ علم ہے جو بغیر خارجی اسباب و وسائط کے دل میں خود بخود پیدا ہو جائے
(انکشاف۔ ص ۲۰۲)

اب تصویر کا دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے کہ جو علم لدنی گھر کے بزرگوں میں خود بخود پیدا ہو جاتا ہے اور جو چھپی ہوئی باتوں کے انکشاف کے لیے کلید کے طور پر بوقت ضرورت استعمال ہوتا ہے، اسے بشرط عطائے خداوندی بھی رسول کی ذات میں یہ لوگ تسلیم نہیں جیسا کہ قاری طیب مہتمم دارالعلوم دیوبند تحریر فرماتے ہیں۔

یہ صورت نہ تھی کہ آپ کو نبوت کے مقام رفیع پر پہنچا کر یک دم اور اچانک ذات پاک نبوی کو منشاء علم بنا دیا گیا ہو اور ضرورتوں اور حوادث کے وقت خود بخود آپ کے اندر سے علم ابھر آتا ہو۔ (فاران کراچی کا توحید نمبر ص ۱۱۱)

اس سوال کے لیے اس سے زیادہ موزوں اور کوئی جگہ ہمیں نہیں مل سکتی کہ گھر کے بزرگوں کے لیے جس علم لدنی کا ثبوت قرآن و حدیث سے مفتیان دیوبند کو مل گیا وہ صاحب قرآن کے حق میں قاری طیب صاحب کو کیوں نہیں ملا۔ اس کے جواب میں سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اپنے اور بیگانے کا فرق دل ہی تک محدود نہیں رہتا بلکہ زندگی کی ہر کروٹ میں نمایاں نظر آتا ہے۔

یہاں تک تو ایک ضمنی بحث تھی اصل الزام تو یہ ہے کہ گنگوہی صاحب کے حق میں یہ عقیدہ کہ حق تعالے نے انہیں ایسا علم دیا ہے کہ جب کوئی حاضر ہونے والا انہیں سلام کرتا ہے تو وہ اس کے ارادے سے واقف ہو جاتے ہیں، اس بات کو مستلزم ہے کہ علم و ادراک کی یہ قوت قطعاً ان کے اختیار میں تھی کیونکہ دل کے مخفی ارادوں کا انکشاف اگر خدا کی مرضی پر موقوف ہوتا تو یہ ہرگز نہیں کہا جاتا کہ جب کوئی حاضر ہونے والا انہیں سلام کرتا ہے تو وہ اس کے ارادے سے واقف ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ خدا کی ذات اس امر کے التزام سے بالاتر ہے کہ جب انہیں کوئی سلام کرے وہ انہیں اس کے ارادہ پر

مطلع کر دیا کرے۔ اس لیے لامحالہ ماننا پڑے گا کہ علم وانکشاف کی یہ قوت انہیں دائمی طور پر دے دی گئی تھی اور وہ ہر وقت اس قوت سے کام لینے پر قادر تھے۔

اتنی وضاحت کے بعد اب قارئین کرام غور فرمائیں کہ ایک طرف تو مفتیان دیوبند علم وادراک کی اس دائمی اور اختیاری قوت کے بارے میں ارشاد فرما رہے ہیں کہ اگر اسے تسلیم بھی کر لیں تو تعجب ہی کی کیا بات ہے اور دوسری طرف اہلِ سنت کا مسلک یہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

کشف وکرامت اہل سنت والجماعت کے یہاں ثابت ومسلّم ہے ہاں اتنی بات ضرور ہے کہ یہ چیزیں غیر اختیاری ہیں۔ کسی بزرگ یا ولی کے اختیار میں نہیں ہیں۔ اللہ تعالےٰ جس سے چاہیں ان واقعات کا ظہور وصدور فرما دیں۔

(انکشاف صـ۱۲)

اب عقیدہ وعمل کے اس تضاد کو سوا اس کے اور کس طرح اٹھایا جا سکتا ہے کہ مسلک کا تعلق انبیاء اولیاء کی ذات سے ہے اور مسلک کے خلاف عمل گھر کے بزرگوں کے لیے ہے۔

اب اس طرح کے علم کے متعلق تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ بھی نظر میں رکھیں تو مفتیان دیوبند کی علمی خیانت پوری طرح آشکارا ہو جائے گی۔

جو کوئی یہ دعویٰ کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب میں چاہوں اس سے غیب کی بات معلوم کر لوں اور آئندہ باتوں کا معلوم کر لینا میرے قابو میں ہے، سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ وہ دعویٰ خدائی کا کرتا ہے۔ (تقویۃ الایمان صـ۲۱)

کوئی خود اپنے بارے میں ایسا دعویٰ کرے یا کوئی دوسرا اس کے بارے میں ایسا عقیدہ رکھے دونوں میں نتائج کے اعتبار سے کوئی فرق نہیں ہے۔

Marfat.com

دوسری بحث جوابات کے بیان میں

مفتیانِ دیوبند نے زلزلہ کے الزامات کے جو جوابات دیے ہیں اس کے چند نمونے صرف اس لیے پیش کر رہا ہوں تاکہ آپ ان کے فکر و بصیرت کے افلاس کا صحیح طور پر اندازہ لگا سکیں اور آسانی سے یہ نتیجہ نکال سکیں کہ جب مرکز کے مسند نشینوں کی علمی لیاقت کا یہ حال ہے تو شاخ پر بیٹھنے والوں کا کیا حال ہوگا۔

پہلا جواب: زلزلہ میں حکیم الامت نامی کتاب کے حوالے سے لکھا گیا تھا کہ اس کے مصنف مولوی عبدالماجد دریابادی نے جو تھانوی صاحب کے خلیفۂ خاص بھی ہیں۔ ان کی ایک مجلس کا حال لکھتے ہوئے اپنے جن تاثرات کا اظہار کیا ہے وہ دیوبندی مذہبِ فکر کی طرف سے حسنِ ظن رکھنے والوں کو چونکا دینے کے لیے کافی ہیں ان کے تاثرات کے جو الفاظ نقل کیے گئے تھے وہ یہ ہیں :-

بعض بزرگوں کے حالات حضرت نے اپنی زبان سے اس طرح ارشاد فرمائے کہ گویا "درحدیث دیگراں" بعینہٖ ہم لوگوں کے جذبات و خیالات کی ترجمانی ہو رہی ہے۔ دل نے کہا کہ دیکھو روشن ضمیر ہیں نہ، سارے ہمارے مخفیات ان پر آئینہ ہوتے جا رہے ہیں۔ صاحبِ کشف و کرامت ان سے بڑھ کر کون ہوگا (چند سطروں کے بعد) خیر اس وقت تو گہرا اثر اس غیب دانی اور کشف صدر کا لے کر اُٹھا۔ مجلس برخاست ہوئی۔

(حکیم الامت صد ۲۴)

Marfat.com

اس واقعہ پر زلزلہ کا تبصرہ یہ تھا۔

اخیر کا یہ جملہ پڑھئے۔ یہاں بات ایک دم کھل کر سامنے آگئی ہے۔ مجاز و استعارہ کے ابہام سے ہٹ کر بالکل صراحت کے ساتھ تھانوی صاحب کے حق میں غیب دانی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہی وہ لفظ ہے جس پر پچاس برس سے یہ حضرات جنگ کرتے آرہے ہیں کہ اس لفظ کا اطلاق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پر قطعاً کفر اور شرک ہے۔ (زلزلہ ص۱۷۵)

اب اس الزام کا جو جواب مفتیان دیوبند نے دیا ہے وہ چشم حیرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

مصنف زلزلہ کے لیاقتِ علمی کا اندازہ لگائیے کہ صرف لفظ غیب دانی سے مولانا قادری نے علم الغیب کا فتویٰ دے دیا ہے۔ (انکشاف ص۲۱۴)

اگر یہ لوگ نشے کی حالت میں نہیں ہیں تو زلزلہ کا پورا تبصرہ آپ کے سامنے ہے، تلاش کر کے بتایئے کہ کہیں بھی اس میں "علم الغیب" کا لفظ ہے اب اس کے بعد ایک نیا تماشا اور دیکھئے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس لفظ کے کہنے والے کون صاحب ہیں۔ مولانا عبدالماجد صاحب دریابادی جو اردو زبان کے مجددین کے سر فہرست، صاحب طرز انشا نگار ہیں۔ آپ اس غیب دانی کی وضاحت کے لیے خود ان کی طرف رجوع فرمالیں (انکشاف ص۲۱۴)

سبحان اللہ! بڑا معقول جواب ہے۔ زلزلہ کے الزامات سے نجات حاصل کرنے کا یہی راستہ اختیار کرنا تھا تو جواب میں ایک ضخیم کتاب لکھنے کی ضرورت ہی کیا تھا۔ ایک چھوٹے سے اشتہار میں اتنا لکھ دینا بہت کافی تھا کہ زلزلہ میں جن کتابوں کے حوالے دیے گئے ہیں ان کی عبارتوں کی وضاحت کے لیے ان کتابوں کے مصنفین کی طرف رجوع

Marfat.com

فرمائیں۔ اپنے مُردوں کا بوجھ اٹھانے کے لیے ہم زندوں میں سے اب کوئی تیار نہیں ہے۔

اور مفتیانِ دیوبند کی چالاکی ملاحظہ فرمائیے کہ عبدالماجد صاحب کی شان میں اردو کے مجدد اور صاحبِ طرزِ انشاء نگار کی بات تو لکھ گئے لیکن اسے کیوں چھوڑ دیا کہ وہ مولوی حسین احمد صاحب کے مُرید اور تھانوی صاحب کے محبوب خلیفہ بھی تھے۔

اس کے بعد تبصرہ کے اس حصّے کا کہ مجاز و استعارہ کے ابہام سے ہٹ کر بالکل صراحت کے ساتھ تھانوی صاحب کے حق میں غیب دانی کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ حالانکہ یہی وہ لفظ ہے جس پر پچاس برس سے یہ حضرات جنگ کرتے آرہے ہیں،، جواب دیتے ہوئے گُل افشانی فرماتے ہیں:۔

دیکھ رہے ہیں آپ! یہاں بھی آپ کو چکمہ دیا جا رہا ہے حالانکہ جس پر پچاس سال سے جنگ لڑی جا رہی ہے اس کا محاذ در اصل لفظ "عالم الغیب" ہے جو خاصۂ خداوندی ہے اور شریعت کی خاص اصطلاح ہے۔ سوا اللہ کے کسی دوسرے پر اس کا اطلاق درست نہیں۔ (انکشاف ص۲۱۵)

آنکھوں میں دھول جھونکنے کا محاورہ آپ نے سنا ہوگا اس کا صحیح نمونہ یہاں دیکھ لیجئے زلزلہ کے جس صفحے پر ہم نے غیب دانی کے لفظ کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس لفظ پر پچاس برس سے یہ لوگ جنگ کر رہے ہیں وہیں ہم نے حوالہ کے طور پر دیوبندی مذہب کے امام مولوی عبدالشکور کاکوری کی یہ عبارت بھی نقل کی ہے۔

"ہم یہ نہیں کہتے کہ حضور غیب جانتے تھے یا غیب داں تھے۔ بلکہ یہ کہتے ہیں کہ حضور کو غیب کی باتوں پر اطلاع دی گئی۔ فقہائے حنفیہ کفر کا اطلاق اسی غیب دانی پر کرتے ہیں نہ کہ اطلاع یابی پر۔ (فتح حقانی ص۲۵ زلزلہ ص۱۷۵)

اب مفتیانِ دیوبند ہی بتائیں کہ چکمہ کون دے رہا ہے ہم یا آپ؟ اگر آپ لوگوں نے اپنے قارئین کو چکمہ نہیں دیا ہے تو معقول وجہ بتائیے کہ تبصرہ کی عبارت کے ساتھ حوالے

Marfat.com

کی یہ عبارت بھی اپ حضرات نے کیوں نہیں نقل فرمائی۔

اب تو الزام کا موقف بالکل واضح ہو گیا کہ ہماری آپ کی جنگ صرف غیب دانی کے لفظ پر ہے علم الغیب کے لفظ پر نہیں ہے کیوں کہ ہم بھی اس لفظ کے اطلاق کو شریعت کی اصطلاح کے مطابق خدا کی ذات کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔

اگر آپ حضرات نے کھلی آنکھوں سے زلزلہ کا مطالعہ فرمایا ہے تو عامر صاحب کے تبصرے کے جواب میں ہماری یہ عبارت ضرور نظر سے گزری ہوگی۔

"جو لوگ انبیاء و اولیاء کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں وہ بھی لفظ عالم الغیب کے اطلاق کو خدا کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں۔ (زلزلہ ص ۳۵)

اب میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ مفتیان دیو بند سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اور امید کرتا ہوں کہ وہ پوری دیانت داری کے ساتھ جواب دینے کی کوشش کریں گے۔

غیب دانی کے لفظ کے بارے میں ہم نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اس لفظ پر پچاس برس سے آپ حضرات ہمارے ساتھ جنگ کر رہے ہیں اب آپ حضرات نے اس دعوے کو حکیمہ قرار دیتے ہوئے صراحت فرمائی ہے کہ جنگ کا محاذ دراصل لفظ عالم الغیب ہے، غیب دانی نہیں ہے۔ اگر آپ حضرات کی یہ تحریر سچائی پر مبنی ہے تو اپنے چہرے کا نقاب الٹ کر سامنے آئیے اور اپنے قارئین کو مطمئن کیجئے کہ تصویر کا یہ دوسرا رخ کیا ہے؟

زلزلہ کے مصنف پر اپنی اندرونی چوٹ کا غصہ اتارتے ہوئے آپ حضرات نے یہ عبارت لکھی ہے۔ یہ آپ کے جھوٹ کا پردہ فاش کر رہی ہے۔

اور یہی وجہ ہے کہ جب بھی کسی کشف و کرامت کا واقعہ ان کی نظر سے گزرتا ہے بس حسد و کینہ پروری کے جذبے میں آکر علم و استدلال سے ہٹ کر غیب دانی اور خدائی تصرف کا الزام لگاتے ہوئے ان حضرات کو بدنام کرنے کی ذلیل و جاہلانہ

Marfat.com

حرکتیں کرتے ہیں۔ (انکشاف ص۲۳۸)

غیب داں کے لفظ پر اگر کوئی جھگڑا نہیں ہے اور آپ حضرات بھی اس لفظ کا اطلاق غیر خدا پر جائز سمجھتے ہیں تو ہم نے آپ کے اکابر پر کون سا غلط الزام عائد کیا ہے جس سے ان کی بدنامی ہوتی ہے۔

ضرورت سے زیادہ چالاکی بھی آدمی کو کبھی لے ڈوبتی ہے اپنے ہی قلم سے اپنے جھوٹ کا پردہ فاش کر کے آپ حضرات نے اپنے متعلق ہمیں علامت نفاق کی تلاش کی زحمت سے بچا لیا۔ اس عنایت کا شکریہ؟ لیکن یہ فرض آپ حضرات کے ذمہ واجب الادا ہے گا کہ دونوں باتوں میں سے کون سی بات سچ ہے۔

دوسرا جواب: "مبشرات دار العلوم" نامی کتاب کے حوالے سے زلزلہ میں یہ عبارت نقل کی گئی تھی۔

بعض کامل الایمان بزرگوں کو جن کی عمر کا بیشتر حصہ تزکیہ نفس اور روحانی تربیت میں گزرتا ہے، باطنی اور روحانی حیثیت سے ان کو من جانب اللہ ایسا ملکہ راسخہ حاصل ہو جاتا ہے کہ خواب یا بیداری میں ان پر وہ امور خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔ (مبشرات ص۱۲، زلزلہ ص۱۱۴)

اس عبارت پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا تھا اسے بھی پڑھ لیجئے تاکہ مفتیان دیوبند کا جواب آپ واضح طور پر سمجھ سکیں۔

"لیکن غیرت اسلامی کو آواز دیجئے کہ کشف کا یہی ملکہ راسخہ جو دیوبند کے کامل الایمان بزرگوں کو تزکیہ نفس کی بدولت حاصل ہو جاتا ہے اور جس کے ذریعہ مخفی امور ان پر خود بخود منکشف ہو جایا کرتے ہیں، وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں یہ لوگ تسلیم نہیں کرتے۔ (زلزلہ ص۱۱۴)

اب الزام کا جو جواب مفتیان دیوبند نے دیا ہے اسے غیرت ایمانی کے جذبے

Marfat.com

میں سرشار ہو کر پڑھئے - فرماتے ہیں -

"اب تک آپ کے سامنے اتنی بات بھی واضح ہو چکی ہو گی کہ کشف وکرامت کے صدور و ظہور کا تعلق تزکیۂ نفس سے ہے خواہ ذریعہ حصول کچھ بھی ہو - ریاضات و مجاہدات کے بعد حاصل ہوتی ہو - جیسا کہ اولیاء اللہ کو یا بغیر کسی ریاضت کے حاصل ہو گئی ہو جیسا کہ انبیاء کرام علیہم الصلاۃ والسلام -

لیکن پھر اسی سوال کو مولانا ارشد القادری بار بار دہرا رہے ہیں کہ اولیاء اللہ کے لیے جب قوت کشف وکرامت مانی جا سکتی ہے تو سردار انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے اگر تسلیم کر لی جائے تو کیا قیامت لازم آتی ہے -

آہ! مسلمانوں ذرا سردار دوجہاں صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں جرأت بیجا کا ظاہر تو دیکھو کہ اگر مان لی جائے تو کیا قیامت لازم آتی ہے - جی ہاں قیامت ہی نہیں اور بھی کچھ کہیئے - کیوں کہ بغیر قرآن وحدیث کے ثبوت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارکہ سے کسی چیز کا انتساب وعدم انتساب کے درمیان کیا دوزخ وجنت کا سوال نہیں اٹھتا ہے (انکشاف ص ۱۶۴)

ذرا پھر اس مکروہ عبارت کو غور سے پڑھئے اور مفتیان دیوبند کے فہم وبصیرت کا اندازہ لگائیے -

اس عبارت میں جب ایک جگہ انبیاء کے لیے قوت کشف کا حصول مان لیا گیا جیسا کہ اس فقرہ سے ظاہر ہے " یا بغیر کسی ریاضت کے حاصل ہو گئی ہو جیسے انبیاء علیہم الصلاۃ والسلام "، تو پھر اسی حاصل شدہ قوت کے بارے میں یہ سوال کہاں تک قرین قیاس ہے کہ بغیر ثبوت کے کیسے مانیں -

عقل مندو! جب ایک جگہ مان لیا کہ ریاضت وتزکیہ کے بغیر وہ قوت انبیاء کرام کو حاصل ہو جاتی ہے تو پھر اس قوت کے ثبوت کے لیے کیا صرف نبی ہونا کافی نہیں ہے؟

Marfat.com

الگ سے ثبوت کی ضرورت کیا ہے۔؟

ہاں البتہ غیر نبی میں چل کر یہ قوت بغیر ریاضت و تزکیہ کے حاصل نہیں ہوتی اس لیے وہاں یہ قوت اس وقت تک تسلیم نہیں کی جا سکتی جب تک تزکیہ نہ ثابت ہو جائے۔

اب ذرا دیوبندی ذہن کا یہ عبرتناک تعصب دیکھئے کہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت کشف کے لیے دیوبند کے ان دانشوروں کو قرآن و حدیث کے سارے ذخائر میں ایک ثبوت بھی نہیں مل سکا۔ لیکن جذبۂ طلب کو داد دیجئے کہ اپنے گھر کے بزرگوں میں کشف کی قوت ثابت کرنے کے لیے وہ قرآن و حدیث دونوں جگہ سے ثبوت تلاش کر لائے۔ جیسا کہ ارشاد فرماتے ہیں۔

اب مخفی امور پر مطلع ہونے سے متعلق کسی قسم کا کوئی خفا باقی نہیں رہا۔ بلکہ قرآن و حدیث سے اس کی صحیح وضاحت بھی ہو گئی کہ یہ چیز از قبیل کشف والہام اور منجانب اللہ خاص بندوں پر نوازش ہے۔ (انکشاف صـ۱۶۷)

اب رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جذبۂ عناد کا ناسور بالکل برہنہ حالت میں دیکھنا چاہتے ہوں تو یہ عبارت پڑھئے:۔

یقیناً لاکھوں مکاشفات بغیر کسی ریاضات و مجاہدات کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام سے ممکن ہیں۔ مگر یہ چیزیں وجود پذیر بھی ہوئیں اس کا کیا ثبوت؟ اور بغیر ثبوت کے اس پر عقیدہ کی بنیاد کیسے رکھی جا سکتی ہے۔ انکشاف صـ۱۶۵

اس سے بڑھ کر کور چشمی کا ثبوت اور کیا ہو گا کہ پوری برادری کو احادیث وسیر کے لاکھوں اوراق میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے متعلق کشف اور غیبی مشاہدہ کا ایک واقعہ بھی نہیں مل سکا۔ لیکن اپنے گھر کے بزرگوں میں غیبی مشاہدات کی قوت ثابت کرنے کے لیے واقعات سے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے گئے۔ اب اسی سلسلہ میں ذرا عقل عیار کی کارگیری اور قلم کی لگاتار تضاد بیانی کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

Marfat.com

۶۶ ابھی آپ نے پڑھا کہ کشف کا ایک واقعہ بھی وجود پذیر نہیں ہوا۔ اب تصویر کا دوسرا رخ بڑھیے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

صحابۂ کرام تابعین عظام کے امور غیبی کے مشاہدات کے چند نمونے آپ کے سامنے ہیں۔ اگر ایمان کا چراغ گل نہیں ہوا ہے تو آپ خود فیصلہ کیجیے اور مولانا ارشد القادری سے بھی استفسار کیجیے کہ کیا ان حضرات کے اعتقاد و عمل پر بھی تضاد کا حکم لگایا جائے گا۔ (انکشاف صد ۱۷۸)

کہاں تو یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ کشف اور امور غیبی کے مشاہدے کا کوئی واقعہ وجود پذیر ہی نہیں ہوا اور اب غیبی مشاہدات کے یہ نمونے کہاں سے مل گئے لیکن دھوکہ نہ کھائیے گا کہ یہ اعتراف بھی خلوص پر مبنی نہیں ہے بلکہ اس کے پیچھے ایک بڑی شرمناک سازش ہے۔ دراصل یہ وہ تاثر دینا چاہتے ہیں کہ اعتقاد و عمل کے تضاد کے اکیلے ایک ہم ہی مجرم نہیں ہیں بلکہ اس الزام میں بڑے بڑے لوگ ملوث ہیں۔ جرم تقسیم کر کے ذہنی تسکین حاصل کرنا اگرچہ ہر مجرم کی فطرت ہے لیکن اتنی گستاخ فطرت کہ بزرگوں کا بھی امتیاز ملحوظ نہ رکھے خدا کی پناہ!

اب ایک ہی تصویر کا تیسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

علامہ قادری صاحب نے بار بار دہراتے ہوئے عوام کو ان کے دین و ایمان کا واسطہ دے کر للکارا ہے کہ یہی قوتیں (کشف و کرامت) آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بھی تسلیم کرنے پر دیوبندی حضرات ابو جہل کے برابر کفر سمجھتے ہیں۔

یقیناً یہ خالص بہتان اور سفید الزام ہے۔ کسی دیوبندی عالم کا ایسا تصور بھی نہیں ہو سکتا، کہنا تو درکنار (انکشاف صد ۲۴۳)

تضاد بیانی کا کمال ملاحظہ فرمائیے کہ ابھی اس تحریر کی روشنائی بھی نہیں خشک ہوئی ہو گی کہ اس کے فوراً بعد ہی قلم سے یہ فقرے صفحۂ قرطاس پہ ثبت ہوئے۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حضور میں ان قوتوں کا تسلیم کرنا کیا صریح توہین نہیں ہے۔ (انکشاف ص۲۴۳)

اب آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ جب وہ صریح توہین ہے تو پھر کفر کیوں نہیں ہے نہ جانے کس مدہوشی کے عالم میں آج یہ پہلی بار دل کا چھپا ہوا عقیدہ نوک قلم پر آگیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کفر نہیں ہے۔

اب اسی تصویر کا چوتھا رُخ ملاحظہ فرمایئے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

ہم تو لاکھوں مکاشفات آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے بغیر کسی تزکیہ کے تسلیم کرنے کو تیار ہیں۔ سوال تو یہاں ثبوت اور عدم ثبوت کا ہے۔ (انکشاف ص۱۶۵)

کشف کی قوتوں کا تسلیم کرنا اگر صریح توہین ہے تو پھر آپ اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار کیوں بیٹھے ہیں۔ غنیمت ہے کہ ثبوت نہیں ملا ورنہ اہانت رسول کا ایک خون ضرور ہوتا۔

اب عقل عیار کی کاریگری اور ملاحظہ فرمایئے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

ہم تو اپنے نبی کے لیے ایسے علم غیب کو اہانت سمجھتے ہیں جس میں نبی اور غیر نبی دونوں یکساں ہوں۔ (ص۲۶۲)

اب اسی کے ساتھ قاری طیب صاحب کا یہ فقرہ بھی جوڑ دیجیے تو دل کا چھپا ہوا نفاق بالکل برہنہ ہو جائے گا۔

رسول اور امت رسول اس حد تک مشترک ہیں کہ دونوں کو علم غیب نہیں ہے۔ (فاران کراچی کا توحید نمبر ص۱۱۲)

آپ کے یہاں علم میں اشتراک اہانت ہے اور آپ کے مہتمم صاحب کے یہاں جہل میں اشتراک ضروری ہے تو اب نبی کے لیے علم غیب ماننے کی کیا صورت..

Marfat.com

ہو گی؟ پھر علم میں نبی اور غیر نبی کا یکساں ہونا اگر اہانت ہے تو عدم علم میں یکساں ہونا کیوں نہیں اہانت ہوگا۔ پس اس بنیاد پر آپ کے مہتمم صاحب اہانت رسول کے مرتکب ہوئے یا نہیں۔ ہاں یا نہیں میں جواب دیجئے۔

اور چونکہ نبی اور غیر نبی دونوں کو علم غیب میں یکساں قرار دینا اہانت ہے اس لیے حفظ الایمان کے مصنف پر اہانت رسول کا جو مشہور الزام ہے وہ بلا وجہ نہیں ہے۔

اب عقل عیار کی ایک دوسری کاریگری اور ملاحظہ فرمائیے اپنے گھر کے بزرگوں کی طرف خدائی قوتوں کو منسوب کرنے کے لیے مفتیان دیوبند نے ایک عجیب و غریب حیلہ تلاش کیا ہے۔

نبی کے حق میں غیبی قوت ادراک کے عقیدے کو تو یہ کہہ کر انہوں نے مسترد کر دیا ہے کہ نبی کی طرف بغیر ثبوت کے کسی بات کے انتساب پر جہنم کی وعید آئی ہے۔

اب رہا اولیاء کے حق میں ان چیزوں کا تسلیم کرنا تو یہ کوئی شان نبوت نہیں ہے کہ ثبوت یا عدم کے درمیان دوزخ یا جنت کا سوال اٹھتا ہے یا کسی امور غیر شرعی کو منسوب کرنے پر جہنم کی وعید آئی ہو۔

(انکشاف صـ۱۶۷)

کیا سمجھے آپ؟ دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ ہم نے اپنے بزرگوں کی طرف جو خدائی قوتیں اور غیر شرعی باتیں منسوب کی ہیں تو چونکہ وہ لوگ نبی نہیں تھے۔ اس لیے اس میں کسی طرح کا کوئی شرعی مواخذہ نہیں ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ ان کے حق میں جتنا جھوٹ بولو سب روا ہے اور جتنا چاہو انہیں بڑھاؤ کسی طرح کا کوئی روک ٹوک نہیں ہے۔

اب میں مفتیان دیوبند ہی سے سوال کرنا چاہتا ہوں وہ مجھے فتوے کی زبان میں جواب دیں کہ کسی ولی یا کسی بھی مسلمان کی طرف غیر شرعی باتیں منسوب کرنا کیا ازروئے کتاب سنت جائز ہے؟

Marfat.com

سمجھ میں نہیں آتا کہ کس مدہوشی کے عالم میں انھوں نے یہ جواب لکھا ہے۔ اور شریعت کے موٹے موٹے اصولوں کا خون کرتے ہوتے انھوں نے ذرا بھی محسوس نہیں کیا ہے کہ اہلِ علم کی دُنیا انہیں کیا کہے گی۔!

تیسرا جواب: سوانح قاسمی کے حوالے سے زلزلہ میں یہ واقعہ نقل کیا گیا تھا کہ ایک دن مولوی قاسم صاحب نانوتوی اپنے جسد ظاہری کے ساتھ اپنی قبر سے نکل کر دیوبند کے مدرسہ میں چلے آئے اور اس وقت کے صدر مدرس کو چند ضروری ہدایات دے کر واپس لوٹ گئے۔

اس واقعہ کے ضمن میں اس سوال کا جواب دیتے ہوئے کہ وہ وفات کے بعد اپنے جسد ظاہری کے ساتھ قبر سے نکل کر مدرسہ میں کیسے آگئے۔ تھانوی صاحب نے ارشاد فرمایا۔!

> کہ یہ واقعہ روح کا تمثّل تھا اور اس کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جسد مثالی تھا مگر مشابہہ جسد عنصری کے دوسری صورت یہ ہے کہ روح نے خود عناصر میں تصرف کر کے جسد عنصری تیار کر لیا ہو۔ (ارواح ثلاثہ)

اس جواب پر زلزلہ کا الزام یہ تھا کہ روح کا خود عناصر یعنی آگ، پانی، ہوا، مٹی میں تصرف کر کے جسد عنصری یعنی جسم خاکی تیار کرنا چونکہ تخلیق کے ہم معنیٰ ہے۔ اس لیے تھانوی صاحب نے دوسرے لفظوں میں نانوتوی صاحب کی روح کو جسم انسانی کا خالق قرار دے دیا اور یہ کھلا ہوا شرک ہے۔

اس الزام کا جواب معتقدان دیوبند نے یہ دیا ہے کہ تھانوی صاحب کے آخری حاشیہ کا آخری حصہ میں نے چھوڑ دیا ہے اس لیے پوری عبارت کا مفہوم مسخ ہو گیا۔ حاشیہ کا آخری حصہ یہ ہے :۔

"مگر وقت گذر جانے پر اس مرکب کو تحلیل کر دیا جاتا ہے۔"

Marfat.com

اب مفتیانِ دیوبند ہی کے الفاظ میں پورا جواب پڑھئے۔ تحریر فرماتے ہیں :۔

آخری جملہ یعنی اس مرکب کو تحلیل کر دیا جاتا ہے، روح کے تصرف حقیقی کی نفی کے لیے کافی ہے جو حاشیہ کا لفظ "خود عناصر میں تصرف کرے" اسے مؤلف نے سمجھا ہے۔ اگر مولانا ارشد القادری اس جملے کو بھی دیانت داری کے ساتھ نقل کر دیتے تو یہ مکر و فریب کا قطعی سدباب ہو جاتا۔ (انکشاف ص۸۷)

اب قارئین کرام ہی انصاف سے فیصلہ کریں کہ اس جملہ سے الزام اٹھتا ہے یا ایک نیا الزام اور عائد ہو جاتا ہے۔ مرکب اگر تحلیل ہو گیا تو اس سے تصرف حقیقی کی نفی کیونکر ہو گئی۔ قادر مطلق کا بنایا ہوا جسم جب ٹوٹ کر بکھر سکتا ہے تو نانوتوی صاحب کے بنائے ہوئے جسم کو دوام کیونکر حاصل ہو جائے گا۔ کیا اس بنیاد پر مفتیان دیوبند خدا کے تصرف حقیقی کا بھی انکار کر دیں گے ؟

البتہ اس آخری جملے سے ایک نئی بات یہ معلوم ہوئی کہ نانوتوی صاحب اپنے جسم کے صرف خالق ہی نہیں بلکہ فنا کرنے والے بھی ہیں اور یہ عقیدہ عقل کے تقاضے کے بھی عین مطابق ہے کہ جو بناتا ہے، اسی کو بگاڑنے کا بھی حق ہے۔

مفتیانِ دیوبند کے اس جواب سے ایک نئی بات اور بھی معلوم ہوئی کہ تصرف کی دو قسمیں ہیں۔ ایک تصرف حقیقی اور دوسری صرف تصرف۔ اب یہ مفہوم انہی کو واضح کرنا ہے کہ اس تقسیم کی انہیں یہاں ضرورت کیوں پیش آئی۔ تھانوی صاحب نے تو صرف تصرف کا لفظ استعمال کیا تھا جواب دینے والوں نے تصرف حقیقی کا سوال کہاں سے کھڑا کر دیا۔

اور یہ بھی انہیں بتانا ہو گا کہ تصرف حقیقی کا عقیدہ وہ کس کے حق میں رکھتے ہیں اور صرف تصرف کی قوت وہ کس کے لیے تسلیم کرتے ہیں نیز اس بات کی بھی انہیں وضاحت کرنی ہو گی کہ تصرف کی یہ تقسیم کیا وہ اپنی پرانی کتابوں میں بھی دکھلا سکتے ہیں ؟

Marfat.com

اب اخیر میں اعتقاد و عمل کے تضاد کا ایک بالکل تازہ نمونہ اور ملاحظہ فرمائیں یہاں تو تھانوی صاحب نے بعد وفات نانوتوی صاحب کی روح کے لیے تصرف کی قوت کا کھل کر اعتراف کیا ہے لیکن انبیاء و اولیاء کے حق میں مفتیان دیوبند کا تازہ عقیدہ یہ ہے۔

ہمارا بلکہ تمام اہلسنت والجماعت کا مسلمہ عقیدہ بھی ہے کہ ان حضرات کو خدائی معاملات میں تصرف کا کوئی حق نہیں ہے۔ (انکشاف ص ۹۹)

کیا کوئی دیوبندی فاضل یہ دعویٰ کر سکتا ہے کہ انسان کا جسم خاکی تیار کرنا خدائی معاملہ نہیں ہے؟

چوتھا جواب: تذکرۃ الرشید کے مصنف مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے انگریزی حکومت کے ساتھ مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کے نیاز مندانہ جذبات کی تصویر کھینچتے ہوئے ایک جگہ لکھا ہے۔

(آپ) سمجھے ہوئے تھے کہ میں جب حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بیکا نہ ہوگا اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے اُسے اختیار ہے جو چاہے کرے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۸۰)

اس پر زلزلہ میں جو بے لاگ تبصرہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:-

کیا سمجھا آپ نے؟ کس الزام کو یہ جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ یہی کہ انگریزوں کے خلاف انہوں نے علم جہاد بلند کیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ گنگوہی صاحب کی یہ پُرخلوص صفائی کوئی مانے یا نہ مانے لیکن کم از کم ان کے معتقدین کو تو ضرور ماننا چاہیئے لیکن غضب خدا کا کہ اتنی شد و مد کے ساتھ صفائی کے باوجود ان کے ماننے والے یہ الزام ان پر آج تک دہرا رہے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔ دُنیا کی تاریخ میں اس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی کہ

Marfat.com

کسی فرقے کے افراد نے اپنے پیشوا کی اس طرح تکذیب کی ہو۔ (زلزلہ ص۱۰۱)

اخیر کا یہ حصّہ بھی محفوظ کرنے کے قابل ہے۔

خدا کے باغیوں کے لیے تو جذبۂ عقیدت کا یہ اعتراف ہے کہ "مالک بھی ہیں اور مختار بھی لیکن احمد مجتبٰی محبوب کبریا صلی اللہ علیہ وسلم کی جناب میں ان حضرات کے عقیدے کی زبان یہ ہے۔

"جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار (مالک نہیں"

(تقویۃ الایمان) (زلزلہ ص۱۰۳)

اس الزام کا جو جواب مفتیان دیوبند نے دیا ہے وہ اپنے نبی کی طرف سے دل کے چھپے ہوئے نفاق کا ایک کھلا ہوا اعتراف ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

تقویۃ ایمان میں تو مالک و مختار حقیقی کی نفی کی گئی ہے وہ اللہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اب رہا حضرت گنگوہی کا ارشاد کہ سرکار مالک ہے تو یہاں مالک سے مجازاً یا لغۃً مراد لیا جا سکتا ہے۔ مختار حقیقی کیسے مراد ہوا

(انکشاف ص۱۵۱)

نہ "مختار حقیقی" کا لفظ تقویۃ الایمان میں ہے اور نہ "مالک مجازی" کی ترکیب تذکرۃ الرشید میں ہے۔ دونوں جگہ صرف "مختار" اور صرف "مالک" کا لفظ ہے لیکن اخلاص اور نفاق کا یہ فرق محسوس کیجیے کہ سرکار برطانیہ کو مالک ثابت کرنے کے لیے مجازی کا سہارا لیا گیا اور نبی کے حق میں مالک و مختار کی نفی کرتے کے لیے حقیقی کی قید بڑھا دی گئی۔ قلم کی کاریگری دونوں جگہ ہے لیکن ایک جگہ حمایت میں ہے اور دوسری جگہ مخالفت میں۔

یہاں تو انگریزوں کو مالک ثابت کرنے کے لیے نہیں بھی تاویل کی گنجائش تھی تو نکال لی گئی لیکن ایک وفادار اُمتی نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لکھ دیا تھا کہ:۔

Marfat.com

"وہ تمام آدمیوں کے مالک ہیں، جو انہیں مالک نہ جانے، حلاوتِ سُنّت سے محروم ہے۔" (بہارِ شریعت حصہ اول)

تو صرف اتنی سی بات پر مفتیانِ دیوبند اتنے مشتعل ہو گئے کہ اپنے قلم کی شرافت بھی برقرار نہ رکھ سکے اور زہر میں بجھی ہوئی تحریر سے مصنف بہارِ شریعت کے جذبۂ عقیدت کو اس طرح مجروح کیا۔

ایسی جرأت بیجا کے ساتھ قرآن و حدیث کی مخالفت کرنے والے کیا اب بھی مسلمان اور وحدت پرست رہ سکتے ہیں۔ (انکشاف صـ ۱۱۷)

سرکار برطانیہ کو اپنا مالک و مختار قرار دے کر اگر آپ کے اکابر آپ حضرات کے نزدیک نزدیک مسلمان اور وحدت پرست ہیں تو جو لوگ نبی کو اپنا مالک کہہ رہے ہیں ان کا اسلام کیوں خطرے میں پڑ جائے گا۔ انگریزوں کو اپنا مالک و مختار سمجھنا کیا قرآن و حدیث کی مخالفت نہیں ہے؟

پانچواں جوابؔ: سوانح قاسمی میں مولانا قاسم صاحب نانوتوی کے متعلق حضرت شاہ امداد اللہ صاحب کی زبانی یہ فقرے نقل کیے گئے ہیں۔

"یہ نبوت کا آپ کے قلب پر فیضان ہوتا ہے اور یہ وہ ثقل (گرانی) ہے جو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) کو وحی کے وقت محسوس ہوتا تھا۔ تم سے حق تعالےٰ کو وہ کام لینا ہے، جو نبیوں سے لیا جاتا ہے۔" (سوانح قاسمی ج ۱ صـ ۲۵۹)

اس پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

نبوت کا فیضان، وحی کی گرانی اور کارِ انبیاء کی سپردگی ان سارے لوازمات کے بعد نہ بھی صریح لفظوں میں ادعائے نبوت کیا جائے جب بھی اصل مدعا اپنی جگہ پر ہے۔ (زلزلہ صـ ۱۴۰)

اس تبصرہ پر مفتیانِ دیوبند تلملا اُٹھے ہیں۔ جذبے کا اضطراب ملاحظہ فرماتے

Marfat.com

فیضان نبوت تو ہر اولیاء اللہ بلکہ ہر نبی کی اُمت پر ہوتا ہے ، ہاں یہ اور بات ہے کہ مولوی ارشد القادری اس نعمت عظمےٰ سے محروم ہیں۔ (انکشاف ص۱۶۸)

اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں :۔

جب فیضان نبوت کا ہونا ثابت ہو گیا تو پھر یہ سمجھئے کہ فیضانِ نبوت کوئی معمولی شئے نہیں ہے۔ اس کا برداشت کرنا بھی قوت ایمانی کی بات ہے۔ اور یہ ظاہر ہے کہ جب نبوت کا تعلق وحی سے ہے تو فیضان کا تعلق کہاں سے ہوگا۔؟

(انکشاف ص۱۶۸)

وحی سے ہوگا۔ اور صرف اتنا ہی نہیں بلکہ ہمت کر کے یہ بھی کہہ ڈالیئے کہ نبوت کا تعلق وحی سے ہے۔ اور وحی کا تعلق جبرئیل امین سے ہے تو فیضان کا تعلق کہاں سے ہوگا ؟

یہی بات تو زلزلہ میں کہی گئی ہے اور وہی بات آپ بھی دہرا رہے ہیں۔ پھر آپ ہی حضرات ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ بلاوجہ ہم پر غصہ اتارنے سے کیا فائدہ

اب آخر میں ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے شاید پسینہ آجائے گا کہ بقول آپ کے جب نبوت کا فیضان ہر اولیاء پر ہوتا ہے تو آپ کی پوری برادری میں نانوتوی صاحب کے علاوہ بھی کوئی ولی گزرا ہے یا نہیں ؟ اگر گزرا ہے تو اس کے متعلق بھی اس طرح کے فیضان نبوت کی کوئی روایت ہو تو صفحہ وسطر کے ساتھ اس کی نشاندہی فرمایئے اور بالفرض وفات یافتہ بزرگوں میں اس طرح کے فیضان کی کوئی مثال نہ مل سکے تو زندوں میں ہی ڈھونڈھئے۔ آج بھی آپ کے جو اکابر موجود ہیں انہی کے بارے میں اس طرح کی کوئی روایت ہو تو بیان کیجئے۔

زیادہ نہیں صرف قاری طیب صاحب ہی کے بارے میں بتایئے کہ سال میں کتنی بار ان پر وحی کی گرانی کا دورہ پڑتا ہے۔ انہیں اس نعمت عظمیٰ سے محروم نہیں ٹھہرانا

Marfat.com

ہے تو جواب کی زحمت ضرور فرمایئے گا۔

چھٹا جواب: تذکرۃ الرشید کے مصنف نے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے متعلق یہ روایت بیان کی ہے کہ بارہا آپ کی زبان سے یہ کہتے ہوئے سنا گیا کہ

سُن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں، مگر اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔ (تذکرۃ الرشید ص ۱۷ ج ۲)

اس پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

پاس داری کے جذبے سے الگ ہو کر صرف ایک لمحے کے لیے سوچیئے! وہ یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ رشید احمد کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہ حق ہے بلکہ ان کے جملے کا مفہوم یہ ہے کہ حق صرف رشید احمد ہی کی زبان سے نکلتا ہے دونوں کا فرق یوں محسوس کیجئے کہ پہلے جملے کو صرف خلاف واقعہ کہا جا سکتا ہے لیکن دوسرا جملہ خلاف واقع ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور کے تمام پیشوایانِ اسلام کی حق گوئی کو ایک کھلا ہوا چیلنج بھی ہے۔ یعنی مطلب یہ ہے کہ اس زمانے میں مولوی رشید احمد صاحب کے علاوہ کسی کی زبان بھی کلمہ حق سے آشنا نہیں ہوئی (زلزلہ ص ۱۳۷)

تبصرہ کا یہ آخری حصہ بھی توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے۔

اور آخر کا یہ جملہ کہ "اس زمانے میں ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر"۔ پہلے والے سے بھی زیادہ خطرناک اور گمراہ کن ہے۔ گویا حصول نجات کے لیے اب رسول عربی فداہ ابی و امی کا اتباع ناکافی ہے۔

اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ کسی کے اتباع پر نجات موقوف ہو۔ یہ شان

Marfat.com

۷۸ صرف رسول کی ہو سکتی ہے۔ نائب رسول ہونے کی حیثیت سے علمائے کرام کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباع رسول کی دعوت دیں اپنے اتباع کی دعوت دینا قطعاً ان کا منصب نہیں ہے۔ لیکن صاف عیاں ہے کہ گنگوہی صاحب اس منصب پر قناعت کرنا نہیں چاہتے۔ (زلزلہ ص۱۳۷)

ان الزامات کے جواب میں مفتیان دیوبند کا فکری کارنامہ ملاحظہ فرمایئے ارشاد فرماتے ہیں:۔

اور یہ ظاہر ہے کہ ایک متبع سنت اور کامل التقویٰ کی زبان ہر لحہ حق گو ہوتی ہے اور مقصد صرف یہ ہے کہ حق ہی نکلتا ہے باطل نہیں۔ (انکشاف ص۱۷۹)

نہ جانے کس غنتے میں مفتیان دیوبند یہ جواب لکھ گئے ہیں۔ انہیں جواب ہی دینا تھا تو سب سے پہلے اعتراض کا مفہوم سمجھ لینا چاہیئے تھا۔ اعتراض صرف یہی نہیں ہے بلکہ یہ بھی ہے کہ یہ دعویٰ کر کے انہوں نے اس دور کے سارے علمائے حق گو کی صریح توہین کی ہے۔ ان کے اس جواب کے بعد بھی اصل اعتراض اپنی جگہ پر ہے۔

اس کے بعد بوکھلاہٹ میں زلزلہ کے مصنف پر اپنا غصہ یوں اتارتے ہیں۔

اب آپ خود انصاف کیجئے کہ ایسے ناسمجھ کا کیا علاج۔! بس توڑ مروڑ کر جملے کو خلاف شرع بنانے کی کوشش ہی صاحب زلزلہ کا مقصد اصلی ہے۔

(انکشاف ص۱۸۰)

گنگوہی صاحب کی زبان سے نکلے ہوئے فقرے اور ان پر زلزلہ کا تبصرہ، دونوں ہی اصل حالت میں قارئین کرام کے سامنے ہیں۔ آپ ہی حضرات بے لاگ ہو کر فیصلہ کریں کہ ہم نے توڑ مروڑ کر جملے کو خلاف شرع بنایا ہے یا جملہ ہی خلاف شرع ہے۔

اچھا چلئے! ہم نے اگر توڑ مروڑ کر جملے کو خلاف شرع بنایا ہے تو آپ ہی لوگ

Marfat.com

نے اسے شرع کے مطابق بنا دیا ہوتا۔ لیکن یہ بھی تو نہیں ہوسکا۔ آپ لوگوں سے بغیر دلیل کے صرف دعویٰ کب تک آپ لوگوں کا بھرم باقی رکھے گا۔

"حق وہ ہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے" اس کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہوسکتا ہے کہ اس زمانے میں رشید احمد صاحب کے علاوہ کسی کی زبان بھی کلمۂ حق سے آشنا نہیں ہوئی۔ اس کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

> اب رہا دوسرا جملہ کہ ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر تو در اصل یہ استعارہ ہے۔ چوں کہ حضرت گنگوہی کی زندگی کا ایک ایک لمحہ قرآن و حدیث کی صحیح اتباع میں ڈوب چکا ہے اس لیے آپ کی اتباع در اصل قرآن و حدیث کی اتباع ہوگی۔ (انکشاف صہ ۱۸۰)

غور فرمائیے! یہ الزام کا جواب ہوا یا ایک نیا الزام اور بڑے میاں کے اوپر لاد دیا گیا۔ اس دلیل کا مفاد تو یہ ہے کہ جس کی زندگی بھی قرآن و حدیث کے اتباع میں ڈوب جائے وہ قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اپنا ہی اتباع کرانے لگے۔

پھر اسلام میں یہ دلیل اگر قابل قبول ہوتی تو چودہ سو برس کی لمبی مدت میں ایسی زندگیوں کی کمی نہیں تھی جو قرآن و حدیث کے اتباع میں ڈوبی ہوئی تھیں۔ پھر اس بنیاد پر جب ہر خلفِ قرآن و حدیث سے بے نیاز ہو کر اپنے سلف ہی کا اتباع کرتا تو قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرنے کی نوبت ہی کب آتی اور قرآن و حدیث کی اشاعت و تعلیم کا یہ سلسلہ ہی وجود میں کیوں آتا۔

اس لیے گنگوہی صاحب کے خلاف اصل الزام یہی ہے کہ انھوں نے اتباع رسول کی دعوت دینے کے بجائے اپنے اتباع کی دعوت کیوں دی اور "اس زمانے میں نجات موقوف ہے میرے اتباع پر"۔ یہ فقرہ بالکل اسی مفہوم میں ہے کہ جیسے پرانی شریعت منسوخ ہو جاتی اور منِ جانب اللہ کوئی نئی شریعت انسانوں پر نافذ ہو۔

Marfat.com

۷ **ساتواں جواب:** مفتیانِ دیوبند نے زلزلہ کا ایک الزام نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ۔۔!

حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ایک مُرید ایک روز خانقاہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ کچھ سکر پیدا ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ کو حالتِ خواب میں دیکھا کہ آپ مخاطب کرتے ہوتے فرما رہے ہیں۔

اس تخاطب اور فرمان کی منظر کشی صاحب تذکرۃ الرشید یوں کرتے ہیں۔ جسے مؤلف نے بھی جوتھی کہانی کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ کو دیکھا کہ سامنے تشریف لیے جا رہے چلتے چلتے ان کو مخاطب بنا کر اس طرح فرمایا کہ دیکھو جو چاہو حضرت مولانا رشید احمد صاحب سے چاہنا۔ (انکشاف ص۱۸۶)

اس واقعہ پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

"شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کا گھرانا ہندوستان میں عقیدۂ توحید کا سب سے بڑا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن سخت تعجب ہے کہ انہوں نے خُدا کو چھوڑ کر مولوی رشید احمد صاحب سے سب کچھ چاہنے کی ہدایت فرمائی۔

"شاہ صاحب کی طرف اتنا بڑا شرک منسوب کرتے ہوئے واقعہ کے راویوں کو کچھ تو شرم محسوس کرنی چاہیئے تھی۔

ایک طرف اپنے مولانا کو با اختیار اور صاحبِ تصرف ثابت کرنے کے لیے شاہ ولی اللہ صاحب کی زبانی یہ کہلوایا جاتا ہے اور دوسری طرف اپنی توحید پرستی کا ڈھونگ رچانے کے لیے عقیدہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے۔

ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنی حاجت کی چیزیں اپنے رب سے مانگے۔ یہاں تک کہ لون (نمک) بھی اسی سے مانگے

Marfat.com

اور جوتی کا تسمہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے،،

(تقویۃ الایمان، ص۳۴۱، زلزلہ ص۱۴۲)

اب اس الزام کا جو جواب مفتیانِ دیو بند نے دیا ہے ذرا اسے بھی پڑھ لیجئے۔ عالمانہ کردار کی شرافت سطر سطر سے ٹپک رہی ہے!

ارشاد فرماتے ہیں:۔

مین یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ زلزلہ کو پڑھتے ہوئے مجھے علامہ قادری کے بارے میں "نیم ملا خطرۂ ایمان" کی مثل بار بار یاد آتی ہے۔ فاضل مصنف نے عالم خواب و عالمِ بیداری کے الگ الگ احکام کو بھی مساوی بنا کر اپنے فریب کی تائید میں ایک اور دلیل تلاش کی ہے۔

حالانکہ شریعت نے خواب و بیداری کے تقریباً تمام تر احکامات میں نہایت واضح فرق کیا ہے۔ (انکشاف ص۱۸۷)

اس جواب کی بُنیاد جس جھوٹ پر ہے سب سے پہلے اس کا پردہ فاش کر دینا ضروری سمجھتا ہوں اس کے لیے قارئین کرام کو صرف اتنی زحمت دوں گا کہ تذکرۃ الرشید کی اصل عبارت جو زلزلہ میں نقل کی گئی ہے ذیل میں ایک بار مطالعہ فرمالیں۔ مُرید کے متعلق تذکرۃ الرشید کے مصنف لکھتے ہیں۔

ایک روز خانقاہ میں لیٹے ہوئے اپنے شغل میں مشغول تھے کہ کچھ سکر پیدا ہوا (یعنی بیخودی کی حالت طاری ہوئی) اور حضرت شاہ ولی اللہ کو دیکھا کہ سامنے تشریف لیے جا رہے ہیں۔ چلتے چلتے ان کو مخاطب بنا کر اس طرح امر فرمایا کہ دیکھو جو چاہو حضرت مولانا رشید احمد سے چاہنا۔

تذکرۃ الرشید ج۱ ص۳۰۹

اب مفتیانِ دیو بند کی نقل کردہ عبارت اور تذکرۃ الرشید کی اصل عبارت کو

Marfat.com

سامنے رکھ کر قلم کی چوری پکڑیئے۔

تذکرۃ الرشید کی عبارت میں ہے کہ "لیٹے ہوئے اپنے شغل میں مشغول تھے"
یار لوگوں نے اس فقرے کو اس لیے اڑا دیا تاکہ یہ ظاہر نہ ہو سکے کہ یہ واقعہ بیداری کا ہے
کیوں کہ کسی شغل میں مشغول ہونے کی حالت خواب کی نہیں ہوتی قطعاً بیداری کی ہوتی
ہے۔ اور دوسری کاریگری یہ کی کہ اپنی طرف سے یہ فقرہ بڑھا دیا کہ "شاہ ولی اللہ کو حالت
خواب میں دیکھا"، حالانکہ کتاب میں حالتِ خواب کا کوئی ذکر ہی نہیں ہے۔

اب قارئین کرام ہی انصاف فرمائیں کہ تذکرۃ الرشید کا یہ واقعہ اگر شریعت کے
مزاج کے عین مطابق تھا تو اس قدر کانٹ چھانٹ اور قطع و برید کی ضرورت کیوں
پیش آئی۔

بیداری کے واقعہ کو خواب کا واقعہ بنانے میں مصلحت کیا تھی اس کا اظہار خود
مفتیانِ دیوبند ہی نے اپنے قلم سے کر دیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

> یہ امر واقعہ ہے کہ جو خواب بظاہر خلافِ شرع اور کتاب و سُنّت سے متصادم
> معلوم ہو تو اس کی تعبیر اس کے خلاف ہوتی ہے اور اسے قطعی ظاہر پر محمول
> نہیں کیا جاتا۔ (انکشاف ص۱۴۸)

یعنی خواب کا واقعہ ہے کہ جو کچھ چاہنا حضرت مولانا رشید احمد سے چاہنا۔ اب
اس کی تعبیر یہ ہو گی کہ خبردار ان سے کچھ بھی مت چاہنا۔

بھلے آدمی! اگر یہی تعبیر نکالنی تھی تو خواب ہی کیوں دیکھا تھا۔ بڑی مُشکل سے
خواب بھی دیکھا تو اُلٹی تعبیر والا۔ آخر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب بھی کیا سوچتے ہوں
گے کہ کمبخت کتنے کٹھور نکلے کہ آسان اردو میں بھی میری بات نہیں سمجھ سکے۔

بہر حال مفتیانِ دیوبند کے اس تعبیر نامے سے اتنی بات ضرور معلوم ہو گئی کہ یہ
واقعہ خلافِ شرع اور کتاب و سنت سے متصادم ہے اور چونکہ یہ واقعہ بیداری کا ہے

Marfat.com

اس لیے شرعی مواخذہ سے اب کوئی بچ نہیں سکتا۔

۸ **مفتیان دیو بند کا ایک چیلنج:** اب اس کے بعد مفتیان دیو بند کا ایک مضحکہ خیز چیلنج ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

اب رہی تقویۃ الایمان کی وہ عبارت جسے مولانا ارشد القادری نے نقل کرکے اپنے تئیں حضرت گنگوہی کے عمل و اعتقاد میں تضاد ثابت کیا ہے۔

ذرا اسے بھی پڑھ لیجیے۔

" ہر کسی کو چاہیے کہ اپنی حاجت کی چیزیں اپنے رب سے مانگے"

یقیناً یہ ہمارا عقیدہ ہے۔ اہل سنت والجماعت کا عقیدہ ہے۔ مگر کیا مولوی قادری صاحب یہ ثبوت پیش کر سکتے ہیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے عالم خواب کی بشارت کو کسی دیو بندی عالم نے عالم بیداری میں اپنے گلے کا ہار بنا کر اس پر عمل کیا ہو۔ یا کسی وفات یافتہ پیر و بزرگ سے اپنی حاجت روائی کی ہو نہیں ہرگز نہیں۔ قیامت تک ایسا ثبوت نہیں پیش کر سکتے یہ میرا کھلا ہوا چیلنج ہے اگر ہمت ہو تو اس چیلنج کو قبول کر لو۔ (انکشاف) ص ۱۸۹

چیلنج کا جواب: صمیم قلب سے یہ چیلنج قبول کرتا ہوں مگر شرط یہ ہے کہ چیلنج کرکے پچھتایئے گا مت اور آنکھوں سے آنسو کے بجائے لہو کی بوند ٹپکے تو شکوہ بھی نہ کیجیے گا۔

جہاں تک عالم خواب میں شاہ صاحب کی بشارت کا تعلق ہے اگر بیداری کی حالت میں آپ حضرات نے اس پر عمل نہیں کیا ہے تو سمجھداری کا ثبوت دیا ہے۔ کیونکہ آپ اقرار کر چکے ہیں کہ آپ لوگوں کے یہاں خواب کی تعبیر الٹی ہوتی ہے۔

لہذا "جو کچھ چاہنا حضرت مولانا رشید احمد سے چاہنا" کی تعبیر حسب آپ کے یہاں یہ ہو گی کہ ان سے کچھ بھی مت چاہنا تو اب اس ممانعت کے بعد ان سے کچھ چاہنے

Marfat.com

کا سوال ہی کہاں پیدا ہوتا ہے۔ پھر بھی یہ آپ حضرات کا حوصلہ ہے کہ شاہ صاحب کے منع کرنے کے باوجود بھی آپ لوگ اپنی حرکت سے باز نہیں آتے ہیں۔

پہلا ثبوت: ایک طرف آپ حضرات عقیدہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنی حاجت کی چیزیں خدا ہی سے مانگے۔ اس عقیدے میں چونکہ مُردہ اور زندہ چھوٹی اور بڑی چیز کی کوئی تفریق نہیں ہے اس لیے اس عقیدے کا اقتضا اسی وقت پورا ہو سکتا ہے کہ نہ زندوں سے کچھ مانگا جائے نہ مردوں، نہ چھوٹی نہ بڑی نہ جسمانی نہ روحانی۔

لیکن دوسری طرف گنگوہی صاحب کی وفات کے بعد آپ کے اکابر نے ان کے مرثیے میں خدا کی حاجت روائی کے اس عقیدے کا جس بُری طرح مذاق اڑایا ہے وہ مذہبی تاریخ کا نہایت شرمناک المیہ ہے۔ مرثیہ کا وہ شعر آپ حضرات کے ذہن سے نکل گیا ہو تو اپنا حافظہ تازہ کر لیں۔ خدا کو مخاطب کرتے ہوئے آپ کے شیخ الہند فرماتے ہیں ؎

حوائج دین و دُنیا کے کہاں لیجائیں ہم یارب
گیا وہ قبلۂ حاجات روحانی و جسمانی!

آپ ہی حضرات منصفی سے کہیئے کہ کیا یہ شعر عقیدے کے اس منافقانہ کردار کو بے نقاب نہیں کرتا کہ نہ گنگوہی صاحب کی زندگی میں آپ لوگوں نے خدا کو حاجت روا سمجھا اور نہ اب حاجت روا سمجھ رہے ہیں۔ کیونکہ شاعر کے ذہن میں خدا کی حاجت روائی کا کوئی تصور ہوتا تو خدا سے وہ ہرگز یہ پوچھنے کی جسارت نہ کرتا کہ اب ہم اپنی حاجتیں کہاں لے جائیں۔

دوسرا ثبوت: آپ نے قیامت تک کی بات کی ہے اور ہم کئی سال پیشتر ماضی میں اس کا ثبوت دے چکے ہیں کہ آپ کے یہاں خدا کو چھوڑ کر گنگوہی

صاحب ہی کو اپنا حاجت روا بنایا جا رہا ہے۔

ثبوت کے لیے چشمِ خوں بار سے تذکرۃ الرشید کا یہ واقعہ پڑھیے جسے زلزلہ میں بھی بیان کیا گیا ہے۔

حاجی دوست محمد خاں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کے ایک نہایت مخلص خادم تھے۔ ایک بار ان کی اہلیہ کی طبیعت سخت خراب ہو گئی۔ ہزار علاج و معالجہ کے باوجود دن بدن علالت سنگین ہوتی چلی گئی یہاں تک کہ ایک دن بالکل نزع کی کیفیت طاری ہو گئی۔ حاجی صاحب نے سرہانے بیٹھ کر لیٰسین شریف پڑھنی شروع کی۔

اب اس کے بعد کا واقعہ تذکرۃ الرشید کے مصنف کی زبانی سُنیئے۔ فرماتے ہیں

چند لمحے گزرے تھے کہ دفعتہً مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور ایک لمبا سانس لے کر پھر آنکھ بند کر لی۔ سب نے سمجھ لیا کہ اب وقت آخر ہے۔

حاجی دوست محمد خاں اس حسرت ناک نظارہ کو نہ دیکھ سکے۔ بے اختیار وہاں سے اُٹھے اور مراقب ہو کر حضرت امام ربانی (گنگوہی صاحب) کی طرف متوجہ ہوتے کہ وقت آگیا ہو تو خاتمہ بالخیر ہو اور زندگی باقی ہو تو یہ تکلیف جو متواتر تین دن سے ہو رہی ہے رفع ہو جائے۔

مراقبہ کرنا تھا کہ مریضہ نے آنکھیں کھول دیں اور باتیں کرنی شروع کر دیں۔

(تذکرہ ج ۲ ص ۳۲۱)

انصاف سے کہیئے کہ واقعہ کا آخری حصہ پڑھ کر بالکل ایسا محسوس ہوتا ہے کہ نہیں کہ جیسے کوئی بندہ اپنے رب کے حضور گڑگڑا رہا ہو کہ اے عالم الغیب اور کارساز خداوند؟ زندگی اور موت کا علم بھی تجھی کو ہے اور خاتمہ بالخیر کرنے یا تکلیف رفع کرنے کی قدرت بھی تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ وقت آگیا ہو تو خاتمہ بالخیر ہو اور زندگی باقی ہو تو یہ تکلیف رفع ہو جائے۔

Marfat.com

اور غضب یہ ہے کہ واقعہ نگار نے یہاں اس عذر کی بھی گنجائش باقی نہیں رکھی ہے کہ یہ ایک خادم کا فعل تھا۔

مخدوم صاحب کو اس واقعہ کی کیا خبر؟ کہ ان پر کسی طرح کا الزام عائد کیا جائے آگے تحریر فرماتے ہیں کہ :۔

حاجی صاحب مرحوم فرماتے تھے کہ جس وقت مراقب ہوا حضرت کو اپنے سامنے پایا اور پھر تو یہ حال ہوا کہ جس طرف نگاہ کرتا حضرت کو بہ ہئیت اصلیہ موجود دیکھتا تھا۔ تین شبانہ روز یہی حالت رہی ۔ (تذکرہ ج۲ صہ۳۲۱)

حاجت روائی کے لیے اپنے خادم کے دل کا خاموش استغاثہ اگر حضرت نے سینکڑوں میل کے فاصلے سے سُن نہیں لیا تھا تو مراقبہ کرتے ہی وہ سامنے کیوں کر آگئے اس لیے یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شرک کا یہ سارا مرحلہ خادم و مخدوم دونوں نے مل کر طے کیا۔

تیسرا ثبوت :

اور پھر حاجت روائی کے لیے اپنے ایک فریادی کی پکار پر گنگوہی صاحب کی تشریف آوری کا یہ واقعہ کچھ پہلا نہیں ہے ۔ ایک بار وہ اور بھی استغاثہ والے مراقبے میں سامنے آئے تھے ۔جیسا کہ تذکرۃ الرشید کے مصنف نے حاجی دوست محمد خاں نامی ایک کوتوال کے لڑکے کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک دُنیادار پیر کے چنگل میں پھنس گیا اور اس کے ہاتھ پر مُرید ہونے کا ارادہ کرلیا۔ باپ نے ہزار منع کیا لیکن وہ اپنے اس ارادے سے باز نہیں آیا ۔ آخر ایک دن مُرید ہونے کی نیت سے چل کھڑا ہوا ۔ اب اس کے بعد کا واقعہ خود مصنّف کی زبانی سنیئے ۔ لکھا ہے کہ :۔

"آخر حاجی صاحب نے جب بیٹے کا اصرار دیکھا تو باقتضائے محبت دست بدعا ہوئے اور مراقب ہوکر حضرت (گنگوہی) کی جانب متوجہ ہوکر خلوت میں جا بیٹھے ۔ تذکرہ ج ۲ صہ ۲۱۵

اُدھر باپ اپنے پیر و مرشد گنگوہی صاحب کو حاضر و ناظر تصوّر کرکے مصروفِ مناجات

Marfat.com

تھا اور اِدھر بیٹے کا قصہ سنیئے۔ لکھتے ہیں کہ :۔

"(حاجی صاحب کے بیٹے) عبدالوہاب اپنے پیر کے پاس آئے اور مودب دوزانو بیٹھ گئے۔ بے اختیار پیر کی زبان سے نکلا اوّل باپ سے اجازت لے آؤ اس کے بغیر بعیت مفید نہیں۔ غرض ہاتھ بعیت کے لیے تھام کر چھوڑ دیے اور انکار فرما دیا۔ (تذکرہ ج ۲ ص۲۱۶)

اب اس کے بعد سوانح نگار کا یہ تہلکہ خیز بیان چشم عبرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔ لکھتے ہیں کہ :۔

حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ جس وقت میں امام ربانی (گنگوہی صاحب) کی طرف متوجہ ہوا تو دیکھا کہ حضرت غایۃ شفقت کے ساتھ عبدالوہاب کا ہاتھ پکڑ کر میرے ہاتھ میں پکڑاتے اور یوں فرماتے ہیں لو اب یہ اس کا مرید نہ ہوگا۔ یہ وہی وقت تھا کہ انہوں نے عبدالوہاب کا ہاتھ چھوڑا اور یہ کہہ کر بعیت سے انکار کر دیا کہ باپ سے اجازت لے آؤ۔ (تذکرہ ج ۲ ص۲۱۶)

ادھر حاجی صاحب نے مراقب ہو کر گنگوہی صاحب سے عقدہ کشائی کی درخواست کی اور ادھر دل کی خاموش زبان کا استغاثہ گنگوہی صاحب نے سن لیا اور صرف سن ہی لیا نہیں بلکہ پلک جھپکتے نظر کے سامنے بھی آگئے اور اپنی کارسازی کا کرشمہ بھی دکھا کر چلے گئے۔

یہ دونوں واقعات آپ کے سامنے ہیں۔ جماعتی عصبیت سے بالاتر ہو کر آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ گنگوہی صاحب کو حاجت روا بنانے کا اس سے زیادہ واضح ثبوت اور کیا ہو سکتا ہے۔

مراقب ہو کر فریاد کرنا صاف بتا رہا ہے کہ یہ واقعہ گنگوہی صاحب کی مجلس میں نہیں پیش آیا تھا کہ اسے دعا کی درخواست پر محمول کیا جائے بلکہ ایک غائب کو حاضر و ناظر تصور کر کے اس سے شعوری طور پر استغاثہ کیا گیا تھا۔ ایک غائب سے استغاثہ کا مطلب

Marfat.com

اگر اسے علیم وخبیر، کارساز ومتصرف اور حاجت روا سمجھنا نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

مراقبے میں گنگوہی صاحب کو حاضر وناظر سمجھ کر یہ مشرکانہ استغاثہ اگر تذکرۃ الرشید کے مصنفین ومؤیدین کے نزدیک باطل تھا تو اسے رد کیوں نہیں کر دیا گیا۔ اس لیے دیوبندی اکابر کی توثیق کے بعد ان واقعات کی ذمہ داری سے اب انکار کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے

اب وفات یافتہ بزرگ سے بھی حاجت روائی کا ایک واقعہ سن لیجئے۔

چوتھا ثبوت: روزنامہ الجمعیۃ دہلی کے خواجہ غریب نواز نمبر میں مولوی محمد یعقوب صاحب سابق صدر مدرس مدرسہ دیوبند کے متعلق قاری طیب صاحب کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔ قاری طیب صاحب نے اس کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ نہ صرف عالم ربانی بلکہ عارف باللہ اور صاحب کشف وکرامت اکابر میں سے تھے۔

لکھا ہے کہ سلوک کی منزل کی تکمیل کے ارادہ سے وہ اجمیر شریف حاضر ہوئے اور وہاں پہنچ کر انہوں نے روضہ خواجہ کے قریب ایک پہاڑی پر اپنی کُٹیا بنائی اور وہیں قیام پذیر ہو گئے اکثر مزار شریف پر حاضر ہو کر دیر دیر تک مراقب رہتے۔ ایک دن مراقبے میں حضرت خواجہ کی طرف سے ارشاد ہوا۔

"آپ کی تکمیل مدرسہ دیوبند میں حدیث پڑھانے ہی سے ہو گی آپ وہیں جائیں اور ساتھ ہی حضرت خواجہ کا مقولہ بھی منکشف ہوا کہ آپ کی عمر کے دس سال رہ گئے ہیں اس میں یہ تکمیل ہو جائے گی۔

(الجمعیۃ خواجہ غریب نواز نمبر ص ۶)

ہماری بحث کا مرکزی نقطہ خواجہ کا یہی ارشاد ہے جو مراقبہ میں ان پر منکشف ہوا۔ یہ ارشاد اس بات کی واضح طور پر نشان دہی کرتا ہے کہ یقیناً یہ کسی درخواست کے جواب میں ہے اور یہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے کہ کسی صاحب مزار سے ایسی ہی درخواست کا نام استغاثہ، استمداد یا طلب حاجت ہے۔ پھر سوال یہاں حاجت کی نوعیت کا

Marfat.com

نہیں ہے۔ حاجتیں روحانی بھی ہو سکتی ہیں اور جسمانی بھی دینی بھی ہو سکتی ہیں اور دنیوی بھی

اصل مدعا یہ ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس اور دیوبندی جماعت کے عظیم رہنما نے

ایک وفات یافتہ بزرگ سے اپنی حاجت روائی کے لیے قصد و ارادہ کے ساتھ سفر

کیا، مزار پر پہنچے، مراقب ہوئے اور صاحبِ مزار سے استغاثہ کیا۔ یہ استمداد لغیر اللہ

اور طلب حاجت نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

مفتیانِ دیوبند نے ہمیں جس دعوے کے ثبوت کے لیے چیلنج کیا تھا الحمد للہ

کہ ہم نے چار مضبوط حوالوں سے وہ دعویٰ ثابت کر دیا۔ انہوں نے قیامت تک کی

بات کہی تھی، میں نے قیامت سے پہلے ہی ثبوت فراہم کر دیے اب قیامت سے

پہلے ہی ان پر قیامت لوٹ پڑی ہو تو میرے اوپر کوئی الزام نہیں ہے کہ قیامت کو خود

انہوں نے ہی دعوت دی تھی۔

آٹھواں جواب: سوانح قاسمی کے حوالے سے زلزلہ میں نانوتوی صاحب کا ایک واقعہ نقل کیا گیا تھا کہ وہ وفات کے بعد اپنے جسم ظاہری کے

ساتھ ایک مناظرہ میں شریک ہوئے اور اپنی قوت خداداد سے دیوبندی مناظر کی مدد فرمائی۔

اس واقعہ کی حمایت میں وفات یافتہ بزرگوں سے مدد لینے کے سوال پر مولوی

مناظر احسن گیلانی نے تحریر فرمایا۔

وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلے میں علمائے دیوبند کا

خیال بھی وہی ہے جو عام اہلسنت والجماعت کا ہے۔

(سوانح قاسمی ج ۱ ص ۲۳۲)

آخر میں نتیجہ کے طور پر تحریر فرمایا:-

"پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔"

اس پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں۔

Marfat.com

اللہ اکبر! دیکھ رہے ہیں آپ! قصہ آرائی کو واقعہ بنانے کے لیے یہاں کتنی بے دردی کے ساتھ مولانا نے اپنے مذہب کا خون کیا ہے۔ جو عقیدہ نصف صدی سے پوری جماعت کے ایوان فکر کا سنگ بنیاد رہا ہے اُسے ڈھا دینے میں موصوف کو ذرا بھی تامل نہیں ہوا۔ (زلزلہ ص۷۸)

اب اس الزام کے جواب میں مفتیان دیوبند کے قلم کی کاریگری ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

حضرت مولانا گیلانی کا مقصد صرف اتنا ہے کہ ارواح اولیاء اگر من جانب اللہ مدد کریں۔ بندے کی فریاد و طلب کو اُس میں کوئی دخل نہ ہو تو اس فعل کے ہم منکر نہیں ہیں۔ (انکشاف ص۹۷)

"فلاں کام میں ہم آپ سے مدد لیں گے" فلاں معاملے میں ہمیں آپ سے مدد لینی ہے" یہ اُردو زبان کا ایک عام محاورہ ہے۔ ان فقروں سے ہر شخص مدد مانگنے ہی کا مفہوم سمجھتا ہے۔

اس لیے گیلانی صاحب کے اس جملے کا کہ "ہم بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے مُنکر نہیں ہیں"، یہ مطلب نکالنا کہ مدد لینے کے تو ہم مُنکر نہیں ہیں، مدد مانگنے کے البتہ مُنکر ہیں۔ نہ یہ زبان کے محاورے ہی کا مُدعا ہے اور خود گیلانی صاحب ہی کا۔ کیونکہ اسی فقرے کے بعد گیلانی صاحب نے اس امر کی بھی صراحت فرمائی ہے۔

پس بزرگوں کی ارواح سے ہم مدد لینے کے مُنکر نہیں ہیں۔ بلکہ اس امداد کے لیے بزرگوں، یا ان کی قبروں یا ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں۔ موحد اور مُشرک کے نقطۂ نظر میں یہی جوہری فرق ہے۔ (سوانح قاسمی)

غور فرمائیے! وفات یافتہ بزرگوں کی ارواح سے مدد مانگنا بھی اگر گیلانی صاحب کے نزدیک شرک ہوتا تو وہ صرف عبادت کو شرک نہ لکھتے۔ یہیں سے دونوں مسلک

Marfat.com

کا فرق واضح ہو جاتا ہے کہ عام دیوبندی مسلک میں مدد مانگنا شرک ہے اور گیلانی صاحب کے نزدیک مدد مانگنا نہیں بلکہ عبادت کرنا شرک ہے۔ اور یہی مسلک عام اہلسنت والجماعۃ کا ہے۔

اب آخر میں ذہنی پراگندگی کا ایک تماشا اور ملاحظہ فرمائیے۔

عام حالات میں تو یہ لوگ بزرگوں کے مزارات پر جاکر براہ راست مدد مانگنے اور اپنے ارادہ واختیار سے انہیں حاجت روا سمجھنے کو کھلا ہوا شرک قرار دیتے ہیں۔ لیکن اب نانوتوی صاحب کے صدقے میں یہ لوگ کئی زینے نیچے اُتر آئے ہیں اور اب شرک کے بجائے صرف مکروہ سمجھتے ہیں۔

مفتیانِ دیوبندی کے قلم سے مسلک کی یہ تبدیلی ملاحظہ فرمائیے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

> ارواح اولیاء کا من جانب اللہ مدد کے لیے آنا بغیر مکروہات کا ارتکاب کیے یعنی مزارات پر جاکر ان سے براہِ راست مانگنا ان کو غم والم کا ماحی جاننا۔ اپنے اختیار وارادہ سے تمام حاجتوں کا پورا کرنے والا سمجھنا وغیرہ وغیرہ۔
> (انکشاف ص۹۲)

اب مفتیانِ دیوبندی بتائیں کہ یہ اعتقاد وعمل کا کھلا ہوا تضاد ہے یا نہیں؟

نواں جواب: آگرہ کے کوئی منشی امیر احمد تھے تذکرۃ الرشید کے مصنف نے ان کا ایک خواب نقل کیا ہے کہ گنگوہ میں کوئی شیعہ رہتا تھا۔ جب وہ مر گیا تو منشی جی نے اسے خواب میں دیکھا اور اس سے دریافت کیا کہ مرنے کے بعد تم پر کیا گزری اور اب کس حال میں ہو۔

> اس نے جواب دیا کہ عذاب الیم میں گرفتار ہوں۔ حالت بیماری میں مولانا رشید احمد صاحب دیکھنے تشریف لائے تھے۔ جسم کے جتنے حصے پر مولوی صاحب کا ہاتھ لگا بس اتنا جسم تو عذاب سے بچا ہے باقی جسم پر بڑا عذاب ہے۔ تذکرہ ج۲ ص۲۴۲

Marfat.com

اس واقعہ پر زلزلہ کا تبصرہ یہ تھا۔

دیکھ رہے ہیں آپ دربار الٰہی میں ان حضرات کی وجاہت و مقبولیت کا عالم! عذاب آخرت سے چھٹکارا دلانے کے لیے زبان ہلانے کی بھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ صرف ہاتھ لگا دینا کافی ہو گیا اور شیعہ جیسا باغیٔ حق بھی ہاتھوں کی برکت سے محروم نہیں رہا۔

ایک یہ حضرات ہیں کہ عالم اسفل ہی نہیں عالم بالا میں بھی ان کی سطوت و شوکت کے ڈنکے بج رہے ہیں لیکن رسول خدا، محبوب کبریا کے متعلق ان حضرات کے عقیدے کی زبان یہ ہے کہ وہ خدا کے یہاں نہ کسی کو کوئی نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ کسی کو عذاب ہی سے بچا سکتے ہیں۔

زلزلہ ص ۱۴۴، تقویۃ الایمان مخلصاً ص ۴۵

اس الزام کے جواب میں پہلے تو مفتیان دیوبند نے خواب کے حجت ہونے سے انکار کیا۔ پھر بعد میں خیال آیا کہ واقعہ اگرچہ خواب کا ہے لیکن کتاب میں اس واقعہ کا اندراج تو بیداری میں ہوا ہے۔ لہٰذا یہ خواب اگر شرعاً قابل اعتراض تھا تو اسے کتاب میں درج ہی کیوں کیا گیا۔ اس لیے خواب دیکھنے والے کو اگر معاف بھی کر دیا جاتے جب بھی گنگوہی صاحب کی مقبولیت و فضیلت ثابت کرنے کے لیے اس خواب کو مشتہر کرنے والے کیوں کر مواخذۂ شرعی سے بچ سکیں گے۔

یہ سوچ کر اب خواب کی حمایت میں تحریر فرماتے ہیں۔

اگر واقعہ کی صحت تسلیم بھی کر لی جائے تو میں کہتا ہوں کہ اس میں تعجب کی بات ہی کیا ہے۔ یقیناً اولیاء اللہ کی ریاضات و مجاہدات، نفس کی برکت اور اُن کی پوری زندگی سنّت نبوی کے مطابق اور ان کا ہر قول و عمل عنداللہ محبوب و مقبول ہونے کا اثر یہ ہوتا ہے کہ وہ خود خیر و برکت کا مجسّمہ اور مخلوق کے لیے ان

Marfat.com

کی ذات باعثِ رحمت ہی ہوتی ہے۔ (انکشاف ص۱۹۱)

اب اشک بار آنکھوں کے ساتھ دل کی کدورت کا یہ شرمناک رُخ بھی دیکھئے کہ جس نبی کی سنت کے مطابق زندگی بسر کرکے وہ دربارِ الٰہی میں وجاہت و مقبولیت کا یہ اعزاز حاصل کرتے ہیں ان حضرات کے نزدیک بارگاہِ خداوندی میں خود اس نبی کی حیثیت کیا ہے؟۔ تحریر فرماتے ہیں۔

تقویت الایمان کی یہ عبارت کہ "انہوں نے اپنی بیٹی تک کو کھول کر سنا دیا کہ قرابت کا حق ادا کرنا اسی چیز میں ہو سکتا ہے کہ اپنے اختیار کی ہو اور اللہ کے ہاں کا معاملہ میرے اختیار سے باہر ہے، وہاں میں کسی کی حمایت نہیں کر سکتا"، کسی کی اختراعی نہیں بلکہ بعینہٖ حدیث کا لُبِّ لُباب اور اس کا خلاصہ ہے۔ (انکشاف ص۲۲۹)

زلزلہ میں حقائق واقعات کے ذریعہ اس بات کا واضح ثبوت فراہم کر دیا گیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان حضرات کے قلوب اتنے سیاہ ہو چکے ہیں کہ اب صفائی کی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔ زلزلہ کا مطالعہ کرنے کے بعد اگر آپ ان کی طرف سے کسی حسنِ ظن میں مُبتلا تھے تو آج کی یہ تازہ خبر پڑھ کر پھر ایک بار اپنے ضمیر کا جائزہ لیجئے۔ خُدا کے یہاں نبی کی ذات کو بے اثر، بے اختیار، اور بے نفع ثابت کرنے کے لیے جس حدیث کا حوالہ دیا جا رہا ہے۔ انصاف کیجئے کہ کیا اسی حدیث سے گھر کے بزرگوں کا بھی بے اثر، بے نفع اور بے رحمت و برکت ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ افسوس! قبیلے کا رشتہ تو اتنا محترم! لیکن کلمہ پڑھانے کا کوئی احسان نہیں ہے۔

اب وہ حدیث ملاحظہ فرمایئے جسے اپنے دعوے کے ثبوت میں مفتیانِ دیوبند نے پیش کیا ہے۔ حدیث کا یہ اردو ترجمہ میرا نہیں بلکہ خود انہی کا کیا ہوا ہے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالےٰ عنہ، کی روایت سے حضور پاک صاحب لولاک

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشادِ گرامی نقل کرتے ہیں:۔

عبدالمطلب کے بیٹو! خود کو آتش جہنم سے بچاؤ۔ فاطمہ میری جگر گوشہ! خود کو جہنم کی لپٹ سے بچاؤ۔ اس لیے کہ احکام الٰہی میں میری کوئی دسترس نہیں ہے سوائے خون کے رشتے کے کہ اس کی نمی سے میں تمہیں ممکن حد تک تر رکھوں گا۔ (مشکوٰۃ المصابیح ص۴۶۰، انکشاف ص۲۴۹)

غور فرمایئے! حدیث کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ موقع انذار کا ہے یعنی پیغمبر اپنے اہل و عیال اور خاندان کے افراد کو آخرت کے احوال سے باخبر کر رہے ہیں تعمیل احکام الٰہی کی ترغیب دے رہے ہیں اور خُدا کے عذاب سے ڈرانا چاہتے ہیں۔

خدا نے آپ کو عقل و فہم کی کچھ بھی بصیرت عطا کی ہو تو آپ خود فیصلہ کریں کہ ایسے موقعہ پر نبی کا انداز بیان کیا ہونا چاہیئے تھا۔ کیا اپنے خاندان والوں سے نبی کو یہ کہنا چاہیئے تھا کہ تم خُدا کے احکام کی جتنی چاہو خلاف ورزی کرو میں تمہیں آخرت کے عذاب سے بچا لوں گا۔

کیا معاذ اللہ! آپ اپنے نبی سے یہ توقع رکھتے ہیں کہ وہ دربار خُداوندی میں اپنی وجاہت و مقبولیت کی بنیاد پر اپنے خاندان والوں کو نافرمانی اور بغاوت کی ترغیب دیتا۔

لیکن اس کے باوجود آپ دیکھ رہے ہیں کہ اسی حدیث میں خون کے رشتے کے متعلق یہ واضح اشارہ موجود ہے کہ میں اس کا تقاضا ممکن حد تک پورا کروں گا۔ اب آپ ہی سوچیئے کہ خُدا کے یہاں نبی کا تقرب سمجھنے کے لیے نکتہ شناس دانش ور دل کو اس سے زیادہ واضح اشارہ اور کیا چاہیئے۔؟

اتنی تفصیل کے بعد اب تقویۃ الایمان کی عبارت کا بھی جائزہ لیجئے جس کی حمایت میں مفتیانِ دیو بند نے یہ حدیث پیش کی ہے۔

آپ بھی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ تقویۃ الایمان کی عبارت کا مُفاد یہ ہے

Marfat.com

کہ خدا کے یہاں رسول پاک اپنی قرابت کا کچھ بھی حق ادا نہیں کر سکتے جب کہ حدیث واضح طور پر اس کی تردید کر رہی ہے اور کھلے بندوں یہ ثابت کر رہی ہے کہ قرابت اور خون کا رشتہ ضائع نہیں ہوگا۔ رسول پاک ممکن حد تک اس کا حق ادا کریں گے۔

اس بحث کو ختم کرتے ہوئے اب اس بات کا فیصلہ آپ ہی کے ضمیر پر چھوڑتا ہوں کہ دیوبندی حضرات کا یہ کردار نبی کی طرف سے دل کی کدورت کا واضح ثبوت ہے یا نہیں؟

دسواں جواب: زلزلہ میں سید احمد بریلوی کے مقصد جہاد سے متعلق "نقش حیات" کی یہ عبارت نقل کی گئی تھی۔

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا۔ جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے۔ اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف انہیں بتا دیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے جو حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔

(نقش حیات ج ۲ ص ۱۳، زلزلہ ص ۱۸۴)

زلزلہ میں اس عبارت پر جو تبصرہ کیا گیا تھا، وہ یہ ہے۔

آپ ہی انصاف سے بتائیے! کہ مذکورہ حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جا سکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضاکاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنے کے لیے اٹھا تھا۔ (زلزلہ ص ۱۸۵)

اس الزام کے جواب میں مفتیانِ دیوبند نے راجہ ہندو راؤ کے نام سید صاحب

کا ایک خط نقل کیا ہے اور اپنے قارئین کو یہ تاثر دیا ہے کہ اس خط سے آپ کے اصل عزائم اور ملکی حکومت کے متعلق آپ کے بنیادی نقطۂ نظر پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔

خط کا یہ حصّہ غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔

جس وقت ہندوستان ان غیر ملکی دشمنوں (یعنی انگریزوں سے خالی ہو جائے گا اور ہماری کوششوں کا تیر مُراد کے نشانوں تک پہنچ جائے گا، حکومت کے عہدے اور منصب ان لوگوں کو جن کو اس کی طلب ہو گی دے دیا جائے گا اور ان ملکی حکام اور والیانِ ریاست کی شوکت وقوت کی بنیاد مستحکم ہو گی۔ انکشاف ص۲۲۴

قارئین کرام سے میں درخواست کروں گا کہ وہ نقش حیات کی عبارت اور اس خط کے مضمون کا تقابلی مطالعہ فرمائیں اور فیصلہ کریں کہ مقصد جہاد اور نظامِ حکومت کی پالیسی کے سوال پر دونوں میں کیا فرق ہے؟

وہاں بھی جہاد کا اصل مقصد انگریزی اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا اور یہاں بھی ہندوستان سے غیر ملکی دشمنوں کا انخلاء ہی مراد کا نشانہ ہے۔ وہاں بھی لادینی حکومت کا قیام ہی مقصد جہاد ٹھہرایا گیا ہے اور یہاں بھی ملکی حکام اور والیانِ ریاست کی شوکت وقوت ہی اپنی جدوجہد کی آخری منزل قرار دی گئی ہے۔

اگر فقہی اصطلاح کے مطابق یہ اسلامی جہاد تھا تو بتایا جائے کہ پورے افسانے میں شرعی نظامِ حکومت کے قیام کا تذکرہ کہاں ہے جو "جہاد" اور "غارت گری" کے درمیان خط فاصل کھینچتا ہے۔؟

ٹھیک ہی کہا ہے مولانا عامر عثمانی نے کہ مادی پریشانیوں کو رفع کرنے کے لیے غیر ملکی حکومت کے خاتمے کی کوشش کرنا ذرا بھی مقدس نصب العین نہیں ہے۔

اسلامی تاریخ کے کسی بھی قابلِ اعتماد دور میں "ملی جلی سرکار" کا قیام مقصد جہاد قرار پایا ہو تو مفتیانِ دیوبند اس کی نشاندہی فرمائیں۔

Marfat.com

۹ غلط جذبۂ عقیدت کی تحریک پر تراشے ہوئے پتھروں کو بھی خدا کہہ دینا آسان ہے
لیکن حقائق کی روشنی میں جنگِ آزادی کو اسلامی جہاد ثابت کرنا بہت مشکل ہے۔

"تاریخ کا یہ سب سے بڑا فریب ہے کہ اسلامی جہاد اور اعلاء کلمۃ الحق کے نام پر مرنے والوں کی بھیڑ جمع کی جائے اور جب شہیدوں کے خون سے مقتل کی زمین سُرخ ہو جائے تو ملک کا اقتدار ائمۂ کفر کے ہاتھوں میں منتقل کر دیا جائے۔

بہر حال کچھ بھی ہو دیو بندی مؤرخین کی اس ذہانت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے نہایت خوبصورتی کے ساتھ ایک "افسانے" کو واقعہ بنا دیا۔

Marfat.com

تیسری بحث عقیدہ تصرف کے بیان میں

زلزلہ میں تصرف کے متعلق انبیاء و اولیاء کے بارے میں اہلسنت کا عقیدہ ان لفظوں میں ظاہر کیا گیا تھا۔

یوں ہی خدائے قدیر نے انہیں کاروبار ہستی میں تصرف کا بھی اختیار مرحمت فرمایا ہے، جس کے ذریعہ وہ مصیبت زدوں کی دستگیری اور مخلوق کی حاجت روائی فرماتے ہیں۔

اس سلسلے میں علمائے دیوبند کا کہنا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے حق میں اس طرح کا عقیدہ رکھنا شرک اور کفر ہے۔ خدا نے انہیں علم غیب عطا کیا ہے اور نہ تصرف کا کوئی اختیار بخشا ہے۔ وہ معاذ اللہ بالکل ہماری طرح مجبور، بے خبر اور نادان بندے ہیں۔ خدا کی چھوٹی یا بڑی کسی بھی مخلوق میں جو اس طرح کی کوئی قوت تسلیم کرتا ہے وہ خدا کی صفات میں اسے شریک ٹھہراتا ہے۔ (از زلزلہ صد۵)

علمائے دیوبند کے اس مسلک کے ثبوت میں تقویۃ الایمان کی مندرجۂ ذیل عبارتیں پیش کی گئی تھیں۔

مرادیں پوری کرنی، حاجتیں برلانی، بلائیں ٹالنی، مشکل میں دستگیری کرنی۔ بُرے وقت میں پہنچنا یہ سب اللہ کی ہی شان ہے اور کسی انبیا اولیاء کی، پیر و شہید کی، بھوت و پری کی یہ شان نہیں۔ جو کسی کو ایسا ثابت کرے اور اس سے مُرادیں مانگے اور اس توقع پر نذر و نیاز کرے اور اس کی منتیں مانے اور مصیبت کے وقت اس کو پکارے سو وہ مشرک ہو جاتا ہے......

Marfat.com

پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی۔ ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان صنا آرمی پریس، زلزلہ نیا ایڈیشن ص۹)

دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

سارا کاروبار جہان کا اللہ ہی کے چاہنے سے ہوتا ہے رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ (تقویۃ الایمان ص۵۸)

تیسری جگہ لکھتے ہیں۔

جس کا نام محمد یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں (تقویۃ الایمان ص۴۱)

دیوبندی مذہب کی کتاب الایمان کے یہ اقتباسات آپ غور سے پڑھیں۔ ان میں انبیاء و اولیاء کے لیے تصرف کی قدرت، ذاتی ہو یا عطائی، حقیقی ہو یا مجازی، دائمی ہو یا عارضی سب کا یکلخت انکار ہے اور یہ عبارتوں کا صرف مفاد نہیں بلکہ صریح مفہوم ہے۔

استغاثہ کی کہانی :

یہ تصویر کا پہلا رُخ ہوا اور دوسرا رُخ یہ ہے کہ ان مذکورہ بالا معتقدات کے عین مخالف سمت میں دیوبندی علماء نے اپنے بزرگوں کے متعلق قدرت و تصرف کے جو واقعات اپنی کتابوں میں نقل کیے ہیں۔ انہیں سامنے رکھیے تو مذکورہ بالا عقائد کے ساتھ ان واقعات کا تصادم دوپہر کے سورج کی طرح آشکارا ہو جائے گا۔

تصویر کے انہی دونوں رخوں کی تفصیلات سے زلزلہ میں یہ دعویٰ ثابت کیا گیا ہے کہ دیوبندی مذہب میں اعتقاد و عمل کے درمیان کھلا ہوا تضاد ہے اور ظاہر ہے کہ جس مذہب میں تضاد ہو، وہ اسلام کا نہیں، نفاق کا مذہب ہے۔

اب یہ ثابت شدہ تضاد صرف اسی صورت میں اٹھ سکتا تھا کہ یا تو مفتیانِ دیوبند

Marfat.com

برملا یہ اعتراف کر لیتے کہ انبیاء و اولیاء کے بارے میں قدرت و تصرف سے متعلق جو عقائد ان کی کتابوں میں بیان کیے گئے ہیں وہ قطعاً باطل اور غلط ہیں، یا یہ صورت اگر گوارا نہ تھی تو پھر اس بات کا اقرار کرتے کہ اُن عقائد کے عین مخالف سمت میں جو واقعات نقل کیے گئے ہیں وہ سرتاپا غلط اور خلاف شرع ہیں۔

لیکن حیرت ہے مجھے ان کی عقل و بصیرت پر کہ زلزلہ کے الزامات کے جواب میں مفتیانِ دیوبند نے عقائد و واقعات کا تضاد اُٹھانے کے بجائے واقعات کی حمایت میں سارا زورِ قلم صرف کر دیا ہے اور دلائل و براہین کی روشنی میں یہ ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کی ہے کہ بطور کرامت اولیاء اللہ کو کاروبارِ ہستی میں تصرف کا اختیار دیا جاتا ہے۔

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں دلائل فراہم کرتے وقت انہوں نے اس نکتے کو نظر انداز کر دیا ہے کہ ان کی کتابوں میں صرف واقعات ہی نہیں ہیں بلکہ عین مخالف سمت میں ایک مکمل مذہب فکر بھی ہے۔

چونکہ کرامت ہی ان کی پیش کردہ دلیلوں کا سنگِ بنیاد ہے اس لیے واقعات کی حمایت میں ان کی بحث کا جائزہ لینے سے پہلے کرامت کی تشریح ملاحظہ فرمایئے

صاحب "اصطلاحات صوفیہ" کے حوالے سے مفتیانِ دیوبند نے کرامت کی یہ تعریف بیان کی ہے۔

کرامت: عادیہ جاریہ نظامِ عالم کے خلاف کسی امر کا ظہور ہونا خرقِ عادت ہے اگر کسی نبی سے صادر ہو تو معجزہ کہتے ہیں ولی سے صادر ہو تو کرامت کہتے ہیں۔ (انکشاف ص ۳۷)

اس تعریف سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ نظامِ ہستی میں تصرف کا نام کرامت ہے۔ نبی کے ذریعہ ہو تو معجزہ ہے اور ولی کے ذریعہ ہو تو کرامت ہے۔

Marfat.com

اب ذیل میں مفتیان دیوبند کے پیش کردہ دلائل کا خلاصہ ملاحظہ فرمایئے اور عقل و بصیرت کے افلاس کا یہ دلچسپ تماشا بھی دیکھئے کہ کس مضحکہ خیز خوش فہمی کے ساتھ انہوں نے اپنے مذہب کا خون کیا ہے۔

پہلی دلیل: "جامع الکرامات" نامی کس عربی کی کتاب کے حوالے سے کرامت کے موضوع پر مفتیان دیوبند نے یہ اقتباس نقل کیا ہے جس کا اُردو ترجمہ جو خود انہوں نے کیا ہے۔ یہ ہے۔

سہل ابن عبداللہ سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص دنیا میں پوری صدق قلبی اور خلوص کے ساتھ چالیس دن تک عبادت کرے تو اس کے لیے کرامات کا ظہور ہو جائے گا۔

اور جس کے لیے کرامات کا ظہور نہیں ہوگا وہ اپنے زہد میں غیر صادق ہے سہل سے کہا گیا کہ ان کے لیے کرامات کیسے ظاہر ہو جاتی ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ وہ "جو چاہے جیسے چاہے جس طرح چاہے لے سکتا ہے۔ (انکشاف ص۴۳)

خیانت یا جہالت: اس مقام پر ترجمے میں ایک صریح خیانت کی نشاندہی ضروری سمجھتا ہوں۔ آخری حصے کی اصل عربی عبارت یہ ہے۔

فقال یاخذ ما یشاء کما یشاء من حیث یشاء۔ اس کا ترجمہ مفتیان دیوبند نے یہ کیا ہے۔ "وہ جو چاہے جیسے چاہے جس طرح چاہے لے سکتا ہے۔" یہ ترجمہ غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے:۔ وہ جو چاہے، جیسے چاہے، جہاں سے چاہے لے سکتا ہے یعنی نظام عالم میں تصرف کر سکتا ہے۔

مفتیان دیوبند نے "کما" اور "من حیث" کا ایک ہی ترجمہ کیا ہے جیسے اور جس طرح۔ جب کہ ان دونوں لفظوں کا مفہوم ایک نہیں بلکہ الگ الگ ہے۔ اگر ان حضرات کا یہی مبلغ علم ہے تو سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ اپنی جماعت کے سب سے بڑے

Marfat.com

دارالافتاء میں کس مصرف کے لیے بٹھائے گئے ہیں۔

بہر حال "جامع الکرامات" کی یہ عبارت ببانگ دہل اعلان کر رہی ہے کہ خدائے قدیر نے ایک ولی کو نظام ہستی میں تصرف کی بھرپور قدرت عطا کی ہے۔ اور اسے یہ اعزاز مرحمت فرمایا ہے کہ وہ جو چاہے پورا ہو سکتا ہے۔

دوسری دلیل: کرامت کی قسمیں بیان کرتے ہوئے جامع الاولیاء نامی کتاب کے حوالے سے مفتیان دیوبند نے یہ اقتباس نقل کیا ہے۔

کرامت کی چند قسمیں ہیں، مُردوں کو زندہ کرنا۔ مُردوں کا کلام کرنا۔ سطح سمندر کا پھاڑ دینا، اس کا سوکھ جانا، پانی پر چلنا، زمین کا ان کے لیے سمٹ جانا، جمادات و حیوانات کا کلام کرنا، حیوانوں کا مطیع ہو جانا بعض مغیبات کا خبر دینا۔ تصرف کے مقام پر فائز ہونا۔ زمین کے خزانوں پر مطلع ہونا، پردوں کے باوجود کسی دُور دراز واقع مقام کو دیکھ لینا۔ مختلف صورتوں میں ڈھل جانا۔ زمین کا اس کے تابع ہو جانا۔ (خلاصہ انکشاف از ص۴۷ تا ص۵۳)

یہ ساری عبارتیں نقل کرنے کے بعد ذرا مفتیان دیوبند کے قلم کا تیور ملاحظہ فرمایئے اپنے ہاتھوں اپنا ہی قلعہ مسمار کرنے کے بعد وہ کس غضب کی خوش فہمی میں مُبتلا ہیں۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

گذشتہ صفحات میں واضح کر چکا ہوں کہ کرامات کے جتنے بھی اقسام ہیں اولیاء کرام سے ان کا صدور و ظہور ممکن ہے تو سوال یہ ہے کہ بعض ایسی چیزوں کا صدور بطور کرامت اکابر دیوبند سے ہو گیا تو اس پر چیخ و پکار کیوں کی جاتی ہے شرک و کفر کی بوچھار کیوں کی جاتی ہے اور نادانی اور جہالت سے یہ کیوں فیصلہ کیا جاتا ہے کہ ان کے عقائد و اعمال میں اس قدر تضاد ہے کہ شرک تک نوبت پہنچ جاتی ہے

(انکشاف ص۵۴)

Marfat.com

خدا کے بندو! اسی کا نام تو تضاد ہے کہ ایک طرف آپ حضرات اپنے اکابر سے کرامت کے صدور کو جائز و ممکن بھی کہتے ہیں اور دوسری طرف کرامت کا مفہوم بیان کرتے ہیں کہ نظامِ عالم میں تصرف کا نام کرامت ہے اور تیسری طرف تقویۃ الایمان کی صراحت کے مطابق خدا کی عطا سے بھی انبیاء و اولیاء کے حق میں تصرف کی قدرت کا عقیدہ رکھنا شرک قرار دیتے ہیں۔

اب آپ ہی حضرات دیانت داری کے ساتھ غور فرمائیں کہ جب خدا کی عطا سے بھی آپ حضرات کسی مخلوق میں تصرف کی قدرت تسلیم نہیں کرتے تو انبیاء سے معجزہ اور اولیاء سے کرامت کا صدور کیوں کر ممکن ہوگا۔

انصاف کے ساتھ سوچیئے کہ اپنے مذہب میں یہ دو طرفہ اور سہ طرفہ تضاد تو آپ ہی حضرات کا پیدا کردہ ہے کسی نے زبردستی آپ لوگوں پر مسلط نہیں کیا ہے۔ لہٰذا سنجیدگی کے ساتھ اس کا کوئی حل تلاش کرنے کے بجائے دوسروں پر بلا وجہ غصہ اتارنے سے کیا فائدہ؟

بات بات پر کفر و شرک کی بوچھاڑ تو آپ ہی حضرات کی طرف سے ہے ہم لوگ تو ایک تڑپتے ہوئے زخمی کی طرح صرف اپنی بے چینی کا اظہار کیا کرتے ہیں۔

البتہ اتنے صریح ظلم و زیادتی کے باوجود بھی اگر دماغ میں پارسائی کی نخوت انگڑائی لے رہی ہو تو اپنی اسی کتاب سے عقیدہ و عمل کے درمیان کھلے ہوئے تضادات کے چند نمونے ملاحظہ فرمائیں۔

<u>تضاد کا پہلا نمونہ</u>: انبیاء و اولیاء کے اختیار کے بارے میں تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ گزر چکا کہ جس کا نام **محمد** یا علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں ہے۔ یعنی انہیں کسی چیز کا اختیار نہیں ہے نہ حیات ظاہری میں نہ بعد وصال۔ لیکن اپنے گھر کے بزرگوں کا اختیار ثابت کرنے کے لیے آپ حضرات نے امام غزالی

کے حوالے سے اہلِ قبور کی چار قسمیں بیان کی ہیں اور پہلی قسم میں انبیاء و اولیاء کو شامل کیا ہے اور ان کے بارے میں لکھا ہے کہ ان کے اندر بہت سے اختیارات رہتے ہیں۔

(انکشاف ص۶۹)

بلکہ اس عبارت کے ذیل میں یہاں تک اعتراف کر لیا ہے کہ "اب مذکورہ اثبات سے آپ بخوبی یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ ارواح اولیاء کو کس قدر من جانب اللہ اختیارات ہیں۔"

(انکشاف ص۷۰)

کہاں تو تقویۃ الایمان میں انبیاء اولیاء کے لیے ایک اختیار بھی نہیں تسلیم کیا گیا تھا اور اب اپنے گھر کے بزرگوں کے صدقے میں ان کے اندر بہت سے اختیارات ماننے کے لیے آپ تیار ہو گئے۔

فرمائیے! یہ عقیدہ و عمل کا تضاد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور یہ تضاد ہمارا پیدا کردہ ہے یا آپ کا؟

تضاد کا دوسرا نمونہ: رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ گذر چکا کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اپنے بزرگوں کی حمایت میں "جامع الکرامات" کے حوالے سے آپ حضرات نے دلیل پیش کی ہے کہ ولی جو چاہے جیسے چاہے اور جہاں سے چاہے کاروبار ہستی میں تصرف کر سکتا ہے۔

کہاں تو تقویۃ الایمان میں رسول کے چاہنے کا کسی درجہ میں بھی کوئی اثر تسلیم نہیں کیا گیا تھا اور اب اپنے بزرگوں کے صدقے میں ایک ادنیٰ ولی کے لیے آپ لوگوں نے یہ اختیار تسلیم کر لیا کہ وہ جو چاہے جیسے چاہے اور جہاں سے چاہے اپنا چاہا ہوا پورا کر سکتا ہے۔

اب آپ ہی حضرات دیانت سے فیصلہ کریں کہ یہ عقیدہ و عمل کا تضاد نہیں ہے

Marfat.com

تو اور کیا ہے؟

اب اسی سلسلے میں ایک عبرت انگیز واقعہ اور ملاحظہ فرمائیں۔ مولانا تھانوی نے دربار خُداوندی میں اپنے پیر و مُرشد کا رسوخ و تقرب ثابت کرنے کے لیے ایک واقعہ نقل کیا ہے کہ:-

> حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ مجھے فرمایا کہ تمہاری خالہ تمہارے لیے اولاد کی دُعا کرنے کو کہتی تھیں میں نے کہدیا کہ میں دُعا کردوں گا لیکن میں تو تمہارے لیے اسی حالت کو پسند کرتا ہوں کہ جیسا میں خود ہوں یعنی بے اولاد
>
> (افاضات یومیہ صفہ ۲۵ ج ششم جزد دوم)

اس کے بعد ارشاد فرماتے ہیں:-

> سامان سب کچھ ہوگئے مگر چاہا ہوا بڑے میاں ہی کا ہوا۔ اللہ تعالےٰ کا ان کے ساتھ خاص معاملہ تھا وہ کہاں ٹل سکتا تھا۔ (اضافات یومیہ)

انصاف کیجئے! تھانوی صاحب کا یہ اعتراف کیا اہلِ وفا کو اس شکوے کا موقع فراہم نہیں کرتا کہ کہاں تو یہ عقیدہ کہ رسول کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا اور کہاں یہ واقعہ کہ "بڑے میاں" کا چاہا ہوا اتنا بھاری پڑ گیا کہ کسی طرح ٹل نہیں سکا کیوں کہ اللہ تعالےٰ کا اُن کے ساتھ خاص معاملہ تھا۔

عقیدہ اور واقعہ کے پیچھے اگر اپنے اور بیگانے کا تصور کار فرما نہیں ہے تو جو دلیل اپنے بڑے میاں کی برتری ثابت کرنے کے لیے تھانوی صاحب نے پیش کی ہے کیا اسی دلیل سے تقویۃ الایمان کا عقیدہ مسترد نہیں کیا جا سکتا تھا؟

تضاد کا تیسرا نمونہ: "فتح بریلی کا دلکش نظارہ" نامی کتاب کے حوالے سے مولوی منظور نعمانی کی یہ تحریر گزر چکی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مفاتیح الغیب جن کو خُدا کے سوا کوئی نہیں جانتا وہ پانچ چیزیں ہیں جو سورۂ لقمان کی

Marfat.com

آخری آیت میں مذکور ہیں یعنی قیامت کا وقتِ مخصوص، بارش کا ٹھیک وقت، کہ کب برسے گی، مافی الارحام یعنی عورت کے پیٹ میں کیا ہے، بچہ یا بچی مستقبل کے واقعات، موت کا صحیح مقام"۔

اس عبارت میں بالکل صراحت ہے اس امر کی کہ بارش کب ہوگی اس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں نہ نبی کو نہ ولی کو۔

لیکن اپنے بزرگوں کے واقعات کی تائید میں آپ لوگوں نے "جامع الاولیا" کے حوالے سے شیخ ابو العباس نامی ایک بزرگ کے متعلق تحریر فرمایا ہے کہ "وہ بارش پر ایسے قابو یافتہ تھے کہ وہ بارش کو پیسوں کے معاوضے میں فروخت کیا کرتے تھے۔

(انکشاف ص۵)

کہاں تو قرآن کے حوالے سے عقیدہ بیان کیا گیا تھا کہ بارش کب ہوگی اس کا علم خدا کے سوا کسی کو نہیں اور اب اپنے بزرگوں کے طفیل میں یہاں تک اعتراف کر لیا گیا کہ علم ہی نہیں بلکہ ایک ولی کو برسانے کی بھی قدرت ہے اور یہ قدرت غیر اختیاری نہیں بلکہ قطعاً اختیاری ہے۔ کیوں کہ جب تک کوئی چیز اپنے قبضہ و اختیار میں نہ ہو اسے فروخت کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اب آپ ہی حضرات انصاف سے فیصلہ کریں کہ یہ عقیدہ عمل کا تضاد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

تضاد کا چوتھا نمونہ: آپ حضرات نے "تفہیمات" نامی کسی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ:

جو شخص اپنی حاجت روائی کے لیے اجمیر جائے یا سید سالار مسعود غازی کے مزار پر یا اسی طرح دوسری جگہ پر مراد مانگے یقیناً اس کا گناہ زنا اور ناحق قتل کرنے سے بھی بڑا ہے

(انکشاف ص۱۰۴)

Marfat.com

ایک طرف تو آپ حضرات کا یہ عقیدہ ہے اور دوسری طرف روزنامہ الجمعتہ دہلی کے خواجہ غریب نواز نمبر کے حوالہ سے زلزلہ میں یہ واقعہ نقل کیا جا چکا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مولوی محمد یعقوب صاحب اپنی منزل سلوک کی تکمیل کے لیے اجمیر شریف گئے اور روضۂ پاک کے قریب اپنی ایک کٹیا بنائی اور وہیں قیام پذیر ہوگئے۔ اکثر مزار شریف پر حاضر ہو کر روحانی استفادہ کی غرض سے دیر دیر تک مراقب رہتے۔ زلزلہ کے الزامات کا جواب دیتے ہوئے اپنی کتاب میں آپ حضرات نے بھی اس واقعہ کا انکار نہیں کیا ہے۔

اب آپ ہی حضرات انصاف سے فیصلہ کریں کہ ایک طرف اپنی حاجت روائی کے لیے اجمیر جانا آپ حضرات کے عقیدے میں زنا سے بڑا گناہ ہے اور دوسری طرف اسی گناہ کا ارتکاب کرنے والے کو آپ لوگ اپنا دینی پیشوا اور بزرگ بھی مانتے ہیں۔

فرمایئے! یہ عقیدہ و عمل کا تضاد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

تضاد کا پانچواں نمونہ:

انبیاء و اولیاء کے بارے میں تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ گزر چکا کہ انہیں اپنا حاجت روا سمجھنا شرک ہے۔

لیکن اپنے بزرگوں کے متعلق آپ لوگوں نے اصطلاحاتِ صوفیہ نامی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہی لوگ مسندِ ارشاد کے وارث ہوتے ہیں۔ ان سے مخلوق کی حاجت روائی ہوتی ہے۔ (انکشاف ص۲۵)

آپ حضرات کے دعوے کے مطابق جب ان سے مخلوق کی حاجت روائی ہوتی ہے تو لازماً وہ حاجت روا ہوئے۔ کہاں تو انبیاء تک کو اپنا حاجت روا سمجھنا شرک تھا اور اب اپنے بزرگوں کے صدقے میں سالکین کو بھی حاجت روائی کا منصب آپ لوگوں نے دے دیا۔

واضح رہے کہ تضاد کے الزام سے جان چھڑانے کے لیے اب اس تاویل کی بھی کوئی گنجائش باقی نہیں ہے کہ سالکین کے لیے اس منصبِ خداداد کا تعلق حیاتِ ظاہری سے

Marfat.com

ہے وفات کے بعد ان میں کسی طرح کے تصرف کا اختیار باقی نہیں رہتا کیوں کہ اپنی اسی کتاب میں آپ حضرات نے اقرار کیا ہے کہ ....

اولیاء کرام کی ولایت اور ان کی کرامت، ان کی وفات کے بعد بھی باقی اور باذن اللہ جاری رہتی ہے۔ اس ضمن میں اتنا سمجھ لیجئے کہ اللہ کے حکم سے ارواح اولیاء دنیا میں بھی آسکتی ہیں اور بحکم الٰہی دوسرے کی مدد بھی کر سکتی ہیں۔

(انکشاف ص۶۷)

بحکم الٰہی کی بار بار قید لگا کر بھی شرک کے الزام سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔ کیوں کہ بقول صاحب تقویۃ الایمان لعطاء خداوندی بھی کسی کے متعلق تصرف کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ اس لیے بحکم الٰہی یا باذن اللہ کی قید سے آپ کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ پس دیانت نام کی کوئی چیز آپ لوگوں کے یہاں موجود ہو تو آپ ہی حضرات دیانت سے فیصلہ کریں کہ یہ عقیدہ و عمل کا تضاد نہیں ہے تو اور کیا ہے۔؟

تضاد کا چھٹا نمونہ :

تقویۃ الایمان کا یہ عقیدہ اوپر گزر چکا ہے کہ انبیاء و اولیاء میں لعطاء خداوندی بھی تصرف کی قوت تسلیم کرنا شرک ہے۔

لیکن اپنے بزرگوں کی حمایت میں آپ حضرات نے "جامع کرامات الاولیاء" نامی کتاب کے حوالے سے یہ مان لیا ہے کہ اولیاء کرام تصرف کے مقام پر فائز کیے جاتے ہیں اور اس سلسلے میں بزرگان دین سے بہت سی چیزیں منقول ہیں۔

(انکشاف ص۲۳۶)

کہاں تو انبیاء کے حق میں بھی تصرف کا عقیدہ شرک تھا اور اب اپنے بزرگوں کے طفیل میں آپ حضرات اولیاء کے لیے بھی تصرف کی قوت مان رہے ہیں اور صرف قوت ہی نہیں مان رہے ہیں بلکہ تصرف کے مقام پر انہیں فائز بھی تسلیم کر رہے ہیں۔

انصاف نام کی کوئی چیز آپ کے یہاں ہو تو آپ ہی حضرات فیصلہ کیجئے کہ یہ

Marfat.com

عقیدہ وعمل کا تضاد نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

ایک اور اعتراف: اپنی اسی کتاب میں اولیاء اللہ سے مدد مانگنے کے سوال پر آپ حضرات نے تحریر فرمایا ہے۔

"ہاں! شرک جب ہوتا کہ اولیاء کرام کو متصرف حقیقی سمجھتے ہوئے یہ عقیدہ رکھے کہ ہر کام اور ہر قسم کے تصرف کا حق ان کو ہے۔ (انکشاف ص۱۰۱)

متصرف حقیقی کا اگر یہ مطلب ہے کہ بغیر خدا کی عطا کے ذاتی طور پر ان کے اندر تصرف کی قوت ہے تو الحمد للہ کہ یہ باطل اور کفری عقیدہ کسی مسلمان کا نہیں ہے۔

البتہ مذکورہ بالا عبارت سے یہ مفہوم اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ اگر انہیں متصرف حقیقی نہ سمجھا جائے بلکہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ خدا ہی نے انہیں امداد و تصرف کی قوت بخشی ہے تو یہ قطعاً شرک نہیں ہے۔ لیکن بڑی مشکل یہ ہے کہ عبارت کے اس مفہوم اور تقویۃ الایمان کے درمیان کھلا ہوا تصادم ہے کیونکہ تقویۃ الایمانی عقیدے میں بعطاء خداوندی بھی انبیاء اولیاء کے لیے تصرف کی قدرت ماننا شرک ہے۔ تقویۃ الایمان کے الفاظ یہ ہیں۔

"پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان ص۱۰)

ایک غلط فہمی کا ازالہ: تقویۃ الایمان کی اس عبارت میں نقطے کی جگہ پر یہ فقرہ ہے "اس کو اشراک فی التصرف کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا تصرف ثابت کرنا۔

اس پر مفتیان دیو بند نے بھی اور ان کے دوسرے ہم عقیدہ مصنفین نے بھی بڑے زور شور سے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس عبارت میں مصنف زلزلہ نے قطع و برید کر کے اس کا مفہوم مسخ کر دیا ہے کیوں کہ اس عبارت میں کسی مخلوق کے لیے اللہ

Marfat.com

کا سا تصرف ثابت کرنے کو شرک کہا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ اس کے شرک ہونے میں کسی مسلمان کو ذرّہ برابر بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔

اس مغالطے کا تفصیلی جواب تو میں دوسرے باب میں دوں گا۔ سر دست مجھے صرف اتنا کہنا ہے کہ حذف کردہ فقرے سے جو معنیٰ پیدا ہو سکتے ہیں وہی معنیٰ تو شرک یا مشرک کے لفظ سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ کیوں کہ کسی مخلوق میں خُدا کی سی کوئی صفت ثابت کرنے کا نام ہی تو شرک ہے اگر وہ خُدا کی سی نہ ہو تو اُسے شرک ہی کیوں کہا جائے گا۔

اور چونکہ شرک یا مشرک کا لفظ نقل کردہ عبارت میں موجود ہے اس لیے اس فقرہ کے بغیر بھی خُدا کا سا تصرف ثابت کرنے کا مفہوم مسخ نہیں ہوا۔ ہر شخص بغیر کسی تکلف کے اسے سمجھ سکتا ہے اِلّا یہ کہ اس کی عقل ہی مسخ ہو گئی ہو۔

زیادہ سے زیادہ اس فقرے سے جو نئی بات معلوم ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اس طرز کے عقیدوں کا نام "اشراک فی التصرف" ہے اور یعنی کے بعد جو فقرہ ہے وہ اشراک فی التصرف" کا لفظی ترجمہ ہے کوئی نئی بات نہیں ہے۔

اور ظاہر ہے کہ اسلام کا نام اگر کوئی کفر رکھ دے یا ایمان کو شرک سے موسوم کرنے لگے تو اس سے اسلام یا ایمان کی حقیقت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔

اصل جھگڑا یہاں نام کا نہیں بلکہ اس ظلم و شقاوت کا ہے کہ صاحب تقویۃ الایمان نے اُن عقائد و اعمال کو جو سرتاسر اسلامی ہیں، شرک قرار دے کر کروڑوں مسلمانوں کو دائرۂ اسلام سے خارج کر دیا ہے۔

کیا علمائے دیوبند کی پوری برادری میں کوئی بھی ایسا دانشور نہیں ہے جو اپنے مصنفین کو استدلال اور اعتراض کا سلیقہ سکھلائے۔

دیوبندی صلاحیت فکر کا پہلا نمونہ: بات چل پڑی ہے تو دیوبندی مصنفین کی صلاحیت فکر و فن کے چند عبرت انگیز نمونے ملاحظہ فرمائیے۔

۱ انکشاف میں مفتیانِ دیوبند نے اپنے بزرگوں کی دینی و علمی خدمات کا بڑے طنطنے کے ساتھ ذکر کیا ہے اور اس کے ثبوت میں جو دلیل پیش کی ہے اسے پڑھنے کے بعد آپ دیر تک سکتے کی کیفیت میں رہیں گے اور یہ سوچنے پر مجبور ہوں گے کہ جن کی جگہ کسی "گھاٹ"، پر بھی انہیں درس و افتاء کی "کھاٹ"، پر کیوں بٹھا دیا گیا ہے۔

دلیل ملاحظہ ہو تحریر فرماتے ہیں:۔

مسلمانان ہند کی پوری تاریخ میں اکابر دیوبند نے عقائد کو جس انداز میں نکھارا ہے اس کی تحسین آپ مجدد الف ثانی کی روح سے مراقب ہو کر معلوم کریں۔

(انکشاف صہ ۲۶۳)

اپنے اکابر کے کارناموں کی تفصیل کسی سے دریافت ہی کرانی تھی تو اس کے لیے سب سے اطمینان بخش ذریعہ تو یہ تھا کہ لوگوں سے کہا جاتا کہ وہ خدا ہی سے دریافت کرلیں۔ کیونکہ وہاں سارا ریکارڈ بھی موجود ہے اور خدا کے علم غیب کے بارے میں کسی بحث کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ وہ متفقہ طور پر سب کے نزدیک علم الغیب ہے کسی صاحب مزار کی روح سے دریافت کرانے میں تو طرح طرح کے بے شمار سوالات کھڑے ہو سکتے ہیں۔

سب سے پہلا سوال تو یہی کھڑا ہو گا کہ اکابرِ دیوبند نے جلوت و خلوت میں جو کچھ بھی کیا ہے، اس کی ساری تفصیل کیا مجدد الف ثانی کی روح مقدس کو معلوم ہے؟ اور بالفرض اپنی غیبی قوتِ ادراک کے ذریعہ انہیں ساری تفصیلات معلوم ہوں تو اب دوسرا سوال یہ کھڑا ہو جائے گا کہ مفتیانِ دیوبند کو یہ خبر کیسے لگی کہ دیوبندی اکابر کے بارے میں ان کی روح سب کچھ جانتی ہے۔ کیا مجدد الف ثانی کی طرح انہیں بھی غیب داں تصوّر کیا جائے۔؟

اور تیسرا سوال یہ کھڑا ہو گا کہ کسی صاحبِ مزار کو غیب داں سمجھ کر ان کے پاس جانا اور

Marfat.com

ان کی روح سے مدد چاہنا کیا دیوبندی مذہب میں شرک نہیں ہے ؟

اور بالفرض اپنے مسلک کا خون کر کے سب کچھ مان بھی لیا گیا تو اب چوتھا سوال یہ اٹھ کھڑا ہوگا کہ مراقب ہو کر غیب کے احوال دریافت کر لینا کیا اس طرح کی کوئی قوت بندوں کے اختیار میں ہے ؟ اگر نہیں ہے تو کسی کو ایسے کام کی تلقین کرنا جو اس کے اختیار میں نہ ہو حماقت و ظلم کی بات ہے یا نہیں ؟ اور اگر اختیار میں ہے تو اپنے مولانا عامر عثمانی کے مشورے کا احترام کرتے ہوئے دیوبندی مذہب کا وہ سارا لٹریچر کسی چوراہے پر رکھ کر جلا دیجئے جن میں اس طرح کی قوت کسی بندے کے حق میں تسلیم کرنے کو شرک لکھا ہوا ہے

دوسرا نمونہ : زلزلہ میں ایک بحث کے دوران کئی سوالات اٹھائے گئے تھے جن میں پہلا سوال یہ تھا کہ دیوبندی حضرات کے یہاں صحت و غلط کے جانچنے کا پیمانہ الگ الگ کیوں ہے ؟ اس سوال کا جو جواب مفتیان دیوبند نے دیا ہے وہ آب زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

" مولانا قادری کے قلم سے چند سوالات سطح کاغذ پر ابھر آئے ہیں ان کے جوابات بھی ملاحظہ فرمائیے۔

پہلا سوال تو یہی ہے کہ دیوبندی حضرات کے یہاں صحت و غلط کے جانچنے کا پیمانہ الگ الگ کیوں ہے ۔؟

جواب ! جی ہاں ! دیوبندی کے یہاں نہیں بلکہ دنیا کے ہر اہل علم و دیانت کے نزدیک صحت کا پیمانہ الگ اور غلط کا پیمانہ الگ رہتا ہے اور عقل بھی اس کی متقاضی ہے ۔ کیوں کہ صحت و غلط کے درمیان تضاد کی نسبت ہے۔

البتہ اس سوال سے اتنی بات ضرور سمجھ میں آتی ہے کہ بریلوی حضرات کے یہاں صحت و غلط کا پیمانہ ایک ہی ہے۔ (انکشاف ص۲۱)

جو لوگ اتنی موٹی بات نہیں سمجھ سکتے کہ حق و باطل، صحیح و غلط، حرام و حلال اور خوب

Marfat.com

11 ناخوب کے جانچنے کا پیمانہ کیا ہے انہیں دارالافتاء میں بیٹھنے کے بجائے کسی چوراہے پر بیٹھنا چاہیئے تھا۔ یقیناً ہمارے ہاں صحت و غلط ہدایت و ضلالت اور حلت و حرمت کے جانچنے کا پیمانہ ایک ہی ہے اور وہ ہے "شریعت"۔

اب مفتیان دیوبند تفصیل کے ساتھ بتائیں کہ ان کے یہاں صحت و غلط کے جانچنے کے جو دو پیمانے الگ الگ ہیں وہ کیا ہیں۔

"شریعت محمدی" کا نام نہیں لے سکتے کہ وہ دو نہیں بلکہ ایک ہے البتہ نئے ڈیزائن کی دو شریعتیں خود علمائے دیوبند نے ایجاد کی ہوں تو یہ ممکن ہی نہیں بلکہ امر واقعہ بھی ہے۔ کیوں کہ ایک ہی بات ان کے یہاں انبیاء و اولیاء کے حق میں شرک و کفر ہے۔ لیکن اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین اسلام اور ایمان ہے۔ ایک ہی مسئلہ میں کفر و اسلام کی یہ تقسیم اس وقت تک ممکن نہیں ہے جب تک کہ دو متوازی شریعتوں کا وجود نہ تسلیم کر لیا جائے۔ اس لیے مفتیان دیوبند نے اپنے گھر کا جو واقعہ بیان کیا ہے وہ غلط نہیں ہے

Marfat.com

چوتھی بحث عقیدہ ختم نبوت کے بیان میں

"انکشاف" کے آخر میں مفتیانِ دیوبند نے اپنے مہتمم قاری طیب صاحب کی تقریر کا ایک اقتباس اس دعوے کے ساتھ پیش کیا ہے کہ وہ "رضاخانی تابوت میں آخری کیل ثابت ہوگا" (ص ۲۶۳)

تقریر کے اقتباس کے الفاظ یہ ہیں:۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم امکان میں سرچشمہ علوم و کمالات ہیں۔ حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کی نبوتیں بھی فیض ہیں خاتم النبیین کی نبوت کا۔

درحقیقت حقیقی نبی آپ ہیں۔ آپ کی نبوت کے فیض سے انبیاء بنتے چلے گئے تو نبوت بھی آپ کا فیض ہے اور بعد والوں کے لیے ولایت بھی آپ ہی کا فیض ہے۔ غرض سرچشمہ کمالات آپ ہیں؛

(ریکارڈ تقریر حضرت مہتمم صاحب بنگلور ۲۰ رجون ۷۱ء انکشاف ص ۲۶۴)

اس تقریر کا تعلق چونکہ عقیدۂ ختم نبوت سے ہے اس لیے حقائق و شواہد کی روشنی میں تفصیل کے ساتھ میں یہ واضح کردینا چاہتا ہوں کہ مسئلہ ختم نبوت میں علمائے دیوبند کا اصل موقف کیا ہے تاکہ مفتیان دیوبند کو بھی پتہ چل جائے کہ یہ آخری کیل کس کے تابوت کے لیے تیار کی گئی ہے۔

ایک سنسنی خیز انکشاف: عام لوگوں کو شاید یہ بات معلوم نہیں ہے کہ اس موضوع پر مہتمم صاحب کی صرف تقریر ہی نہیں ہے بلکہ ان کی ایک کتاب بھی ہے جس کا نام آفتاب نبوت ہے۔ بہت دن ہوئے یہ کتاب مارکیٹ

Marfat.com

سے غائب کردی گئی۔ کیوں غائب کی گئی اس کی سنسنی خیز تفصیل مولانا عامر عثمانی مدیر تجلی کے قلم سے ملاحظہ فرمائیں۔ ایک مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے موصوف تحریر فرماتے ہیں۔

ہمیں یاد ہے کہ "آفتاب نبوت"، کے بعض مندرجات پر ہم نے بھی تجلی میں احتجاج کیا تھا۔ اب یہ کتابیں پاکستان میں کسی ناشر نے چھاپ لی ہیں اور صاحب مضمون نے ان ہی کو سامنے رکھا ہے۔ لیکن اولاً انہیں خود مہتمم صاحب کے صاحبزادے نے اپنے مکتبہ سے دیوبند ہی میں شائع کیا تھا۔

ان پر مختلف اہل علم کی طرف سے لے دے ہوئی اور اس کے نتیجے میں شاید مہتمم صاحب اور ان کے صاحبزادے نے بھی محسوس کر لیا کہ قلم نے کچھ گڑبڑ کر دی ہے چنانچہ انہیں تقریباً دفن ہی کر دیا گیا۔ آج یہاں ڈھونڈتے پھریے ایک نسخہ بھی ہاتھ نہ آئے گا۔ (تجلی دیوبند تقد و نظر نمبر ۲۷)

اب یہ راز سربستہ معلوم کرنے کے لیے کہ وہ کتاب کیوں غائب کر دی گئی تجلی کے حوالہ سے اس کتاب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ مہتمم صاحب تحریر فرماتے ہیں۔

حضور کی شان محض نبوت ہی نہیں نکلتی بلکہ نبوت بخشی بھی نکلتی ہے کہ جو بھی نبوت کی استعداد پایا ہوا فرد آپ کے سامنے آگیا نبی ہو گیا۔ (آفتاب نبوت ص۱۹)

اس عبارت پر مدیر تجلی کا یہ تبصرہ دیوبندی جماعت کی پشت پر قہر الٰہی کا ایک خوفناک تازیانہ ہے۔ مفتیان دیوبند چشم عبرت سے پڑھیں۔

"قادیانیوں کو اس سے یہ استدلال بھی ملا کہ روح محمدی تو بہرحال فنا نہیں ہوتی وہ آج بھی کہیں نہ کہیں موجود ہے اور کوئی وجہ نہیں کہ پہلے اس نے ہزاروں انسانوں کو نبوت بخشی تو اب نہ بخشے (ص ۷ تجلی نقد و نظر نمبر)

اب اسی کے ساتھ تجلی کے حوالہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعویٰ بھی پڑھ لیجیے تاکہ یہ حقیقت بالکل کھل کر سامنے آجائے کہ مہتمم صاحب نے آفتاب نبوت لکھ کر در پردہ

Marfat.com

کس کا حق نمک ادا کیا ہے۔

اللہ جل شانہٗ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضۂ کمال کے لیے مُہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور کو نہیں ملی۔

(حقیقۃ الوحی ص۹۷، بحوالہ تجلی نقد و نظر نمبر ۷۳)

اب عین دوپہر کے اُجالے میں مہتمم صاحب کا اصل چہرہ دیکھنا چاہتے ہوں تو مہتمم صاحب اور مرزا صاحب دونوں کی تحریروں کو ایک جگہ رکھ کر مدیر تجلی کا یہ دھماکہ خیز بیان پڑھیئے۔

حضرت مہتمم صاحب نے حضور کو "نبوت بخش" کہا تھا۔ مرزا صاحب "نبی تراش" کہہ رہے ہیں۔ حرفوں کا فرق ہے، معنیٰ کا نہیں۔ (تجلی نقد و نظر نمبر ص۷۸)

کیا سمجھے آپ! دراصل کہنا یہ چاہتے ہیں کہ جس طرح مرزا صاحب کا عقیدہ ہے کہ نبوت کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے بلکہ آج بھی حضور کی خصوصی توجہ کسی نبوت کی استعداد رکھنے والے شخص پر پڑ جائے تو وہ نبی ہو سکتا ہے۔ اسی طرح مہتمم صاحب بھی حضور کو "نبوت بخش" کہہ کر بالکل اسی عقیدے کی ترجمانی کر رہے ہیں۔ الفاظ و بیان میں فرق ہو سکتا ہے۔ لیکن مدعا دونوں کا بالکل ایک ہے۔

واضح رہے کہ مدیر تجلی کا یہ تبصرہ الزام نہیں بلکہ عین امر واقعہ ہے کیوں کہ دونوں کے اندازِ فکر میں اتنی عظیم مطابقت ہے کہ دونوں کے درمیان کوئی خط فاصل کھینچنا بہت مشکل ہے۔

مثال کے طور پر مرزا صاحب نے اپنے دعوائے نبوت کے جواز میں مجازی ظلی اور بروزی نبی کا ایک نیا فارمولا تیار کیا تھا اور مہتمم صاحب کی تقریر کا جو اقتباس

Marfat.com

مفتیان دیوبند نے اپنی کتاب میں پیش کیا ہے اس میں مہتمم صاحب نے بھی اسی فارمولے کی زبان استعمال کی ہے۔

اس دعوے کے ثبوت کے لیے غلط جذبۂ پاس داری سے بالاتر ہو کر موصوف کی تقریر کا یہ حصہ پڑھیئے۔

"درحقیقت حقیقی نبی آپ ہیں۔ آپ کی نبوت کے فیض سے انبیاء بنتے چلے گئے"

فرمایئے! یہ بالکل مرزا صاحب کی زبان ہے یا نہیں؟

"درحقیقت حقیقی نبی آپ ہیں" کا مدعا سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آپ کے سوا دوسرے انبیاء مجازی یا ظلّی یا بروزی نبی ہیں۔ یہی مرزا صاحب نے بھی بار بار کہا ہے اور یہی بات مہتمم صاحب بھی فرما رہے ہے۔ دونوں کے بیان میں لفظوں کا فرق ہو سکتا ہے معنیٰ کا نہیں۔

"اور آپ کی نبوت کے فیض سے انبیاء بنتے چلے گئے۔ کیا یہ فقرہ بھی مرزائیوں کے اس دعویٰ کو تقویت نہیں پہنچاتا کہ جب آپ کی نبوت کے فیض سے پہلے بھی انبیاء بنتے رہے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ اب یہ سلسلہ بند ہو جائے۔

مرزا صاحب کی حمایت میں مہتمم صاحب کی گرانقدر خدمات، سمجھ میں آگئی ہوں تو اب مفتیان دیوبندی بتائیں کہ وہ آخری کیل کس کی تابوت میں نصب ہو گی؟

یہاں پہنچ کر میں اپنے قارئین کرام سے التماس کروں گا کہ اتنی تیز روشنی کے بعد بھی دماغ کا کوئی گوشہ تاریک رہ گیا ہو تو اب دوپہر کے اجالے میں تشریف لائیں۔

عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف خاندانی سازش:

واضح رہے کہ تحریر و تقریر کے ذریعہ قادیانیوں کے موقف کی حمایت میں مہتمم صاحب نے جس نقطۂ نظر کی ترجمانی فرمائی ہے یہ خود ان کے اپنے ذہن کی پیداوار نہیں ہے کہ بلکہ یہ نقطۂ نظر انہیں وراثت میں ملا ہے۔ چنانچہ مسئلہ ختم نبوت میں سب

سے پہلے اس نقطۂ نظر کا سنگ بنیاد ان کے دادا جان مولانا قاسم صاحب نانوتوی نے رکھا تھا اس لیے کہنے دیا جائے کہ مسئلہ ختم نبوت میں یہ مہتمم صاحب کا خاندانی موقف ہے جس کی حمایت میں دلائل فراہم کرنا قطعی طور پر ان کا موروثی حق ہے۔

اب ذیل میں عقیدۂ ختم نبوت کے خلاف خاندانی سازش کی یہ کہانی بالکل خالی الذہن ہو کر سنئے۔

بحث کا مرکزی نکتہ سمجھنے کے لیے سب سے پہلے ایک قادیانی مصنف کا یہ بیان پڑھئے۔

> بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ احمدی (یعنی قادیانی) ختم نبوت کے قائل نہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہیں مانتے۔ یہ محض دھوکے اور ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ جب احمدی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں اور کلمۂ شہادت پر یقین رکھتے ہیں تو یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ختم نبوت کے منکر ہوں۔ اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین نہ مانیں۔
>
> قرآن کریم میں صاف طور پر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ۝ (احزاب ع۵)
>
> محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم میں سے کسی جوان مرد کے باپ ہیں نہ آئندہ ہوں گے۔ لیکن اللہ تعالےٰ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔
>
> قرآن کریم پر ایمان رکھنے والا آدمی اس آیت کا انکار کس طرح کر سکتا ہے پس احمدیوں کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ خاتم النبیین نہیں تھے۔
>
> جو کچھ احمدی کہتے ہیں وہ صرف یہ ہے کہ خاتم النبیین کے وہ معنی جو اس

Marfat.com

وقت مسلمانوں میں رائج ہیں نہ تو قرآن کریم کی مذکورہ بالا آیت پر چسپاں ہوتے ہیں اور ان سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور شان اُس طرح ظاہر ہوتی ہے جس عزت اور شان کی طرف اس آیت میں اشارہ کیا گیا ہے۔ (پیغام احمدیت ص۱۰)

خط کشیدہ سطروں کو پھر ایک بار غور سے پڑھئے کیونکہ سازش کو سمجھنے کے لیے بحث کا یہ حصّہ یاد رکھنا نہایت ضروری ہے۔

مذکورہ بالا عبارت کی روشنی میں قادیانیوں کا یہ دعویٰ اچھی طرح ذہن نشین کر لیجیے کہ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا انکار نہیں کرتے بلکہ خَاتَمَ النَّبِیّٖن کے اُس معنیٰ کا انکار کرتے ہیں جو عام مسلمانوں میں رائج ہے اور اسی انکار پر انہیں ختمِ نبوت کا مُنکر کہا جاتا ہے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ خاتم النبیین کا وہ کون سا معنیٰ ہے جو عام مسلمانوں میں رائج ہے اور سب سے پہلے اُس معنیٰ کا انکار کس نے کیا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں عقیدۂ ختمِ نبوت کے خلاف مولانا قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند کی سازش بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے۔

ایک قادیانی مصنف مسئلۂ زیرِ بحث میں ان کے موقف کی تحسین کرتے ہوئے لکھتا ہے:-

"تمام مُسلمان فرقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم خَاتَمُ النَّبِیّٖن ہیں کیوں کہ قرآن مجید کی نص وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰہِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖن میں آپ کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے نیز اس امر پر بھی تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے لفظ خَاتَمُ النَّبِیّٖن بطورِ مدح و فضیلت ذکر ہوا ہے۔ اب سوال صرف یہ ہے کہ لفظ خَاتَمُ النَّبِیّٖن کے کیا معنیٰ ہیں۔

Marfat.com

یقیناً اس کے معنی ایسے ہی ہونے چاہیں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور مدح ثابت ہو،

اسی بنا پر حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند نے عوام کے معنوں کو نادرست قرار دیا ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں۔

"عوام کے خیال میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ کا زمانہ انبیاء ئے سابق کے زمانے کے بعد ہے اور آپ سب میں آخری نبی ہیں۔ مگر اہل فہم پر روشن ہوگا کہ تقدم اور تاخر زمانی میں بالذات کچھ فضیلت نہیں پھر مقام مدح میں وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ فرمانا اس صورت میں کیونکر صحیح ہو سکتا ہے"؛

(تحذیر الناس ص۳)

(رسالہ خاتم النبیین کے بہترین معنی ص۲ شائع کردہ قادیان)

اب قادیانی جماعت کی طرف سے وہ خراج عقیدت ملاحظہ فرمایئے جسے اپنے مسلک کے پیش رو اور مقتدا کی حیثیت سے انہوں نے مولانا قاسم صاحب نانوتوی کے حضور میں پیش کیا ہے۔

جماعت احمدیہ خَاتَمَ النَّبِيِّيْنَ کے معنوں کی تشریح میں اسی مسلک پر قائم ہے جو ہم نے سطور بالا میں جناب مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی کے حوالہ جات سے ذکر کیا ہے (افادات قاسمیہ ص۱۶)

ایک معمولی ذہن کا آدمی بھی اتنی بات آسانی سے سمجھ سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنے کسی مخالف کے مسلک پر قائم رہنے کا ہرگز عہد نہیں کر سکتا۔ پیچھے چلنے کا یہ پُر خلوص اعتراف اسی شخص کے حق میں متصور ہو سکتا ہے جسے اپنا ہم سفر اور مقتدا سمجھا جائے۔

ایک ہی تصویر کے ۲ دو رخ: اتنی تفصیل کے بعد اب مذکورہ بالا عبارتوں کا تجزیہ

Marfat.com

کیجئے تو بہت سی حیرت انگیز باتیں معلومات کے اُجالے میں آجائیں گی۔

پہلی بات تو یہ کہ مولانا قاسم صاحب نانوتوی کی صراحت کے مطابق خاتم النبیین کے لفظ سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی سمجھنا معاذ اللہ یہ ناسمجھ لوگوں کا خیال ہے اُمت کا سمجھ دار طبقہ خاتم النبیین کے لفظ سے کچھ اور ہی معنیٰ مراد لیتا ہے انہی سمجھ دار لوگوں میں ایک سمجھ دار مولانا نانوتوی بھی ہیں۔

دوسری بات یہ کہ خاتم النبیین کے اجماعی معنیٰ کو مسخ کر کے حضور کے آخری نبی ہونے کا انکار سب سے پہلے مولانا قاسم نانوتوی نے کیا ہے۔ کیوں کہ قادیانیوں نے اگر انکار میں پہل کی ہوتی تو وہ ہرگز یہ اعتراف نہ کرتے کہ لفظ خاتم النبیین کے معنیٰ کی تشریح کے سلسلے میں جماعت احمدیہ مولانا نانوتوی کے مسلک پر قائم ہے۔

تیسری بات یہ کہ خاتم النبیین بمعنیٰ آخری نبی کے انکار کے پس منظر میں مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا نانوتوی دونوں کے انداز فکر اور طریقۂ استدلال میں پوری پوری یکسانیت ہے۔

چنانچہ قادیانیوں کے یہاں بھی خاتم النبیین کے اصل مفہوم کو مسخ کرنے کے لیے حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان کا سہارا لیا گیا ہے اور نانوتوی صاحب بھی مقام مدح کہہ کر حضور کی شان عظمت ہی کو بنیاد بنا رہے ہیں۔ وہاں بھی کہا گیا ہے کہ خاتم النبیین کے لفظ سے حضور کو آخری نبی سمجھنا، یہ معنیٰ عام مسلمانوں میں رائج ہیں اور یہاں بھی کہہ رہے ہیں کہ یہ معنیٰ عوام کے خیال ہی ہیں۔

اتنی عظیم مطابقتوں کے بعد اب کون کہہ سکتا ہے کہ اس مسئلے میں دونوں کا نقطۂ نظر الگ الگ ہے۔ دنیا سے انصاف اگر رخصت نہیں ہو گیا ہے تو اب اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ قادیان اور دیوبند ایک ہی تصویر کے دو رُخ ہیں۔ ایک ہی منزل کے دو مسافر ہیں کوئی پہنچ گیا ہے کوئی رہ گزر میں ہے۔

Marfat.com

پس خاتم النبیین بمعنی آخری نبی کے انکار کی بنیاد پر اگر قادیانی جماعت کو منکر ختم نبوت کہنا امر واقعہ ہے تو کوئی وجہ نہیں ہے کہ اسی انکار کی بنیاد پر دیوبندی جماعت کو بھی منکر ختم نبوت نہ قرار دیا جائے۔

شاید صفائی میں آپ یہ کہیں کہ قادیانی جماعت کے لوگ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عملاً ایک نیا نبی مان چکے ہیں اس لیے انہیں منکر ختم نبوت کہنا واقعہ کے عین مطابق ہے۔ میں جواباً عرض کروں گا کہ عقیدے کی حد تک یہی مسلک تو دیوبندی جماعت کا بھی ہے جیسا کہ ان کی کتاب تحذیر الناس میں لکھا ہوا ہے۔

اگر بالفرض آپ کے زمانے میں بھی کہیں اور نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور قائم رہتا ہے۔ (تحذیر الناس ص۱۲)

اگر بالفرض بعد زمانۂ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کوئی فرق نہ آئے گا۔ ص۲۸

غور فرمایئے! جب دیوبندی جماعت کے یہاں بھی بغیر کسی قباحت کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نیا نبی پیدا ہو سکتا ہے تو قادیانی جماعت کا اس سے زیادہ اور قصور ہی کیا ہے کہ جو چیز اہل دیوبند کے نزدیک جائز و ممکن تھی اُسے انہوں نے واقع بنا لیا۔

اصل کفر تو نئے نبی کے جواز و امکان سے وابستہ تھا۔ جب وہی کفر نہ رہا تو اب کسی نئے مدعئ نبوت کو اپنے دعوے سے باز رکھنے کا ہمارے پاس ذریعہ ہی کیا رہا کیوں کہ اس راہ میں عقیدے کی جو سب سے مضبوط دیوار حائل تھی وہ تو یہی تھی کہ قرآن و حدیث کی نصوص اور اجماع امت کی روشنی میں حضور خاتم النبیین بمعنے آخری نبی ہیں۔ اس لیے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے بعد اب کوئی نیا نبی ہرگز پیدا نہیں ہو سکتا۔

لیکن جب دیوبندی جماعت کے نزدیک حضور خاتم النبیین بمعنی آخری نبی بھی

Marfat.com

نہیں ہیں اور کسی نئے نبی کے آنے کی صورت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت میں بھی کوئی فرق نہیں آتا تو آپ ہی انصاف کیجئے کہ آخر اب کس بنیاد پر کسی نئے مدعی نبوت کو اپنے دعوے سے باز رکھا جائے گا؟ اور کس دلیل سے کسی نئے نبی پر ایمان لانا کفر قرار پائے گا۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ بنیادی سوال کے لحاظ سے دیوبندی جماعت اور قادیانی جماعت کے درمیان قطعاً کوئی جوہری فرق نہیں ہے۔

میری اس مدلل رائے سے اگر دیوبندی مذہب کے علماء کو اختلاف ہو تو وہ کھلے بندوں یہ اعلان کر دیں کہ تحذیر الناس ان کی کتاب نہیں ہے یا پھر تحذیر الناس میں کتاب سنت اور اجماع امت سے ثابت شدہ جن دو بنیادی عقیدوں کا انکار کیا گیا ہے اور جس کے نتیجے میں حضور کے بعد کسی نئے نبی کے آنے کا دروازہ کھل جاتا ہے اس کے خلاف فتوے کی زبان میں اپنی غیر مشروط بیزاری کا اعلان کریں۔

واضح رہے کہ وہ دو بنیادی عقیدے جن کا تحذیر الناس میں انکار کیا گیا ہے یہ ہیں:۔

پہلا عقیدہ: خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے ہیں۔

دوسرا عقیدہ: کسی نئے نبی کے آنے کے بعد حضور کی خاتمیت باقی نہیں رہ سکتی۔

لیکن مجھے یقین ہے کہ دیوبندی علماء تحذیر الناس کے خلاف یہ اعلان ہرگز نہیں کریں گے۔ کیوں کہ انہوں نے اسلام کے ان دو بنیادی عقیدوں کو اب تک تسلیم ہی نہیں کیا ہے۔

بہر حال کوئی وجہ بھی ہو اگر وہ ایسا کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں تو اسلامی دنیا کا جو الزام قادیانی جماعت پر ہے وہی الزام دیوبندی جماعت پر بھی عائد کیا جائے گا۔

اس بحث کے خاتمے پر میں "انکشاف" کے مصنفین سے التماس کروں گا کہ

Marfat.com

بنگلور کی تقریر میں آپ کے مہتمم صاحب نے جو آخری کیل تیار کی تھی اُسے اب دیو بندی مذہب کے تابوت میں نصب کر دیجئے۔ کیوں کہ کیل بھی گھر ہی کی ہے اور مذہب بھی گھر ہی کا۔

انکشاف کے اُن حصوں پر جو کسی درجہ میں بھی توجہ کے قابل تھے، میرا تنقیدی تبصرہ تمام ہو گیا۔ اب یہ فیصلہ کرنا قارئین کرام کا اپنا حق ہے کہ علمائے دیو بند کے خلاف زلزلہ میں عائد کیے گئے الزامات کو صحیح اور حق بجانب ثابت کرنے کے لیے میں نے مفتیان دیو بند کی قلمی خیانت، علمی بددیانتی اور فکری کج روی کو جن دلائل و شواہد کے ساتھ بے نقاب کیا ہے وہ قوم کی عدالت میں کہاں تک قابل قبول ہیں۔

پہلا باب ختم ہوا، اب دوسرا باب جو "بریلوی فتنہ کا نیا روپ" کے تنقیدی تبصرے پر مشتمل ہے شروع ہوتا ہے۔ خدا ہمیں اور آپ کو انصاف نظر کی توفیق عطا کرے۔

Marfat.com

Marfat.com

دوسرا باب

بریلوی فتنہ کا نیا روپ

کا

تنقیدی جائزہ

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

ابتدائیہ

اس کتاب کی ترتیب میں تین مصنفین کے نام ظاہر کیے گئے ہیں۔ مولوی منظور نعمانی ان کے صاحب زادے مولوی عتیق الرحمٰن اور مولوی محمد عارف سنبھلی استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ گویا زلزلہ کا جواب باپ، بیٹے، روح القلم تینوں نے مل کر دیا ہے۔

مولوی عارف سنبھلی کے نام کے ساتھ استاذ دارالعلوم ندوۃ العلماء کا دُم چھلا دیکھ کر بہت سے لوگوں کو حیرت ہوئی۔ حیرت اس لیے ہوئی کہ زلزلہ میں جتنے الزامات عائد کیے گئے تھے ان کا تعلق قطعاً اہلِ دیوبند سے تھا۔ ندوہ ایک فریق کی حیثیت سے کیوں سامنے آگیا۔ جب کہ ندوہ کے قیام کا مقصد فریق بننا نہیں تھا بلکہ مختلف فرقوں کے درمیان مفاہمت اور مصالحت کا راستہ تلاش کرنا تھا۔

آج مولانا ابوالحسن علی ندوی اور مولوی منظور نعمانی کی سازش سے وہ دیوبندی فرقے کا بہت بڑا گڑھ بن گیا ہے۔ لیکن جو لوگ ندوہ کی تاریخ سے واقف ہیں وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ دیوبند کے اکابر ندوہ کے قیام کے سخت مخالف تھے۔

یہاں تک کہ ندوہ کے ناظم مولوی محمد علی صاحب جب ندوہ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی دعوت پیش کرنے کی غرض سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی صاحب سے ملنے دیوبند گئے تو انہوں نے نہ صرف دعوت قبول کرنے سے انکار کیا بلکہ ملنے سے بھی انکار کر دیا۔ یہاں تک کہ جب ان سے اصرار کیا گیا کہ آپ خود نہیں شریک ہو سکتے

Marfat.com

تو کم از کم اپنے کسی آدمی کو شرکت کی اجازت دے دیجئے تو انہوں نے جواب میں فرمایا کہ مجھے معلوم کرایا گیا ہے کہ انجام اس کا بخیر نہیں اس واسطے میں اپنی طرف سے کسی کو اجازت نہیں دے سکتا۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۰۵)

"انجام اس کا بخیر نہیں ہے" اس الہام خداوندی کا اس سے زیادہ واضح ثبوت اور کیا فراہم ہو سکتا ہے کہ آج ندوہ پر دیوبندی فرقے کا تسلط ہو گیا ہے اور اس کے اساتذہ دیوبندی مذہب کی حمایت میں برسر پیکار نظر آ رہے ہیں۔

اور انجام کی یہ وحشت ناک تصویر اور زیادہ نمایاں ہو جائے گی اگر اس کا آغاز بھی آپ نظر میں رکھئے۔

مولانا شبلی نعمانی کے بارے میں اہل علم اچھی طرح جانتے ہیں کہ وہ ندوہ کے بانیوں میں ایک موثر شخصیت کے مالک تھے۔ ان کا ایک مضمون مقالات شبلی کے حصہ ششم میں شائع ہوا ہے۔ یہ مضمون اس وقت کا ہے جب مولانا شبلی سے ندوہ کے ناظم کی چشمک ہو گئی تھی بتدریج اختلافات یہاں تک بڑھ گئے کہ مولانا کی حمایت میں ندوہ کے طلباء نے اسٹرائک کر دیا۔ اس کے بعد کی سرگزشت خود مولانا کے قلم سے پڑھئے۔ لکھتے ہیں کہ :-

"عین اسی حالت میں مولود شریف کا زمانہ آیا اور طلباء نے جیسا ہمیشہ کا معمول تھا مولود شریف کرنا چاہا لیکن اس خیال سے کہ مولود شریف میں بیان کروں گا وہ مولود سے روکے گئے اور تین دن تک یہ مرحلہ رہا۔

آخر لوگوں نے سمجھایا کہ مولود کے روکنے سے شہر میں عام برہمی پھیلے گی۔ مجبوراً چند شرطوں اور قیدوں کے ساتھ منظوری دے دی گئی۔

(مقالات شبلی جلد ۶ ص ۱۳۱)

لیکن کیا آج بھی دارالعلوم ندوۃ العلماء کے احاطے میں محفل مولود شریف کے انعقاد

Marfat.com

کی اجازت مل سکتی ہے؟ کیا آج بھی "ہمیشہ کا یہ معمول" وہاں کے طلباء میں زندہ اور باقی ہے؟ اور پھر کیا آج بھی یا نبی سلام علیک کا روح پرور نغمہ وہاں کی فضا میں گونج سکتا ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں! کیونکہ اب ندوہ پر اہل دیوبند کا غاصبانہ قبضہ ہو گیا ہے۔

غور فرمایئے! وہ آغاز تھا یہ انجام ہے اور غضب یہ ہے کہ گنگوہی صاحب کا الہام انجام ہی کے بارے میں ہے آغاز کے بارے میں نہیں ہے۔

اب یہ فیصلہ خود علمائے دیوبند کو کرنا ہے کہ وہ اس الہام کی توثیق کریں گے یا نہیں؟ کریں جب بھی اور نہ کریں جب بھی، خودکشی کے الزام سے بچنا ناممکن ہے۔

بہر حال زلزلہ کے جواب میں لکھی جانے والی کتاب کا نام "بریلوی فتنہ کا نیا روپ" دکھ کر کتاب کے مصنفین نے اپنے عوام کی توجہ اصل مسئلے سے ہٹانے کی بڑی خوب صورت کوشش کی ہے اور حقائق کا سامنا کرنے کے بجائے بریلی کا نام لے کر جماعتی عصبیت کو ابھارا ہے تاکہ سادہ لوح افراد کو یہ تاثر دیا جائے کہ نصف صدی سے دیوبند اور بریلی کی جو جنگ چل رہی ہے زلزلہ اسی جنگ کا ایک شاخسانہ ہے۔ کیوں کہ اصحاب علم و بصیرت اس حقیقت سے اچھی طرح باخبر ہیں کہ جماعتی عصبیت اُس اندھی سرشت کا نام ہے جو ظالم سے نہیں، مظلوم سے انتقام لینے کا جذبہ پیدا کرتی ہے۔

اس کی تازہ مثال دیکھنی ہو تو اسی کتاب پر عامر عثمانی جیسے بے رحم نقاد کا تبصرہ پڑھئے جماعتی عصبیت کے زیر اثر وہ بھی اس سازش کا شکار ہو گئے ہیں اور "بریلی دشمنی" کے جذبے میں انہیں بھی کتاب کے اس حصے کو سراہنا پڑا ہے جو "دفاع" پر نہیں، "حملے" پر مشتمل ہے۔

چنانچہ "بریلوی فتنہ" کے دوسرے ایڈیشن میں کتاب کے مصنفین نے بڑے طنطنے کے ساتھ عامر عثمانی صاحب کا یہ تبصرہ نقل کیا ہے۔ مضحکہ خیز خوش فہمی اور فکر و بصیرت کے افلاس کا تماشا دیکھنا ہو تو دوسرے ایڈیشن کے مقدمے کا یہ حصہ ملاحظہ فرمایئے۔

"مولانا عامر عثمانی کی تحریریں جن لوگوں کو پڑھنے کا موقعہ ملا ہو گا وہ اس بات کو بخوبی

Marfat.com

جانتے ہوں گے کہ موصوف جس مسئلے پر اظہار رائے کرتے تھے اس میں اٹل رہتے تھے۔ ان کو اس سے ہٹانا تقریباً ناممکن سمجھا جاتا تھا اور وہ اپنے اور پرائے کا بھی اس میں فرق نہیں کرتے تھے۔

انہوں نے ہماری کتاب کا مطالعہ غور اور پوری توجہ کے ساتھ کیا اور پھر اس پر جو بے لاگ تبصرہ سپرد قلم فرمایا وہ سب سے پہلے خود انہیں کی ذات کے خلاف پڑتا تھا۔ بلاشبہ یہ ان کا اپنے نفس کے خلاف سخت ترین جہاد تھا جس میں وہ پورے کامیاب ہوئے۔

انھوں نے کھُلا اعتراف کیا کہ ہماری کتاب کے ذریعے پہلی بار بریلویت کا اصلی چہرہ دیکھا اور پہلی بار وہ صحیح طور پر اُس سے واقف ہوئے ان کا تبصرہ اس ایڈیشن میں کتاب کے آخر میں شامل کیا جا رہا ہے پورا تبصرہ تو آپ وہاں ملاحظہ فرمائیں گے مگر موقع کی مناسبت سے دونوں کتابوں پر ان کے تبصرے کے چند فقرے یہاں نقل کر دینا بھی دل چسپی سے خالی نہ ہوگا۔

آپ مقابلہ کر کے بھی دیکھ سکیں گے کہ زلزلہ کو پڑھ کر ان کے دل و دماغ کی دنیا پر کیا اثر پڑا اور پھر اُس کے اس جواب کو پڑھ کر اُن کا سارا تاثر کس طرح تبدیل ہو گیا۔

زلزلہ پر تبصرہ کرتے ہوئے انہوں نے لکھا تھا۔

"دفاع کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کوئی بڑے سے بڑا علامۃ الدہر بھی اُن اعتراضات کو دفع نہیں کر سکتا جو اس کتاب کے مشتملات متعدد بزرگان دیو بند پر عائد کرتے ہیں۔

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں :-

"ہم اپنا دیانت دارانہ فرض سمجھتے ہیں کہ حق کو حق کہیں اور حق یہی ہے کہ متعدد علمائے دیو بند پر تضاد پسندی کا الزام جو اس کتاب میں دلیل و شہادت کے ساتھ عائد کیا گیا ہے وہ اٹل ہے۔"

Marfat.com

۱۲ ایک جگہ زلزلہ کے الزامات کا اپنی دانست میں ناقابل تردید ہونا ان پر زور اور قطعی الفاظ میں ظاہر کرتے ہیں کہ :-

مصنف بار بار پوچھتے ہیں کہ علمائے دیوبند کے اس تضاد کا جواب کیا ہے۔ انصاف تو یہ ہے کہ اس سوال کا جواب مولانا منظور نعمانی یا مولانا محمد طیب صاحب کو دینا چاہیئے مگر وہ کبھی نہ دیں گے کیوں کہ جو اعتراض ناقابلِ تردید صداقت کی حیثیت رکھتا ہو اس کا جواب دیا ہی کیا جا سکتا ہے۔"

مولانا عامر عثمانی صاحب مرحوم کے ان چند جملوں کو پڑھ کر ہی ناظرین پورا اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ان کی دانست میں یہ کتاب کتنی باوزن اس کے اعتراضات کیسے اٹل اور ناقابلِ تردید تھے۔ لیکن جب انھوں نے ہماری کتاب کو ملاحظہ فرمایا تو ان کے دل و دماغ کی دنیا میں کیسا زبردست انقلاب آیا اُس کی پوری کیفیت اُن کے اس تبصرہ سے معلوم ہو جائے گی۔ جو انہوں نے اس کتاب کے مطالعہ کے بعد سپردِ قلم فرمایا تھا۔ یہ پورا تبصرہ آپ کتاب کے آخر میں ملاحظہ فرمالیں۔

ایک جگہ لکھتے ہیں :-

"اسے پڑھنے کے بعد ہم نے اللہ سے دُعا مانگی کہ اے غفور الرحیم زلزلہ میں تبصرہ کرتے ہوئے ہمارے قلب میں بریلوی مکتب فکر کے بارے میں جو تھوڑا سا حسن ظن پیدا ہوا تھا اس کے لیے ہمیں معاف کر دے۔"

دوسری جگہ لکھتے ہیں :-

"ہمیں بریلوی قسم کی تحریروں کے پڑھنے کا اتفاق تو بار ہا ہوا ہے لیکن زیرِ تبصرہ کتاب سے پتہ چلا کہ ہم اب تک اندھیرے میں تھے۔ ہمیں ادراک نہیں تھا کہ بریلوی علم کلام بدتمیزی، فحاشی، گالی بازی اور ننگی بازاریت کے کس معیار تک

Marfat.com

تک پہنچا ہوا ہے۔"

ایک اور جگہ اس طرح اظہار خیال فرماتے ہیں:۔

تبصرہ کا خلاصہ یہ ہے کہ مولانا محمد عارف سنبھلی نے "بریلوی فتنہ کا نیا روپ" لکھ کر زلزلہ کے مصنف کو اُن کی اصلیت یاد دلادی ہے اور عوام کے سامنے ایک ایسا مواد رکھ دیا ہے جسے پڑھ کر وہ ادراک کر سکیں گے کہ بریلویت کا خمیر کس مٹی سے اُٹھا ہے۔" (بریلوی فتنہ ص۱۱)

اس اقتباس کی ایک ایک سطر بار بار پڑھئے اور انصاف سے بتائیے کہ کیا مولانا عامر عثمانی کے اس تبصرہ میں کہیں ہلکا سا بھی اشارہ اس بات کا ملتا ہے کہ زلزلہ میں اکابر دیوبند کے خلاف جو الزامات عائد کیے گئے تھے، بریلوی فتنہ کے مصنفین نے اپنی کتاب میں ان کے دفاع کا حق ادا کر دیا ہے۔ یا دیوبندی لٹریچر میں اعتقاد و عمل کا جو تضاد ناقابل تردید شہادتوں سے زلزلہ میں ثابت کیا گیا تھا ندوہ کے صنادید نے مل جل کر اسے اُٹھا دیا اور اب دیوبندی جماعت کا مذہبی کردار بالکل صاف اور بے غبار ہو گیا۔

ان کا پورا تبصرہ پڑھ جائیے دفاع کے بارے میں تحسین کا ایک لفظ بھی ڈھونڈے سے نہیں ملے گا البتہ جماعتی عصبیت کے جذبے میں حملے کی تعریف جگہ جگہ ضرور کی گئی ہے۔

"بریلوی فتنہ کا نیا روپ"، زلزلہ کے جواب میں لکھی گئی ہے اس لحاظ سے اس کا بنیادی کردار یہ تھا کہ زلزلہ میں دیوبندی اکابر کے خلاف جو الزامات عائد کیے گئے ہیں ان کی طرف سے اپنے پڑھنے والوں کا ذہن صاف کرتی اور ان ساری بدگمانیوں کا ازالہ کر دیتی جو زلزلہ کے مطالعہ سے پیدا ہوئی تھیں۔

لیکن قلم کی نوک سے ٹپکتے ہوئے لہو کے ساتھ یہ کتنا دردناک مذاق ہے کہ مولانا

Marfat.com

عامر عثمانی نے "بریلوی فتنہ کا نیا روپ" پڑھ کر خدا کے حضور میں معافی بھی مانگی تو اس "حسنِ ظن" کی جو بریلوی مکتبِ فکر کے متعلق اُن کے ذہن میں پیدا ہوا تھا۔ حالانکہ "جواب نامہ" کا تقاضا یہ تھا کہ وہ اپنے اکابر کے متعلق اُس "سوء ظن اور بدعقیدگی کی معافی مانگتے جس کا اظہار انھوں نے اپنے تبصرہ میں بار بار کیا تھا۔

بریلوی مکتبِ فکر کے بارے میں تو حُسنِ ظن کا ایک ہلکا سا اشارہ بھی اُن کے تبصرہ میں موجود نہیں ہے جب کہ دیوبندی مکتبِ فکر کی مذمت سے پورا تبصرہ رنگین ہے اب ذرا بریلوی فتنہ کے مصنفین کا مقدر دیکھیے کہ اپنی کتاب کی شان میں مولانا عامر عثمانی سے ایک قصیدہ بھی لکھوا کر لائے تو وہ بھی بدقسمتی سے اُن کے خلاف پڑ گیا اور دُنیا کی نظر میں جو بھی قلم کا رہا سہا بھرم تھا وہ بھی کُھل گیا۔

بہرحال اس پوری بحث سے اتنی بات قطعاً واضح ہو گئی کہ بریلوی فتنہ کے مصنفین مولانا عامر عثمانی کو اپنے اُس موقف سے ہٹا نہیں سکے جس کا برملا اعلان انہوں نے زلزلہ کے تبصرہ میں کیا ہے اور جس کی تعبیر کے لیے "دیوبندی اکابر کے خلاف نعرۂ بغاوت" سے بہتر اور کوئی لفظ لغت میں نہیں ہے۔

کیوں کہ ہزاروں اختلافات کے باوجود یہ بات سب کے نزدیک مُسلّم ہے کہ وہ مسلک اور خاندان دونوں اعتبار سے کٹر دیوبندی تھے اپنے اکابر کے ساتھ دل کی عقیدت اور فکر کی نیازمندی انہیں ورثے میں ملی تھی۔ اس لیے کہنے دیجیے کہ بریلوی فتنہ کا نیا روپ اُن کے دل کی خلش کا کچھ بھی مداوا کرتی اور دیوبندا کابر کی صفائی میں قلم کا کردار ذرا بھی مؤثر ہوتا تو ان کی آزردہ روح بے محابا چیخ اٹھتی اور برملا اس بات کا اعتراف کر لیتے کہ زلزلہ کے مطالعہ سے اپنے اکابر کے متعلق جو بدظنی میرے دل میں پیدا ہو گئی تھی میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ کیونکہ بہرحال اپنی "سرشت" کے لحاظ سے وہ بریلی کے نہیں، دیوبند ہی کے تھے۔ غیر کا معاملہ ہو تو آدمی دلیل کی قوت سے صرف نظر بھی کر لیتا ہے

Marfat.com

لیکن اپنوں کے ساتھ دل کی بددیانتی کا حادثہ مشکل ہی سے پیش آتا ہے۔

اب رہ گیا بریلوی مکتب فکر کے متعلق مولانا عامر عثمانی کی بدگمانیوں کا سوال تو اس کا سہرا کچھ بریلوی فتنہ کے مصنفین کے سر نہیں ہے کہ وہ اس کارنامے پر فخر کریں۔ بلکہ وہ اس وقت بھی بدگمانی کا شکار تھے جب زلزلہ پر تبصرہ کر رہے تھے اور بریلوی فتنہ کا وجود بھی کسی حاشیہ خیال میں نہیں تھا۔ بلکہ یہ کہنا حقیقت کی صحیح ترجمانی ہوگی کہ وہ بدگمانیوں کے زہر میں بھیگا ہوا خمیر ہی لے کر پیدا ہوئے تھے اس لیے کہنے دیا جائے کہ جو بدگمانی انہیں وراثت میں ملی تھی اس کا اظہار قطعاً حیرت انگیز نہیں ہے بلکہ عین توقع کے مطابق ہے۔ البتہ حیرت انگیز یہ واقعہ ہے کہ ایک پیدائشی معتقد کو زلزلہ نے "باغی" کیونکر بنا دیا۔

"انکشاف" نامی کتاب کے ذریعہ مفتیانِ دیوبند کے علم و بصیرت کا مجھے نہایت افسوسناک تجربہ ہوا۔ البتہ اخباری شہرت کی بنیاد پر ندوہ کے اساتذہ کے متعلق مجھے اُمید تھی کہ ان کے سوچنے کا معیار کچھ بلند ہوگا لیکن بریلوی فتنہ کا مطالعہ کرنے کے بعد مجھے اُن کی طرف سے بھی سخت مایوسی کا شکار ہونا پڑا۔

جواب کے سلسلے میں علمی اور فکری ڈھانچہ بھی ان کا اپنا نہیں ہے بلکہ انکشاف سے مستعار لیا گیا ہے۔ مفتیانِ دیوبند نے اپنے جواب کی بنیاد جن مقدمات پر رکھی تھی بریلوی فتنہ کے مصنفین نے بھی انہی مقدمات کو اپنے جواب کی بنیاد بنایا ہے۔

چنانچہ انکشاف والوں نے بھی علم غیب اور کشف و الہام اور تصرف حقیقی و کرامات کا سہارا لیا ہے اور بریلوی فتنہ کے مصنفین نے بھی خوبصورت الفاظ میں انہی باتوں کو ذرا سلیقے کے ساتھ پیش کیا ہے۔ جیسا کہ قارئین کرام دونوں کتابوں کا تقابلی مطالعہ کرنے کے بعد خود اندازہ لگائیں گے۔

Marfat.com

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

پہلی بحث

علمِ غیب کے بیان میں

میں نے زلزلہ کے ابتدائی صفحات میں سبب تالیف کے زیرِ عنوان بحث کا رُخ متعین کرتے ہوئے لکھا تھا:۔

تصویر کے پہلے رخ میں دیوبندی لٹریچر کے حوالے سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ دیوبندی حضرات انبیاء و اولیاء کے حق میں علم غیب اور قدرت و تصرف کے عقیدہ کو شرک اور منافی توحید سمجھتے ہیں اور تصویر کے دوسرے رُخ میں اُنہی کی کتابوں کے حوالے سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ علمائے دیوبند اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں علم غیب اور قدرت و تصرف کے عقیدے کو شرک اور منافی توحید نہیں سمجھتے۔

(زلزلہ ص۵۳ نیا ایڈیشن)

بریلوی فتنہ کے مصنّفین نے اس الزام کے جواب میں علمی خیانت، مذہبی تحریف، اور فکری کج روی کے کیسے کیسے گل کھلائے ہیں وہ چشم عبرت سے پڑھنے کے قابل ہیں۔ ایک الزام سے گلو خلاصی کے لئے بہت سارے نئے نئے الزامات کے طوق انہوں نے اپنی گردنوں میں ڈال لئے ہیں۔ شاید کہنے والوں نے اسی موقعہ کے لئے کہا تھا کہ بارش سے بچنے کے لئے پرنالے کے نیچے آکھڑے ہوئے۔

حاصل جواب اس داستان وحشت نشان کا آغاز کرتے ہوئے بریلوی فتنہ کے مصنّفین تحریر فرماتے ہیں:۔

Marfat.com

ناظرین اگر صرف ایک نکتہ کو ذہن میں رکھ کر زلزلہ کا مطالعہ کریں تو انشاء اللہ تعالیٰ مغالطہ اور فریب کے سارے پردے تار تار نظر آئیں گے۔

وہ نکتہ یہ ہے کہ حضرت مولانا اسماعیل شہید، اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہم اکابر جماعت دیوبند نے کسی مخلوق کے لئے جس "علم غیب" کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے وہ، وہ علم غیب ہے جسکو قرآن پاک میں علم غیب کہا گیا ہے اور جسکو قُل لَّا یَعْلَمُ مَن فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَیْبَ اِلَّا اللّٰہُ اور وَعِنْدَہٗ مَفَاتِحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُھَا اِلَّا ھُوَ وغیرہ آیات میں اللہ تعالیٰ کی صفت خاصہ بتلایا گیا ہے اور جسکو مختلف مشرک قومیں اپنے معبودان باطل کیلئے مانتی رہی ہیں اور بہت سے جاہل اور اسلامی توحید سے نا آشنا مسلمان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارہ میں بلکہ اولیاء کرام کے بارہ میں اسی علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔ اور زلزلہ میں "تصویر کا دوسرا رُخ" کے زیر عنوان بزرگان جماعت دیوبند سے متعلق اس سلسلہ کی جو حکایات نقل کی گئی ہیں اور جو واقعات لکھے ہیں وہ سب کشف والہام اور فراست ایمانی کے قبیل سے ہیں جو بندوں ہی کی صفات ہیں۔

(بریلوی فتنہ ص ۳۵ نیا ایڈیشن)

یہی ہے وہ نسخہ شفا جسے دیوبند اور ندوہ کے ماہرین نے سالہا سال کی عرق ریزیوں کے بعد مرتب کیا ہے اور جسے پیش کر کے وہ اپنی بیمار قوم کو تسلی دے رہے

۱ے مسلمانوں کے خلاف اتنے بڑے سنگین الزام کے ثبوت میں نہ کوئی قابل اعتماد شہادت پیش کی گئی ہے اور نہ کسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔ سب سے بڑی دلیل جو حاشیہ میں دی گئی ہے وہ یہ ہے کہ ایسے جاہلوں، گمراہوں کو ہم نے بچشم خود دیکھا ہے اور انکی صریح مشرکانہ باتیں سنی ہیں۔

Marfat.com

ہیں کہ اب چین کی نیند سو جاؤ ہم نے زلزلہ کا جواب تیار کر لیا — یہ کہنا تو قبل از وقت ہوگا کہ انھوں نے زلزلہ کا جواب تیار کیا ہے یا خودکشی کے بعد اپنے مذہب کا نیا کفن، لیکن اتنی بات ضرور کہہ سکتا ہوں کہ آنے والے اوراق کا مطالعہ کرنے کے بعد آپ میری رائے سے ضرور اتفاق کریں گے کہ جواب کے مقابلے میں خاموشی ان لوگوں کے لئے کہیں بہتر تھی۔

بہرحال اب ہم پھر قوم کی کھلی عدالت میں استغاثہ کا اصل بیان، پھر اس کا اصل جواب اور جواب پر اپنا تنقیدی جائزہ پیش کر رہے ہیں اور ارباب علم و دانش سے بجا طور پر توقع رکھتے ہیں کہ وہ منصفانہ جذبے کے ساتھ ہماری معروضات کا مطالعہ فرمائیں گے۔

"بریلوی فتنہ" کی مذکورہ بالا عبارت کا یہ حصہ دلچسپی کے ساتھ پڑھنے کے قابل ہے :-

حضرت مولانا اسماعیل اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا اشرف علی تھانوی وغیرہم اکابر جماعت دیوبند نے کسی مخلوق کے لئے جس علم غیب کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے وہ، وہ علم غیب ہے جس کو قرآن پاک میں علم غیب کہا گیا ہے۔ (بریلوی فتنہ ص ۳۵)

ذرا اس طویل ترین فقرے کا حلیہ ملاحظہ فرمائیں۔ ایسا لگتا ہے کہ آدمی کے بجائے کوئی "آسیب زدہ" بول رہا ہے۔ تین بار علم غیب کی تکرار کے بعد بھی یہ معمہ حل نہیں ہو سکا ہے کہ آخر علم غیب کیا ہے۔

لیکن کئی ورق کے بعد بریلوی فتنہ کے مصنفین کو شاید اپنی یہ فرد گذاشت یاد آ گئی اور انہوں نے علم غیب کے مفہوم کی تشریح کرتے ہوئے ارشاد فرمایا۔

قرآن عزیز کی زبان اور دین کی خاص اصطلاح میں علم غیب، غیب

Marfat.com

کا وہی علم ہے جو کسی کے بتلائے بغیر کسی ہستی کو خود اپنے اختیار سے حاصل ہو اور یہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی کی صفت اور شان ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں۔ (بریلوی فتنہ ص ۵۹)

اس عبارت کا حاصل یہ ہے کہ قرآن کی زبان اور دین کی اصطلاح میں علمِ غیب کا اطلاق، غیب کے اُسی علم پر ہوگا جو کسی کے بتلائے بغیر کسی ہستی کو خود اپنے اختیار سے حاصل ہو۔ اور یہ شان صرف خدا کی ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ازروئے قرآن، علم غیب کا لفظ رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر نہیں بولا جائے گا۔

خودکشی کی چند مثالیں

اب اپنے ہی خنجر سے اپنے قتل کا ایک عبرت ناک تماشا دیکھیے۔

یہی مولوی اشرف علی تھانوی جن کا حوالہ مصنف نے مذکورہ بالا عبارت میں دیا ہے۔ اپنی مشہور کتاب حفظ الایمان میں حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کی ذات پر لفظ عالم الغیب کے اطلاق کی بابت ایک سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

واضح رہے کہ تھانوی صاحب کی یہی وہ ایمان سوز اور دل آزار عبارت ہے جس میں انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دے کر بارگاہ رسالت میں بدترین قسم کی گستاخی کی ہے اور جس کے خلاف مسلمانوں کا سوادِ اعظم آج تک احتجاج کر رہا ہے۔

اب دل پہ ہاتھ رکھ کر حفظ الایمان کی وہ لرزہ خیز عبارت پڑھیے:۔

حضور کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب امر یہ ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب، اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے ایسا علم غیب تو زید و عمر و بکر بلکہ ہر صبی (بچہ) مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے

Marfat.com

بھی حاصل ہے کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جاوے۔

(حفظ الایمان ص ۹)

اور اسی قابلِ اعتراض عبارت کی صفائی میں دیوبندی گروہ کے ایک ممتاز راہنما مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے اپنی کتاب توضیح البیان میں تحریر فرمایا ہے:۔

صاحب حفظ الایمان کا مدعیٰ تو یہ ہے کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو باوجود علم غیب عطائی ہونے کے عالم الغیب کہنا جائز نہیں۔ (توضیح البیان ص ۱۲)

اسی کتاب میں دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں:۔

یہاں گفتگو غیب کے مفہوم میں ہو رہی ہے جو سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب پر بھی صادق آتا ہے اور غیر کے علم غیب پر بھی۔ (ص ۱۳)

تیسری جگہ اس سے بھی زیادہ واضح ایک عبارت ملاحظہ فرمایئے:۔

حفظ الایمان میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو علم غیب بعطائے الٰہی حاصل ہے۔ (توضیح البیان ص ۸)

آپ کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ حفظ الایمان میں خود تھانوی صاحب نے نہایت صراحت کے ساتھ علم غیب کا اطلاق نہ صرف انسانوں بلکہ جانوروں اور پاگلوں کے علم پر بھی کیا ہے اور توضیح البیان میں مولوی مرتضیٰ حسن صاحب نے نہایت شد و مد کے ساتھ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پر "علم غیب" اطلاق کرتے ہوئے ان کے حق میں علم غیب کا عقیدہ کھلے بندوں ثابت کیا ہے۔

اور سب سے بڑھ کر نقد الزام تو یہ ہے کہ خود مولوی منظور نعمانی جو بریلوی فتنہ کے اصل مصنف ہیں اپنی کتاب "فیصلہ کن مناظرہ" میں اسی حفظ الایمان کی عبارت پر علمائے عرب و عجم کی طرف سے عائد کیے جانے والے الزامات کا جواب

Marfat.com

دیتے ہوئے لکھتے ہیں :-

غیب کی بعض باتوں کا علم تو سب کو ہے۔ کیوں کہ ہر جاندار کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہے جو دوسرے سے مخفی ہے تو چاہیئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے۔ (فیصلہ کن مناظرہ صفہ ۱۴۴)

اتنی تفصیل کے بعد اب مذکورہ بالا عبارتوں کی روشنی میں آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ ایک طرف تو علم غیب کے اطلاق کو صرف خدا کے ساتھ خاص مانا جارہا ہے اور اس کا مفہوم یہ بیان کیا جارہا ہے کہ جو کسی کے بتلائے بغیر کسی ہستی کو خود اپنے اختیار سے حاصل ہو اور دوسری طرف اُسی علم غیب کا اطلاق زید و عمر بلکہ ہر صبی و مجنون بلکہ جملہ حیوانات و بہائم کے علم پر بھی کیا جارہا ہے۔

یہی وہ مقام ہے جہاں جی چاہتا ہے کہ مولوی منظور نعمانی اور دیوبندی مکتب فکر کے ذمہ دار علماء سے میں چند سوال کروں۔ زلزلہ کے الزامات کا اگر ان کے پاس کوئی صحیح جواب ہے تو وہ ہمیں ان سوالات پر مطمئن کریں۔

پہلا سوال تو یہ ہے کہ حفظ الایمان، توضیح البیان اور فیصلہ کن مناظرہ میں زید و عمر، ہر صبی و مجنون اور جملہ حیوانات و بہائم کے لئے جو علم غیب تسلیم کیا گیا ہے، اس علم غیب سے کیا مراد ہے؟

دوسرا سوال یہ ہے کہ قرآن کی زبان اور شریعت کی اصطلاح میں اگر علم غیب سے مراد غیب کا وہی علم ہے جو کسی کے بتلائے بغیر کسی ہستی کو خود اپنے اختیار سے حاصل ہو تو صاف صاف بتلایا جائے کہ حفظ الایمان، توضیح البیان اور فیصلہ کن مناظرہ میں زید و عمر، ہر صبی و مجنون اور جملہ حیوانات و بہائم اور ہر جاندار کے لئے جو علم غیب تسلیم کیا گیا ہے تو کیا علمائے دیوبند کے نزدیک ان تمام مخلوقات کا علم بغیر خدا کی عطا کے خود اپنے اختیار سے حاصل ہے؟ اگر حاصل

Marfat.com

نہیں ہے تو ان کے علم پر علم غیب کا اطلاق کیوں کیا گیا؟ اور اگر حاصل ہے تو علمائے دیوبند کو کروڑوں خداؤں کی بندگی مبارک ہو۔

تیسرا سوال یہ ہے کہ حفظ الایمان اور فیصلہ کن مناظرہ میں یہ فقرہ جو کہا گیا ہے "کیوں کہ ہر شخص کو کسی نہ کسی ایسی بات کا علم ضرور ہوتا ہے جو دوسرے شخص سے مخفی ہے تو چاہئے کہ سب کو عالم الغیب کہا جائے"۔ اس کے متعلق واضح الفاظ میں بتایا جائے کہ یہ کس دعوے کی دلیل ہے۔ اگر یہ دلیل اس دعوے کے ثبوت میں پیش کی گئی ہے کہ ہر شخص کو علم غیب حاصل ہے تو سُن لیا جائے کہ یہ دلیل اس وقت تک صحیح نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تسلیم نہ کر لیا جائے کہ علم غیب اُن باتوں کے علم کو کہتے ہیں جو کسی سے مخفی ہو۔

لہٰذا اب اپنی ہی تحریرات کی روشنی میں صاف لفظوں میں جواب دیا جائے کہ بریلوی فتنہ کے مصنف نے علم غیب کی جو تعریف یہاں کی ہے وہ صحیح ہے؟ یا جو تعریف حفظ الایمان اور فیصلہ کن مناظرہ میں بیان کی گئی ہے وہ صحیح ہے؟

نیز یہ بھی بتایا جائے کہ دونوں تعریفوں کا ماخذ کیا ہے اور دونوں تعریفوں میں نتائج کے اعتبار سے کیا فرق ہے؟

آخری ضرب

اب اخیر میں تھانوی صاحب کا کھلا بیان پڑھئے جس سے علم غیب کے سلسلہ میں بریلوی فتنہ کے مصنفین کی بنیاد ہی بالکل منہدم ہو جاتی ہے اور یہ دعویٰ آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ یہ عطائے خداوندی رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھنا قطعاً کفر و شرک نہیں ہے۔ اور یہ بات بھی بالکل عیاں ہو جاتی ہے کہ خدا کے عطا کردہ علم پر بھی "علم غیب" کا اطلاق صحیح ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں :-

ایک شخص نے مجھ سے پوچھا تھا کہ ایک شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب

Marfat.com

کا قائل ہے وہ تو کافر ہے اور جو علم بواسطہ کا قائل ہو یعنی خدا کی عطا کے واسطہ کا وہ کافر نہیں۔ (افاضات یومیہ جلد ۸ حصہ اول صفحہ ۲۰)

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے علم غیب کی بحث سے متعلق اپنی کتاب میں زلزلہ کے الزامات کا جواب دیا ہے اس کی بنیاد دو مقدمے پر تھی۔

پہلا مقدمہ تو یہ تھا کہ دیوبندی اکابر نے اپنی کتابوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں علم غیب کے مذہبی عقیدے کو جو کفر و شرک قرار دیا ہے وہ قرآن اور اسلام کے عین مطابق ہے۔ کیوں کہ قرآن کی زبان اور دین کی اصطلاح میں علم غیب اسی علم کو کہتے ہیں جو بغیر کسی کے بتلائے کسی ہستی کو خود اپنے اختیار سے حاصل ہو اور یہ شان صرف خدا کی ہے اور اسی کے ساتھ خاص ہے۔

لیکن خود تھانوی صاحب، مولوی مرتضیٰ حسن اور مولوی منظور نعمانی کی تحریروں سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ بریلوی فتنہ کے مصنفین نے علم غیب کی جو تعریف کی ہے وہ قطعاً غلط ہے۔ صحیح تعریف یہ ہے کہ علم غیب ان باتوں کے علم کو کہتے ہیں جو دوسرے سے مخفی ہو۔ نیز اُن کی تحریروں سے یہ بھی ثابت ہو گیا کہ علم غیب کچھ خدا کے ساتھ خاص نہیں بلکہ نبی اور غیر نبی بلکہ ہر جاندار مخلوق کو بھی علم غیب حاصل ہے۔

اب ان تمام مباحث کی روشنی میں قارئین کرام خود فیصلہ کریں کہ دیوبندی علماء پر یہ الزام عائد ہوتا ہے یا نہیں کہ جو علم غیب اُن کے عقیدے میں بچوں، پاگلوں، اور جانوروں تک کو حاصل ہے اسے رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں شرک قرار دے کر انہوں نے دین و دیانت کا نہایت بے دردی کے ساتھ خون کیا ہے۔

بحث کا ایک اور رُخ

الزامات کے جوابات کی بنیاد جن دو

مقدموں پر تھی ان میں سے پہلا مقدمہ ٹوٹ کر بالکل مسمار ہو گیا۔ فالحمد للہ تعالیٰ ـــــ لیکن مزید وضاحت کے لئے اس بحث کا ایک نئے رُخ سے اور جائزہ لیجئے ۔ مسئلہ علم غیب پر بحث کرتے ہوئے بریلوی فتنہ کے مصنفین تحریر فرماتے ہیں :-

چوتھی صورت مسئلہ علم غیب کی یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اللہ تعالیٰ کے برابر جمیع غیوب کا علم محیط تفصیلی تو نہ مانا جائے لیکن ابتدائے آفرینش عالم سے لے کر قیامت تک یا محشر کے حساب وکتاب اور داخلہ جنت و نار تک جمیع اشیاء یعنی تمام کائنات حاضرہ و غائبہ کی ایک ایک جزئی کے علم محیط تفصیلی کا عقیدہ رکھا جائے ۔ (بریلوی فتنہ ص ۹۳)

اب اپنے ہی ہاتھوں اپنے مسلک پر ایک کاری ضرب لگاتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں :-

یہ عقیدہ ہمارے نزدیک شرک یا کفر تو نہیں ہے لیکن قرآن وحدیث کے بیسیوں بلکہ پچاسوں واضح نصوص کے خلاف ایک سخت گمراہانہ عقیدہ ہے ۔

(بریلوی فتنہ ص ۹۴)

یہ ایک الگ بحث ہے کہ یہ عقیدہ قرآن وحدیث کے نصوص کے خلاف ہے یا قرآن حدیث کے نصوص کے عین مطابق ہے ۔ لیکن اتنی بات تو واضح طور پر ثابت ہو گئی کہ حضور سرور کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علم غیب کا یہ عقیدہ دیوبندی حضرات کے نزدیک بھی شرک اور کفر نہیں ہے اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ آغاز تخلیق عالم سے لے کر دخول جنت و نار تک جمیع اشیاء یعنی تمام کائنات موجودہ اور آئندہ کی ایک ایک بات کا تفصیلی علم اللہ کا سا علم نہیں ہے ورنہ اس عقیدے پر شرک اور کفر کا حکم ضرور لگایا جاتا ۔

Marfat.com

اب میں اپنے قارئین سے التماس کروں گا کہ ایک طرف علمائے دیوبند کا یہ مسلک نظر میں رکھئے کہ ان حضرات کے نزدیک رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ابتدائے آفرینش یعنی تخلیق کائنات نقطۂ آغاز سے لے کر قیامت تک جو ہو چکا جو ہو رہا ہے اور جو آئندہ ہوگا ساری کائنات کے ایک ایک ذرّے، ایک ایک قطرے اور ایک ایک واقعے کے تفصیلی علم کا عقیدہ شرک اور کفر نہیں ہے اور دوسری طرف بریلوی فتنہ کے مصنفین کی پیش کردہ تقویۃ الایمان کی یہ عبارت پڑھئے :-

سو جو کوئی کسی کا نام اُٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے اور بلا کے مقابلے میں اس کی دُہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ میں جب اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گذرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی وکشائش و تنگی، مرنا و جینا، غم و خوشی سب کی ہر وقت اسے خبر ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سُن لیتا ہے اور جو خیال و وہم میرے دل میں گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں شرک ہیں اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدے سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و شہید سے خواہ امام و امام زادہ سے خواہ بھوت و پری سے پھر یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی قدرت سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے۔ غرض اس عقیدہ سے ہر طرح شرک ثابت ہوتا

Marfat.com

ہے۔ (تقویۃ الایمان ص۱۱ ، بریلوی فتنہ ص۶۷)

اس عبارت پر کوئی تبصرہ کرنے سے پہلے یہ سوال حل طلب ہے کہ ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک ساری کائنات کے علم تفصیلی میں یہ ساری باتیں جن کا تذکرہ صاحب تقویۃ الایمان نے اپنی اس عبارت میں کیا ہے، داخل ہیں یا نہیں؟ اگر داخل ہیں اور بلاشبہ داخل ہیں تو بریلوی فتنہ کے مصنفین اس الزام کا جواب دیں کہ جو عقیدہ آپ حضرات کے نزدیک کفر و شرک نہیں ہے اس عقیدے کو صاحب تقویۃ الایمان نے کفر و شرک قرار دے کر کھلے بندوں ایمان و اسلام کا خون کیا ہے یا نہیں؟

ممکن ہے آپ جواب دیں کہ صاحب تقویۃ الایمان نے "اللہ کا سا علم" دوسرے کے لیے ماننے کو شرک کہا ہے اور یہ بلاشبہ سب کے نزدیک شرک ہے۔ میں عرض کروں گا کہ عقیدۂ علم غیب کی چوتھی صورت میں جس علم کو آپ حضرات، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ممکن تسلیم کر چکے ہیں اُسے اللہ کا سا علم قرار دینا صاحب تقویۃ الایمان کے خلاف نہایت سنگین الزام ہے۔ کیونکہ جو علم مخلوق کے لیے ممکن ہو گا وہ اللہ کا سا علم ہرگز نہیں ہو سکتا ——

اور سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ اللہ کے علم کے بارے میں آپ حضرات اپنی اسی کتاب میں کئی جگہ لکھ چکے ہیں کہ وہ کسی کا دیا ہوا نہیں ہے بلکہ خدا کو ذاتی طور پر خود اپنے اختیار سے حاصل ہے۔ لیکن صاحب تقویۃ الایمان نے شرک کا حکم خدا کے دیئے ہوئے علم پر بھی عائد کیا ہے۔ دوسرے لفظوں میں صاحب تقویۃ الایمان یہ کہنا چاہتے ہیں کہ اُن کے نزدیک اللہ کا دیا ہوا علم بھی اللہ کا سا علم ہے۔

اب آپ ہی حضرات انصاف کریں کہ ایسا عقیدہ رکھنا خدا کی جناب میں

Marfat.com

کھلی ہوئی گستاخی ہے یا نہیں ؟

ایک مغالطہ کا جواب

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے تقویۃ الایمان کی مندرجہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد ہم سے سوال کیا ہے کہ :-

تقویۃ الایمان کی اس عبارت کو غور سے پڑھئے اور اس کے جس فقرہ پر ہم نے خط دے دیا ہے (یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے) اس کو خاص طور سے نظر کے سامنے رکھئے اور پھر بتلائیے کہ اس میں جس عقیدہ کو شرک اور اس کے رکھنے والے کو مشرک بتلایا گیا ہے، کیا قرآن پر ایمان لانے والا اور اس کی دعوت توحید کو قبول کرنے والا کوئی آدمی اس سے اختلاف کر سکتا ہے —— کیا اللہ کا سا علم کسی مخلوق کو ثابت کرنا شرک نہیں ؟ (بریلوی فتنہ) ص۶۷

ضرور شرک ہے۔ لیکن یہ اختیار آپ حضرات کو کس نے دیا کہ جس چیز کا جو نام چاہیں اپنی مرضی سے رکھ دیں۔ جیسا کہ چند باتیں بیان کرنے کے بعد صاحب تقویۃ الایمان نے اپنی طبیعت سے اس کا نام اشراک فی العلم رکھ دیا اور یعنی کے بعد اس کا ترجمہ کیا "اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا" اور مزید غضب یہ ڈھایا کہ خدا کے عطا کردہ علم کو بھی انہوں نے اللہ کا سا علم قرار دے دیا۔

کیا قرآن پر ایمان لانے والا اور اس کی دعوت توحید کو قبول کرنے والا کوئی آدمی اس عقیدے سے اتفاق کر سکتا ہے ؟ کیا عطائی علم کو اللہ کا سا علم قرار دینا عقیدہ توحید کے خلاف ایک بدترین قسم کی سازش نہیں ہے ؟

رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دل کے چھپے ہوئے نفاق کی

Marfat.com

پردہ دری کا ذرا یہ عبرت انگیز تماشا دیکھئے کہ تقویۃ الایمان کی اس پوری عبارت میں کہیں بھی علم غیب کا لفظ نہیں ہے، جس سے یہ سمجھا جائے کہ عقیدۂ علم غیب کی بنیاد پر صاحب تقویۃ الایمان نے ان چیزوں کے علم کو شرک قرار دیا ہے۔

اور جس علم کا بار بار ذکر کیا ہے اس کے متعلق بریلوی فتنہ کے مصنفین خود ہی اقرار کر چکے ہیں کہ اس طرح کا علم کسی مخلوق کے لئے ثابت کرنا کفر و شرک نہیں ہے۔

اب اس عبارت کی بنیاد کے سلسلے میں سوا اس کے اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مدعا صرف انبیاء اولیاء کی حرمتوں کو گھائل کرنا ہے۔ ورنہ اس عبارت میں جن باتوں کے علم کو اللہ کا سا علم قرار دیا گیا ہے اگر وہ واقعتہً اللہ کا سا علم ہے تو اب ذلزلہ کے اس الزام سے گلو خلاصی ممکن نہیں ہے کہ ایک ہی بات جو دیوبندی مذہب میں انبیاء و اولیاء کے لئے کفر و شرک ہے وہی گھر کے بزرگوں کے حق میں دین و ایمان بن گئی ہے۔

مثال کے طور پر تقویۃ الایمان کی مذکورہ بالا عبارت میں جن باتوں کے عقیدے کو غیر خدا کے لئے شرک قرار دیا گیا ہے ان میں ایک بات یہ بھی ہے:۔

"اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو خیال و وہم میرے دل میں گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے"۔

اب اسی کے ساتھ ذرا دیوبندی خانوادے کے ایک بزرگ شاہ عبدالرحیم رائے پوری کے متعلق تھانوی صاحب کا یہ عقیدہ ملاحظہ فرمائیے:۔

مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کا قلب بڑا ہی نورانی تھا۔ میں ان کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہو جائیں۔

(ارواح ثلاثہ صـ۲۹۸)

کہئے! یہ اللہ کا سا علم ہے یا نہیں! جو ایک مخلوق کے لئے ثابت کیا جا

Marfat.com

رہا ہے۔ وہی عقیدہ جو تقویۃ الایمان میں شرک تھا، یہاں ایمان کے لباس میں ہے۔
مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے اپنی کتاب "تذکرۃ الرشید" میں اسی طرح کا عقیدہ ایک طالب علم کی زبانی مولوی رشید احمد گنگوہی کے بارے میں بھی نقل کیا ہے کہ:

> حضرت کے سامنے جاتے مجھے بہت ڈر معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ قلب کے وساوس (وسوسے) اختیار میں نہیں اور حضرت ان پر مطلع ہو جاتے ہیں۔
>
> (تذکرہ ج ۲ ص ۲۲۷)

کہئے! یہ بھی اللہ کا سا علم ہے یا نہیں؟ واضح رہے کہ ان دونوں عبارتوں میں اس کی بھی گنجائش نہیں ہے کہ خدا کی طرف سے وقتی طور پر الہام کا سہارا لے کر جان چھڑائی جائے، کیونکہ تذکرہ اس نورانی قلب کا ہے جو ہر وقت آئینہ کی طرح خود روشن رہا کرتا تھا۔ ورنہ پاس بیٹھنے اور سامنے جانے سے ہر وقت خوف کے کیا معنیٰ ہیں۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ ہمہ وقتی آگہی کی قوت ان کے اندر موجود تھی اور دیوبندی مذہب میں اسی کو اشراک فی العلم کہتے ہیں۔ یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا۔

بحث کا خلاصہ

گذشتہ مباحث کی روشنی میں تین باتیں اچھی طرح واضح ہو گئیں۔

پہلی بات تو یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جو ہو چکا جو ہو رہا ہے اور جو کچھ ہونے والا ہے ساری کائنات کے ایک ایک ذرّہ ایک ایک قطرہ اور ایک ایک واقعہ کا تفصیلی علم اللہ کا سا علم نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ثابت ہوئی کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں تخلیق عالم کے نقطۂ آغاز سے لے کر قیامت بلکہ دخولِ جنت و نار تک ساری کائنات

Marfat.com

گذشتہ، موجودہ اور آئندہ کے ایک ایک ذرّہ ذرّہ ایک ایک قطرہ اور ایک ایک واقعہ کے تفصیلی علم کا عقیدہ دیوبندی علماء کے نزدیک بھی شرک اور کفر نہیں ہے۔

تیسری بات یہ ثابت ہوئی کہ تقویۃ الایمان میں خدا کا سا علم کہہ کر جن باتوں کے علم عطائی کو شرک قرار دیا گیا ہے وہ دیوبندی حضرات کے نزدیک بھی قطعاً غلط اور خلاف واقعہ ہے۔

خیانت کے الزامات کا جواب

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے علم غیب کی بحث میں مصنّف زلزلہ پر خیانت کے دو الزامات عائد کیے ہیں۔

پہلا الزام انہی کے الفاظ میں ملاحظہ فرمایئے:

ہم نے تقویۃ الایمان کا جو طویل اقتباس ص۱۱ سے ابھی اوپر نقل کیا ہے، ارشد القادری صاحب نے بھی زلزلہ ص۵ پر اس کا کافی حصہ درج کیا ہے لیکن خیانت یہ کی ہے کہ جس فقرہ پر ہم نے خط دیا ہے (یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے) اس کو درمیان سے بالکل حذف کر دیا ہے اور اس کی جگہ نقطے لگا دیئے ہیں۔ حالانکہ اسی فقرے سے یہ بات پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ شاہ شہید نے کسی مخلوق کے لئے اللہ کا سا علم ثابت کرنے کو شرک کہا ہے اور کسی ایمان والے کو اس سے اختلاف کی جرأت نہیں ہو سکتی۔ (بریلوی فتنہ ص۶۸)

اس الزام کا ایک جواب تو گذشتہ اوراق میں گذر چکا ہے۔ اور دوسرا جواب یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کی عبارت میں جس فقرے کو حذف کیا گیا ہے وہ سرے سے بحث کا کوئی حصہ ہی نہیں ہے جس کے حذف کر دینے سے عبارت کا مفہوم مسخ ہو

Marfat.com

جاتا ہو بلکہ اس فقرے کے ذریعہ تقویۃ الایمان کے مصنف نے صرف اتنا بتایا ہے کہ جو باتیں اوپر بیان کی گئی ہیں، انہیں اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی مشرک ہو جاتا ہے۔ یعنی کے بعد اسی اشراک فی العلم کا اردو ترجمہ ہے کوئی نئی چیز نہیں ہے۔

بریلوی فتنہ کے مصنفین میں ذرا بھی فکری بصیرت ہوتی تو انہیں اپنا گریبان چاک کرنے کے بجائے سوچنا چاہیئے تھا کہ اعتراض کا اصل منشا عبارت کا مضمون ہے۔ اس کا نام نہیں ہے۔ اس لئے نام والا حصہ حذف ہو جانے کے بعد بھی عبارت کا مفہوم اپنی جگہ پر ہے۔

اور اگر بصیرت نہیں تھی تو بصارت ہی سے کام لیتے اور غور سے دیکھتے کہ زلزلہ میں تقویۃ الایمان کی جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں شرک کا لفظ نقل ہوا ہے یا نہیں؟ اگر نقل ہوا ہے تو جو معنی اشراک فی العلم کے لفظ سے پیدا ہوتے ہیں، وہی معنی تو شرک کے لفظ سے بھی پیدا ہوتے ہیں۔ کیونکہ کسی مخلوق میں خدا کی سی صفت ثابت کرنے کا نام ہی تو شرک ہے اگر وہ خدا کی سی نہ ہو تو اُسے شرک ہی کیوں کہا جائے گا اور چونکہ شرک کا لفظ نقل کردہ عبارت میں موجود ہے۔ اس لئے حذف فقرے کے بغیر بھی خدا کا سا علم ثابت کرنے کا مفہوم مسخ نہیں ہوا۔

اب اتنی وضاحت کے بعد مصنف زلزلہ پر زیادہ سے زیادہ کوئی الزام اگر عائد ہو سکتا ہے تو صرف یہ کہ انہوں نے ایک ایسے حصے کو حذف کر دیا جو عبارت میں مکرر تھا اور اسے خیانت اور چوری اس لئے نہیں کہہ سکتے کہ محذوف شدہ حصے کو نقطوں کی علامت سے واضح کر دیا گیا تھا۔

ان ساری تفصیلات کے بعد بھی اگر بریلوی فتنہ کے مصنفین کو اصرار ہے کہ نام والے حصے کے بغیر پوری عبارت کا مفہوم مسخ ہو گیا ہے تو میں عرض کروں گا کہ

Marfat.com

وہ اپنی نادانی سے صاحب تقویۃ الایمان پر یہ سنگین الزام عائد کر رہے ہیں کہ اس عبارت میں جن عقیدوں کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے وہ حقیقت میں شرک نہیں تھے بلکہ اشراک فی العلم کے نام سے موسوم ہونے کے بعد ہی اچانک وہ شرک ہو گئے۔ اگر امر واقعہ یہی ہے تو خون ناحق کا اقرار مبارک ہو۔ ہم نے بھی تو زلزلہ میں یہی کہا تھا کہ اسلام کو کفر اور کفر کو اسلام سے تعبیر کرنا دیوبندی مذہب کا سب سے بڑا ہنر ہے۔

اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

پہلے الزام کا جواب مکمل ہو جانے کے بعد اب دوسرے الزام کی تفصیل انہی کی زبانی ملاحظہ فرمائیے۔ بریلوی فتنہ کے مصنف بھرپور عالم غیظ میں تحریر فرماتے ہیں :

زلزلہ کے مصنف نے اسی مسئلہ علم غیب سے متعلق تقویۃ الایمان کی عبارتوں کے بعد فتاویٰ رشیدیہ کی چند عبارتیں نقل کی ہیں پہلے نمبر پر یہ عبارت ہے ـــــ

جو شخص اللہ جل شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ وہ بے شک کافر ہے۔ اس کی امامت اس سے میل جول محبت و مودت سب حرام ہے۔ (فتاویٰ رشیدیہ صـ۲۹ زلزلہ صـ۱۰)

یہاں بھی اس ظالم نے صریح مجرمانہ خیانت کی ہے۔ ایک فقرہ جس سے مسئلہ کی پوری وضاحت ہوتی تھی اس کو درمیان سے حذف کر دیا، اور اس کی جگہ نقطے لگا دیئے۔ فتاویٰ رشیدیہ میں اس فتوے کی پوری عبارت اس طرح ہے :ـــــ جو شخص اللہ جل شانہٗ کے سوا علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے اور اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے وہ بے شک کافر ہے۔ الخ (بریلوی فتنہ صـ۷)

Marfat.com

نقل کیا گیا تو چونکہ "تصویر کے پہلے رُخ"، کا موضوع بحث دیوبندی مذہب کے وہ عقائد ہیں جن میں ہمارا اُن کا اختلاف ہے۔ اس لئے عبارت کا جتنا حصہ موضوع بحث کے مناسب تھا اسے نقل کر دیا گیا۔ وہ کسی مخلوق کے لئے اللہ کے برابر علم ثابت کرنا"، چونکہ ہمارے نزدیک بھی کفر ہے اور ان کے نزدیک بھی، اس لئے ان کے ذکر کی کوئی ضرورت نہیں محسوس کی گئی۔ البتہ انبیاء کے حق میں علم غیب کا عقیدہ ہمارے نزدیک کفر نہیں لیکن اُن کے نزدیک کفر ہے اس لئے اختلاف کو واضح کرنے کے لئے اس کا ذکر ضروری تھا۔ خیانت کی بات تو جب ہوتی کہ ان کی عبارت کے کسی ایسے حصے کو حذف کر دیا جاتا جس سے ان کا مسلک مجروح ہو جاتا یا عبارت کا مفہوم مسخ ہو جاتا ہے۔

اتنی وضاحت کے بعد مجھے اُمید ہے کہ آئندہ دیوبندی مصنفین کسی کے خلاف خیانت کا الزام عائد کرنے میں احتیاط سے کام لیں گے۔ اور خیانت و ضرورت کے درمیان جو جوہری فرق ہے اسے دیانت داری کے ساتھ سمجھنے کی کوشش کریں گے۔

جواب کی دوسری بُنیاد

خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ زلزلہ کے الزامات کے جواب کی ایک بنیاد ٹوٹ کر بالکل مسمار ہو گئی۔ اب جواب کی دوسری بنیاد پر بحث کا آغاز کرتا ہوں۔

جواب کی دوسری بنیاد جو دیوبندی مصنفین نے قائم کی ہے وہ یہ ہے کہ چھپی ہوئی باتوں کے علم سے متعلق دیوبندی بزرگوں کے جو واقعات ان کی کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں ان کا تعلق کشف سے ہے علم غیب سے نہیں ہے اور دیوبندی اکابر نے کسی مخلوق کے حق میں علم غیب کا انکار کیا ہے۔ کشف کا انکار نہیں کیا ہے کیونکہ کشف اور علم غیب دونوں کے درمیان فرق ہے"۔

Marfat.com

اس کے بعد نتیجے کے طور پر تحریر فرماتے ہیں :-

زلزلہ کے مصنف نے خط کشیدہ فقرہ (اللہ تعالیٰ کے برابر کسی دوسرے کا علم جانے) درمیان سے حذف کر دیا ہے۔ جس سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے کفر کا حکم اس صورت میں لگایا ہے جب کہ کوئی شخص اللہ کے سوا کسی مخلوق کے لئے اللہ تعالیٰ کے برابر علم ثابت کرے اور یہ اجماعی مسئلہ ہے۔ (بریلوی فتنہ ص)

بات کہہ کر بھول جانا جھوٹے کی علامت کہا گیا ہے۔ اسی کتاب کے آغاز میں بریلوی فتنہ کے مصنفین نے لکھا ہے کہ گنگوہی صاحب نے کسی مخلوق کے لئے جس علم غیب کے ثابت کرنے کو شرک کہا ہے۔ وہ، وہ علم غیب ہے۔ جسے قرآن میں علم غیب کہا گیا ہے۔ اور قرآن میں علم غیب اسی علم کو کہا گیا ہے جو کسی کے بتلائے بغیر کسی ہستی کو خود اپنے اختیار سے حاصل ہو اور یہ بے شک اللہ تعالیٰ کی صفت اور شان ہے جس میں اس کا کوئی شریک نہیں (بریلوی فتنہ

اس کے معنیٰ یہ ہیں کہ جو شخص کسی مخلوق کے لئے علم غیب ثابت کرتا ہے وہ گنگوہی صاحب کے نزدیک اسے خدا کا شریک ٹھہراتا ہے اور اس بنیاد پر وہ قطعاً کافر و مشرک ہے۔ لیکن اب یہاں گنگوہی صاحب کے مسلک کی خلاف ورزی کرتے ہوئے کہا جا رہا ہے کہ انہوں نے اس بنیاد پر اسے کافر نہیں کہا ہے کہ اس نے مخلوق کے لئے علم غیب ثابت کیا ہے بلکہ اس بنیاد پر وہ کافر ہے کہ اس نے مخلوق کا علم خدا کے برابر کر دیا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ بریلوی فتنہ کے مصنفین ذرا بھی غور و فکر سے کام لیتے تو وہ یہ نکتہ سمجھ لیتے کہ کسی مخلوق کے لئے علم غیب ثابت کرنا اور مخلوق کا علم خدا کے برابر ٹھہرانا، گنگوہی صاحب کے مسلک پر ان دونوں باتوں میں قطعاً کوئی فرق نہیں

Marfat.com

ہے۔۔۔کیوں کہ ان کے نزدیک کسی مخلوق کے لئے علم غیب ثابت کرنے کے معنیٰ ہی یہ ہیں کہ خدا کی طرح اس کا علم بھی بغیر کسی کے بتلائے اپنے اختیار سے حاصل ہے۔ اور ظاہر ہے کہ یہ بھی خدا کے ساتھ برابری کا دعویٰ ہوا۔۔۔۔

چنانچہ خود بریلوی فتنہ کے مصنفین نے زلزلہ کے حوالے سے فتاویٰ رشیدیہ کی جو عبارتیں نقل کی ہیں اس سے بھی گنگوہی صاحب کا یہ مسلک اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ ان کے نزدیک کسی مخلوق کے لئے صرف علم غیب ثابت کرنے والا بھی اسی طرح کافر و مشرک ہے جس طرح برابری کا دعویٰ کرنے والا۔ وہ عبارتیں یہ ہیں:

- اور یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ (یعنی حضور صلے اللہ علیہ وسلم) کو علم غیب تھا، صریح شرک ہے۔
- اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو صریح شرک ہے۔
- جو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کے عالم الغیب ہونے کا معتقد ہے وہ سادات حنفیہ کے نزدیک قطعاً کافر و مشرک ہے۔

بریلوی فتنہ کے مصنفین میں ذرا بھی علمی غیرت ہو تو وہ انگلی رکھ کر بتائیں کہ کہ فتاویٰ رشیدیہ کی مذکورہ بالا عبارتوں میں کفر و شرک کا حکم جس عقیدے پر لگایا گیا ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے برابر علم ثابت کرنے کا ذکر کہاں ہے؟ بلکہ یہاں کفر و شرک کا جو حکم بھی ہے وہ تنہا علم غیب کے عقیدے پر ہے۔

دلائل کی روشنی میں یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ ان کے نزدیک یہ دونوں عقیدے ایک ساتھ بھی کفر ہیں اور الگ الگ بھی۔ اس لئے ایک کا ذکر دوسرے کے بغیر اگر کہیں کر بھی دیا گیا تو اس سے ان کے مسلک پر قطعاً کوئی اثر نہیں پڑتا کہ ان دونوں میں سے کسی عقیدے کا کفر کسی دوسرے پر موقوف نہیں ہے۔

اب رہ گئی یہ بات کہ زلزلہ میں ان کی عبارت کا صرف ایک ہی حصہ کیوں

Marfat.com

دیوبندی مصنفین کا یہ دعویٰ کہ کشف اور علم غیب کے درمیان فرق ہے ۔اس لئے کشف پر علم غیب کا حکم نہیں لگایا جا سکتا قطعاً جھوٹا اور غلط دعویٰ ہے ۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس دعوے کا جھوٹ فاش کرنے کے لئے ہمیں کہیں اور جگہ دلیل تلاش کرنے کی ضرورت نہیں ہے ۔کیوں کہ دیوبند کا لٹریچر ہی اس جھوٹ کی پردہ دری کے لئے کافی ہے ۔خود دیوبندی اکابر نے کشف اور علم غیب کے مفہوم میں یکسانیت پیدا کر کے دونوں کے درمیان فرق کے دعوے کو خاک میں ملا دیا ہے ۔

پہلا ثبوت

چنانچہ حفظ الایمان اور فیصلہ کن مناظرہ میں تھانوی صاحب اور نعمانی صاحب کے قلم سے علم غیب کی یہ تعریف پچھلے اوراق میں کہیں گذر چکی ہے کہ علم غیب ان باتوں کے علم کو کہتے ہیں جو دوسروں سے مخفی ہو ۔اب اگر یہی تعریف کشف کی بھی ہو تو لازماً تسلیم کرنا ہوگا کہ دونوں کے مفہوم میں کوئی فرق نہیں ہے ۔اب علم غیب کی یہ تعریف نظر میں رکھتے ہوئے کشف کے متعلق مبشرات دار العلوم نامی کتاب کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے :۔

بعض کامل الایمان بزرگوں کو جن کی عمر کا بیشتر حصہ تزکیہ نفس اور روحانی تربیت میں گذرتا ہے ۔ باطنی اور روحانی حیثیت سے ان کو من جانب اللہ ایسا "ملکۂ راسخہ" حاصل ہوتا ہے کہ خواب یا بیداری میں ان پردہ امور خود بخود منکشف ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں ۔ (مبشرات صـ ۱۲)

جس ملکۂ راسخہ کے ذریعہ دیوبند کے کامل الایمان بزرگوں کو چھپی ہوئی باتوں کا انکشاف ہوا کرتا ہے اس کے متعلق صاف صاف بتایا جائے کہ

Marfat.com

اسے کشف کہا جائے گا یا علم غیب؟ اگر علم غیب کہا جائے گا تو بغیر کسی تکلف کے یہ دعویٰ ثابت ہو گیا کہ دیوبندی مصنفین اپنے بزرگوں کے حق میں صریح طور پر علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں۔

اور اگر اس کا نام کشف رکھا جائے تو کشف کی یہاں جو تعریف بیان کی گئی ہے وہ بالکل وہی ہے جو حفظ الایمان اور فیصلہ کن مناظرہ میں دیوبندی اکابر نے علم غیب کی تعریف میں بیان کی ہے۔ جب دونوں کی تعریف ایک ہی ہے تو لامحالہ دونوں ایک ہوئے اور کشف پر علم غیب کا اطلاق لازماً درست اور صحیح ہوا —

دوسرا ثبوت

اور سب سے بڑا نقد ثبوت تو یہ ہے کہ یہی مولوی منظور نعمانی جو بریلوی فتنہ کے درپردہ مصنف ہیں، اس دعوے کے ثبوت میں کہ جانوروں کو بھی علم غیب حاصل ہوتا ہے، اپنی کتاب فیصلہ کن مناظرہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ پہلے مضمون کی سرخی ملاحظہ فرمایئے اس کے بعد اصل مضمون پڑھیے:۔

خاں صاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم

اس عنوان کے تحت موصوف نے الملفوظ کے حوالے سے ایک صاحب کشف گدھے کا واقعہ نقل کیا ہے جس کے راوی کوئی بزرگ ہیں، وہ بیان کرتے ہیں کہ:۔

ہم مصر گئے تھے۔ وہاں ایک جگہ جلسہ بڑا بھاری تھا۔ دیکھا کہ ایک شخص ہے اس کے پاس گدھا ہے۔ اس کی آنکھوں پر ایک پٹی بندھی ہوئی ہے۔ ایک چیز ایک شخص کی دوسرے کے پاس رکھ دی جاتی ہے۔

Marfat.com

اُس گدھے سے پوچھا جاتا ہے۔ گدھا ساری مجلس میں دورہ کرتا ہے
جس کے سامنے ہوتی ہے سامنے جاکر سر ٹیک دیتا ہے۔

(فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۵۱)

یہ واقعہ نقل کرتے کے بعد فرماتے ہیں کہ :۔

خاں صاحب کے اس ملفوظ سے معلوم ہوا کہ موصوف کے نزدیک اس
گدھے کو بھی بعض مخفی باتوں کا کشف ہوتا تھا۔ وہٰذا ہو مقصود۔

(فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۵۱)

دیکھ رہے ہیں آپ! سارے قصے میں کہیں بھی علم غیب کا ذکر نہیں ہے۔ صرف کشف کا تذکرہ ہے۔ لیکن اسی کشف کو علم غیب سے تعبیر کر کے نعمانی صاحب نے یہ سُرخی قائم کی ہے کہ "خاں صاحب کے نزدیک گدھے کو بعض غیوب کا علم"۔ ؎

مدعی لاکھ پہ بھاری ہے گواہی تیری

فرمائیے! جب خود "پیرِ مغاں" ہی کے اقرار سے ثابت ہو گیا کہ کشف اور علم غیب میں کوئی فرق نہیں ہے تو اب بریلوی فتنہ کے مصنفین کے لئے سر چھپانے کی جگہ کہاں ہے؟

تیسرا ثبوت

لیکن جھوٹوں کو آخری ٹھکانے تک پہنچانے کے لئے اب اس سے بھی زیادہ ایک مضبوط دستاویز ملاحظہ فرمائیے:۔

شاہ اسماعیل دہلوی، دیوبندی مذہب کی بنیادی کتاب تقویۃ الایمان میں تحریر فرماتے ہیں :۔

جو کوئی غیب کی بات بتانے کا دعویٰ رکھتا ہے اس کے پاس جو کوئی جاکر کچھ
پوچھے تو اس کی عبادت چالیس دن تک قبول نہیں ہوتی۔ کیوں کہ اس نے
شرک کی بات کی اور شرک سب عبادتوں کا نور کھو دیتا ہے۔ اور نجومی اور

Marfat.com

رمال اور جفار اور فال دیکھنے والے اور نامہ نکالنے والے اور کشف اور استخارہ کا دعویٰ کرنے والے اسی میں داخل ہیں۔

(تقویۃ الایمان ص۵۳)

کشف کا تعلق علم غیب سے نہیں ہے تو کشف کے مدعی کو مدعیان علم غیب کے زمرے میں کیوں شامل کیا گیا۔

یہ الزام تو اپنی جگہ پر ہے لیکن سب سے مشکل مرحلہ اب یہ آگیا کہ صاحب تقویۃ الایمان نے کشف کے دعوے کو شرک قرار دے کر بحث کی ساری بساط ہی اُلٹ دی۔ اب دیوبندی مصنفین کے استدلال کا یہ سارا منصوبہ ہی خاک میں مل گیا کہ چھپی ہوئی باتوں کے علم سے متعلق دیوبندی بزرگوں کے جو واقعات کتابوں میں بیان کئے گئے ہیں ان کا تعلق کشف سے ہے علم غیب سے نہیں ہے۔ جب کہ صاحب تقویۃ الایمان نے علم غیب کے دعوے کی طرح کشف کے دعوے کو بھی شرک قرار دے دیا۔ خود اپنے حق میں کشف کا دعویٰ کرے یا کسی دوسرے کے حق میں کشف کا دعویٰ کیا جائے نتائج کے اعتبار سے دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے۔

اب یہ نیا الزام علمائے دیوبندی کو اٹھانا ہے کہ اپنے اکابر کے حق میں کشف کا دعویٰ کر کے وہ ایک نئے شرک کی زد سے اپنے آپ کو کیونکر بچا سکیں گے۔

اسے کہتے ہیں قہر الٰہی کا انتقام کہ جھوٹ کی پردہ دری کے لئے بریلی سے کسی کو نہیں بلانا پڑا — دیوبندی کے بیگاروں سے کام نکل گیا۔

ایک طنز کا جواب

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے زلزلہ کے مصنف کے خلاف "جہالت و نافہمی یا شیطنت" جیسی سرخیوں کے ساتھ اپنی ٹکسالی زبان میں کہیں کہیں گوہر افشانی بھی فرمائی ہے

Marfat.com

جس کا مجھے کوئی شکوہ نہیں ہے کہ ہر شخص اپنی مادری زبان میں گفتگو کا پیدائشی حق رکھتا ہے۔

اسی کشف اور علم غیب کی بحث میں ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں :۔

ہم ارشد صاحب سے واقف نہیں ہیں اور نہیں جانتے کہ ان کا مبلغ علم کیا ہے۔ (بریلوی فتنہ ص۱۱)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

ارشد صاحب کو ہم اتنا انجان اور ناواقف نہیں سمجھتے کہ وہ کشف اور علم غیب کے فرق کو نہ جانتے ہوں اس لئے ہم یہ سمجھنے پر مجبور ہیں کہ یہ اُن کا دانستہ فریب ہے اور روشن چراغ ہاتھ میں لے کر چوری کے کمال کا مظاہرہ

(بریلوی فتنہ ص۱۳۲)

ایک جگہ ارشد صاحب سے واقف نہیں ہیں اور دوسری جگہ اتنا واقف ہیں کہ انہیں ناواقف نہیں سمجھتے۔ ایک ہی شخص کے بارے میں بیان کا یہ تضاد کس بیمار ذہن کی پردہ دری کر رہا ہے۔ یہ بتانے کی چنداں ضرورت نہیں ہے کہ عیاں راچہ بیاں!

لیکن اب تو بریلوی فتنہ کے مصنفین نے اچھی طرح سمجھ لیا ہوگا کہ ارشد صاحب نے روشن چراغ ہاتھ میں لے کر چوری نہیں کی ہے بلکہ چراغ جلا کر علم و دیانت کی چوری پکڑی ہے۔

اب بحث کے آخری مرحلے میں بریلوی فتنہ کے مصنفین کو بس اتنی زحمت دینا چاہتا ہوں کہ کشف اور علم غیب کے درمیان فرق نہ کرنے پر ارشد صاحب کو انہوں نے جتنی "دو دعائیں" دی ہیں، "وہ ساری دو دعائیں" اب شاہ اسمٰعیل دہلوی مولوی منظور نعمانی اور دیگر علمائے دیوبند کے نام منتقل کر دیں جنہوں نے کشف کو علم غیب کے زمرے میں شمار کر کے چوری بھی کی ہے اور سینہ زوری بھی۔

Marfat.com

بحث کا دوسرا رُخ

توفیق الٰہی کی برکتوں سے علم غیب اور کشف کی بحث کے بہت سے تاریک گوشے حقیقت کے اجالے میں آگئے اور آپ نے واضح طور پر دیکھ لیا کہ بریلوی فتنہ کے مصنفین نے زلزلہ کے الزامات کی زد سے بچ نکلنے کی جتنی کوشش کی اتنی ہی وہ نئے نئے الزام کے بوجھ تلے دبتے چلے گئے —— اب کشف اور غیبی علم و ادراک کے سلسلے میں ایک معرکۃ الآرا سوال اور زیر بحث لا رہا ہوں تاکہ زلزلہ میں دیوبندی حضرات کے اعتقاد و عمل کے درمیان تضاد کا جو دعویٰ کیا گیا ہے وہ آفتاب نیم روز کی طرح آشکار ہو جائے۔

بریلوی فتنہ کے مصنفین انبیاء و اولیاء کے بارے میں وحی اور کشف و الہام کے متعلق اپنا جماعتی عقیدہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں ——!

یہاں یہ وضاحت ضروری ہے کہ وحی یا کشف و الہام کے ذریعہ اس علم کا حاصل کرنا انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کے اپنے اختیار میں نہیں ہوتا کہ جب چاہیں اپنے ارادہ و اختیار سے اللہ تعالیٰ کی وحی یا اللہ تعالیٰ کا الہام اتار لیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جب چاہتا ہے اپنے ارادہ اور فیصلے سے وحی یا الہام فرماتا ہے یا کسی حال کو منکشف فرماتا ہے۔

(بریلوی فتنہ ص ۹۵)

دوسری جگہ تحریر فرماتے ہیں :-

پس اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فلاں ولی کو علم غیب کی یہ صفت دے دی ہے جس کی وجہ سے اُن کو اللہ تعالیٰ کی وحی اور کشف و الہام کے بغیر خود اپنے ارادہ سے غیب کا علم حاصل ہے یا ہو جاتا ہے اور وہ ان کے اپنے اختیار میں ہے تو بلاشبہ

Marfat.com

یہ عقیدہ۔ ایسا ہی مشرکانہ ہے جیسا کہ یہ کہنا کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یا فلاں ولی کو الوہیت (خدائی) کا درجہ دیدیا ہے۔

(بریلوی فتنہ ص۶۰)

ان ساری عبارتوں کا مدعا یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا نے علم و ادراک کی کوئی ایسی مخفی قوت انہیں عطا کی ہے جس کے ذریعہ چھپی ہوئی باتیں خود بخود ان پر منکشف ہو جاتی ہیں تو یہ بالکل ایسا ہی مشرکانہ عقیدہ ہے۔ جیسے کسی بندے کو الوہیت (خدائی) کا درجہ دے دیا جائے۔

یہ رہا عقیدہ لیکن اب اس کے علی مخالف سمت میں عمل ملاحظہ فرمایئے ــــ یہی وہ مقام ہے جہاں انبیاء و اولیاء کے بارے میں دل کا چھپا ہوا نفاق بالکل برہنہ ہو جاتا ہے اور ایک انصاف پسند مورخ کو فیصلہ کرنا پڑتا ہے کہ مسلک کا خون کرنے میں روئے زمین پر دیوبندی فرقے کا کوئی جواب نہیں ہے۔ اب ذیل میں لگاتار خون کے دھبے ملاحظہ فرمایئے:۔

پہلا خون مولوی انوار الحسن ہاشمی مبلغ دار العلوم دیوبند "مبشرات دار العلوم" نامی کتاب کے مقدمہ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

بعض کامل الایمان بزرگوں کو جن کی عمر کا بیشتر حصہ تزکیہ نفس اور روحانی تربیت میں گذرتا ہے باطنی اور روحانی حیثیت سے ان کو من جانب اللہ ایسا ملکۂ راسخہ حاصل ہو جاتا ہے کہ خواب یا بیداری میں ان پر پردہ امور "خود بخود" منکشف ہو جاتے ہیں جو دوسروں سے پوشیدہ ہیں۔ (مبشرات ص۱۲)

وہاں تو یہ حد بندی تھی کہ اللہ جب چاہتا ہے اپنے ارادہ سے کسی حال یا

کسی چیز کو منکشف کر دیتا ہے اور یہاں یہ مطلق العنانی ہے کہ خود بخود چھپی ہوئی چیزیں منکشف ہو رہی ہیں۔ اب ان دونوں صورتوں میں سوا اس کے اور کیا فرق بیان کیا جا سکتا ہے کہ وہاں انبیاء و اولیاء کا معاملہ تھا یہاں گھر کے بزرگوں کا سوال ہے۔

وہاں جو عقیدہ "علم غیب کی صفت" کہہ کر شرک قرار دے دیا گیا تھا یہاں وہی عقیدہ "ملکہ راسخہ" کے نام سے حلق کے نیچے اتار لیا گیا۔

اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ ملکۂ راسخہ کے نام سے غیبی علم و ادراک کی جو دائمی قوت اپنے گھر کے بزرگوں کے لئے تسلیم کی گئی ہے کیا یہ وہی قوت نہیں ہے جس کے بارے میں بریلوی فتنہ کے مصنفین نے لکھا ہے کہ کسی مخلوق کے اندر تسلیم کرنا خدائی کا منصب دے دینا ہے۔

یہی سوال میں نے زلزلہ میں کیا تھا جواب تک دیوبندی علما کے ذمّہ قرض ہے کہ علم و انکشاف کا یہی ملکہ راسخہ نبی یا ولی کے حق میں تسلیم کرتے ہوئے انہیں شرک کا آزار کیوں ستانے لگتا ہے؟ —— زلزلہ کے جواب میں کئی کتابیں لکھی گئیں لیکن یہ سوال آج تک تشنۂ جواب ہے۔

دوسرا خون

اسی طرح کے غیبی علم و ادراک کی ایک دائمی قوت مولوی رشید احمد گنگوہی کے حق میں بھی دیوبندی مصنفین بیان کرتے ہیں اور بیان کرنے کا ڈھنگ اتنا فنکارانہ ہے کہ براہِ راست خود کہنے کے بجائے خواب کے ذریعہ سرکار غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی کہلوایا گیا ہے کہ:-

اس زمانے میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو حق تعالیٰ نے "وہ علم" دیا ہے کہ جب کوئی حاضر ہونے والا السلام علیکم کہتا ہے تو آپ

Marfat.com

اس کے ارادہ سے واقف ہو جاتے ہیں۔ (تذکرۃ الرشید ج ۱ ص ۳۱۲)

انصاف کیجئے! یہاں بھی دل کے ارادوں پر مطلع ہونے کا عقیدہ نہ الہام کے ساتھ مشروط ہے نہ خدا کی مشیت کے ساتھ مقید ہے بلکہ علم و ادراک کی وہی مخفی قوت جسے بریلوی فتنہ کے مصنفین نے "وصفِ غیب" کہہ کر خدا کے لئے مخصوص ٹھہرایا تھا، وہ کبھی "ملکہ راسخہ" کے نام سے دیوبند کے کامل الایمان بزرگوں کے لئے ثابت کی گئی اور اب یہاں "وہ علم" کہہ کر گنگوہی صاحب کے حق میں ثابت کی جا رہی ہے۔

تیسرا خون

اسی طرح کے غیبی علم و ادراک کی ایک ہمہ وقتی قوت مولوی قاسم صاحب نانوتوی نے عبداللہ خاں نامی ایک مسلم راجپوت کے لئے بھی ثابت کی ہے موصوف روایت کرتے ہیں کہ:۔

> ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور وہ تعویذ لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہو گی یا لڑکا اور جو آپ بتلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا۔ (ارواح ثلاثہ ص ۱۶۳)

یہاں بھی اس بات کا علم کہ "ماں کے پیٹ میں کیا ہے" نہ الہام کے ساتھ مقید ہے اور نہ اللہ کی مشیت کے ساتھ مشروط! بلکہ غیبی علم و ادراک کی وہی قوت جسے بریلوی فتنہ کے مصنفین نے "وصفِ غیب" کہہ کر خدا کے ساتھ مخصوص ٹھہرایا تھا وہ کبھی "ملکہ راسخہ" کے نام سے دیوبند کے کامل الایمان بزرگوں کے لئے تسلیم کی گئی اور کبھی "وہ علم" کہہ کر گنگوہی صاحب کے حق میں ثابت ہوئی اور اب یہاں "وہ حالت" کہہ کر عبداللہ خاں راجپوت کے لئے مانی جا رہی ہے۔

Marfat.com

چوتھا خون

شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی کے متعلق ارواح ثلاثہ میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ اُنھوں نے ایک بہت بڑے سرکش جن کو یا جبّارُ کی تجلّی سے آن واحد میں سر کر لیا تھا۔

اب اس واقعہ پر تھانوی صاحب کا یہ حاشیہ ملاحظہ فرمایئے۔

کاملین میں ایک درجہ ہے ابوالوقت کہ وہ جس وقت جس تجلّی کو چاہیں اپنے اوپر وارد کرلیں۔ کذا سمعت مرشدی پس عجیب نہیں کہ حضرت شاہ صاحب نے اس وقت اپنے اوپر جبّارُ کی تجلّی کو وارد کیا ہو اور اس کی مظہریت کی حیثیت سے اس کو توجہ سے دفع فرما دیا ہو۔

(ارواح ثلاثہ ص۵۶)

تھانوی صاحب کے اس بیان سے اچھی طرح واضح ہو گیا کہ تجلّی سے مراد خدا کی صفات ہیں۔ اور وارد کرلینے سے مراد اُن صفات کا مظہر بن جانا ہے۔

اتنی تفصیل کے بعد اب سوچئے کہ وہ "ابوالوقت" کتنی لامحدود قوتوں کا مالک ہے اور یہ ساری قوتیں ہر وقت اس کے اختیار میں ہیں۔ جس طرح جبّارُ کی تجلّی اس نے اپنے اوپر وارد کر کے اپنے آپ کو جبّارُ کی صفت کا مظہر بنا لیا۔ اسی طرح بِکُلِّ شَیءٍ عَلِیم اور عَالِمُ الغَیبِ کے تجلیات کو بھی اپنے اوپر وارد کر کے وہ جب چاہے علمِ الٰہی کا بھی مظہر اپنے آپ کو بنا سکتا ہے۔

اب بریلوی فتنہ کے مصنفین جواب دیں کہ ابوالوقت کے اندر یہ اختیاری قوت تسلیم کر کے کہ وہ جس وقت جس تجلی کو چاہے اپنے اوپر وارد کر سکتا ہے۔ کیا تھانوی صاحب نے اسے الوہیت کا منصب نہیں دے دیا ہے؟

Marfat.com

پانچواں خون

تبلیغی نصاب میں مولوی زکریا صاحب نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی روایت سے ایک حدیث نقل کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

حضرت عمار ابن یاسر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے۔ پس جو شخص بھی مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے باپ کا نام لے کر درود پہنچاتا ہے کہ فلاں شخص جو فلاں کا بیٹا ہے اس نے آپ پر درود بھیجا ہے۔ (تبلیغی نصاب فضائل درود جلد دوم صـ۱۸)

خدا کی عطا سے کسی مخلوق میں غیبی علم و ادراک کی کوئی ہمہ وقتی قوت موجود ہونا اگر "الوہیت" ہے تو کیا بریلوی فتنہ کے مصنفین خدا کے بارے میں بھی یہ فتوے صادر کریں گے کہ اس نے معاذ اللہ ایک فرشتے کو "الوہیت" کے منصب پر فائز کر دیا ہے؟

چھٹا خون

مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے دعوات عبدیت میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ :-

کسی نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے یہ دعا کرائی کہ کل کی بات معلوم ہو جایا کرے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اس کو نصیحت کی کہ اس کو جانے دے۔ اس نے نصیحت نہ مانی اور اصرار کیا۔ انہوں نے دعا کر دی اور وہ قبول ہو گئی۔ (صـ۵۵)

"کل کیا ہوگا" اس کا علم بھی خدا ہی کے ساتھ مخصوص ہے اور یہ اُن پانچ

Marfat.com

غیوب میں سے ایک ہے جنہیں خدا کے سوا کوئی نہیں جانتا ــــ!

اس واقعہ میں غور طلب بات یہ ہے کہ دعا کرنے والے نے کسی ایک آدھ چھپی ہوئی بات کے بارے میں دعا نہیں کرائی تھی کہ وہ اسے معلوم ہو جائے۔ بلکہ اس کا سوال مستقبل کے بارے میں غیب دریافت کرنے والی ایک مستقل قوت ادراک کے لئے تھا۔ اگر غیب دریافت کرنے والی کوئی مستقل قوت مخلوق کے حق میں شرک تھی تو بریلوی فتنہ کے مصنفین اس سوال کا جواب دیں کہ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شرک کی تکمیل کے لئے دعا فرمائی تھی؟ اور پھر کیا دعا قبول کر کے خدا نے ایک بندے کو معاذ اللہ الوہیت کا منصب عطا کر دیا۔

مجھے اُمید ہے کہ اتنی واضح اور مدلّل تعریضات کے بعد اب بریلوی فتنہ کے مصنفین یا تو اپنی غلطی تسلیم کریں گے یا پھر اپنے ان اکابر کے خلاف دوٹوک بے اعتمادی کا اعلان کریں گے جنہوں نے اپنے بزرگوں کے حق میں غیبی علم و ادراک کی ایک ہمہ وقتی اور مستقل قوت ثابت کر کے اس مسئلے کو اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ ایسی قوت خدا اپنی مخلوق میں جسے چاہے عطا کر سکتا ہے ــ!

کلمۂ آخر مسئلہ علم غیب پر جتنے بھی ضروری گوشے ہو سکتے تھے سب پر بعونہٖ تعالیٰ سیر حاصل بحث ہو گئی۔

اب رہ گئے فقہائے امت اور سلف صالحین کے وہ اقوال جنہیں بریلوی فتنہ کے مصنفین نے اپنے اس دعوے کے ثبوت میں پیش کئے ہیں کہ حضور اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں علم غیب کا عقیدہ رکھنا کفر اور شرک ہے۔

Marfat.com

ساری عبارتوں کا جواب دو لفظوں میں یہ ہے کہ ان عبارتوں میں کفر و شرک کا حکم یا تو علم غیب ذاتی ماننے پر لگایا گیا ہے یا علم کُلّی غیر متناہی کا عقیدہ رکھنے پر۔ اور الحمد للہ کہ یہ دونوں عقیدے ہمارے نزدیک بھی کفر اور شرک ہیں۔ ہم نبی اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے بارے میں عطائی اور دو حدوں کے درمیان محدود علم غیب کا عقیدہ رکھتے ہیں ـــــ

اگر بریلوی فتنہ کے مصنفین اس جواب سے متفق نہیں ہیں اور ان کا اصرار ہے کہ نبی کے بارے میں عطائی اور دو حدوں کے درمیان محدود علم غیب کا عقیدہ رکھنا بھی شرک ہے تو میں عرض کروں گا کہ ان کے اکابر کے خلاف زلزلہ کا یہی الزام ہے کہ ایک طرف وہ نبی کے حق میں عطائی علم غیب کے عقیدے کو شرک بھی کہتے ہیں اور دوسری طرف اسی عقیدے کو اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں عین اسلام بھی سمجھتے ہیں۔

فرق صرف اتنا ہے کہ نبی و ولی کے لئے چھپی ہوئی باتوں کے علم کا جب انکار کرنا ہوتا ہے تو اسے علم غیب کا نام دے دیتے ہیں اور جب اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں چھپی ہوئی باتوں کا علم ثابت کرنا چاہتے ہیں اُسے کشف کہنے لگتے ہیں۔ دیوبندی مذہب کی یہی وہ تکنیک ہے جسے سمجھنا ہر شخص کا کام نہیں ہے۔ اسی تکنیک کو سمجھانے کے لئے زلزلہ کی ضرورت پیش آئی تھی اور الحمد للہ کہ زلزلہ نے دیوبندی ذہن کی اُن ساری عیاریوں کو بالکل بے نقاب کر دیا۔

یہاں پہنچ کر پہلی بحث جو علم غیب کے بیان پر مشتمل تھی ختم ہو گئی۔ اب دوسری بحث جو تصرف کے بیان میں ہے، اسے پڑھیئے ـــــ!

Marfat.com

دوسری بحث

تصرف کے بیان میں

غلط نشانہ

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے بھی تصرف کے سلسلے میں "زلزلہ" کے الزامات کے وہی جوابات دیئے ہیں جو انکشاف میں مفتیان دیوبند کے قلم سے آپ پڑھ چکے — بس فرق اتنا ہے کہ الفاظ کی نوک پلک اور پیش کرنے کا سلیقہ ذرا بدلا ہوا ہے۔

مثال کے طور پر اپنے بزرگوں کے واقعات کو صحیح ثابت کرنے کے لئے مفتیان دیوبند نے بھی کرامت ہی کا سہارا لیا تھا اور اپنی کتاب میں بریلوی فتنہ کے مصنفین نے بھی کرامت ہی کی بنیاد پر واقعات کو صحیح ثابت کرنے کی کوشش کی ہے — لیکن آنے والے اوراق میں آپ پر واضح ہو جائے گا کہ اس جواب کے بعد بھی "زلزلہ" کے الزامات اپنی جگہ پر ہیں —!

مفتیان دیوبند کی طرح بریلوی فتنہ کے مصنفین نے بھی "زلزلہ" کے الزام کو یا تو سمجھنے کی کوشش نہیں کی ہے یا پھر دیدہ و دانستہ اُس الزام سے مجرمانہ چشم پوشی کی ہے۔

دیوبندی مذہب کے خلاف "زلزلہ" کا اصل الزام یہ ہے کہ وہ تضادات کا مجموعہ ہے۔ ایک ہی عقیدہ گھر کے بزرگوں کے حق میں عین اسلام ہے اور وہی عقیدہ انبیاء و اولیاء کے حق میں کفر اور شرک ہو گیا ہے۔ یہ بھیانک اور سنگین الزام نہ مفتیان دیوبند اُٹھا سکے ہیں اور نہ ورق کے ورق سیاہ کر دینے کے

Marfat.com

بعد بھی بریلوی فتنہ کے مصنفین سے اُٹھ سکا ہے۔

اپنے اس دعوے کے ثبوت میں اپنے معزز قارئین سے التماس کروں گا کہ وہ منصفانہ جذبے کے ساتھ آنے والے اوراق کا مطالعہ فرمائیں۔

مسلمانوں کو مشرک بنانے کی خطرناک سازش

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے تصرف کی چند صورتیں بیان کی ہیں —— ان میں سے پہلی صورت یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کو کائنات میں تصرف کی "کُنْ فَيَكُوْنُ" قدرت از خود حاصل ہے اسی طرح اللہ کے سوا کسی ہستی کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ تصرف کی یہ قدرت بغیر خدا کی عطا کے اُسے بھی اپنی ذات سے حاصل ہے۔

کسی مخلوق کے حق میں اس طرح کے عقیدے کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے اور "کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیْدًا" کہ ہم بھی اس عقیدے کو شرک صریح قرار دیتے ہیں۔

اور دوسری صورت انہوں نے یہ بیان کی ہے کہ اللہ کے مقرب بندوں کے بارے میں یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں مخصوص درجے اور محدود دائرے میں تصرف کی قدرت بخشی ہے اور وہ جب چاہتے ہیں اپنی اس خداداد قدرت کا اظہار فرماتے ہیں۔ اس طرح کے عقیدے کو بھی بریلوی فتنہ کے مصنفین نے شرک قرار دیا ہے اور اس کے متعلق یہ دعویٰ کیا ہے کہ:۔

> یہ بعینہٖ وہی عقیدہ ہے جو مشرکین عرب اپنے معبودوں اور دیوتاؤں کے بارے میں رکھتے تھے۔ (بریلوی فتنہ ص۱۰۱)

اس دعوے کے ثبوت میں انہوں نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حُجَّۃُ اللّٰہِ الْبَالِغَہ سے کچھ عبارتیں نقل کی ہیں۔

Marfat.com

ان عبارتوں کو آپ بھی پڑھ لیں تاکہ آپ پر یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جائے کہ اہلسنت اور مشرکین کے عقیدوں کے درمیان بنیادی فرق کیا ہے اور یہ راز بھی فاش ہو جائے کہ مسلمانوں کو مشرک بنانے کے فن میں دیوبندی علماء کتنی مہارت رکھتے ہیں۔

حجۃ اللہ البالغہ کا اردو ترجمہ جسے بریلوی فتنہ کے مصنفین نے خود کیا ہے، اس کے چند اقتباسات یہ ہیں :۔

ان (مشرکین) کا مذہب اور عقیدہ یہ ہے کہ ان میں کچھ نیک اور بزرگ لوگ تھے۔ انہوں نے اللہ کی خوب عبادت کی اور اس کا خاص تقرب حاصل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کو مقام الوہیت (یعنی معبود کا منصب) عطا فرما دیا تو وہ اس بات کے مستحق ہو گئے کہ باقی مخلوق ان کی پوجا کرے۔ (بریلوی فتنہ ص۴۴)

اور یہ مشرکین اس کے قائل ہیں کہ اللہ کی عبادت جبھی قبول ہو گی جب اس کے ساتھ ان بزرگ دیوتاؤں کی بھی پوجا کی جائے۔ ص۴۵

اور یہ مشرکین اس کے قائل ہیں کہ ان کے یہ معبودان باطل اور دیوتا سنتے ہیں اور دیکھتے ہیں اور اپنی پوجا کرنے والوں کی خدا کے ہاں سفارش کرتے ہیں اور ان کے کام کر دیتے ہیں اور ان کی مدد کرتے ہیں ص۴۶

اور مشرکین میں کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا اعتقاد یہ ہے کہ اصل سردار اور مالک و مختار تو اللہ ہی ہے اور وہی کائنات کا نظام چلا رہا ہے۔ لیکن کبھی وہ اپنے خاص بندوں کو شرف اور الوہیت کا خلعت عطا فرما دیتا ہے اور بعض خاص امور میں ان کو متصرف بنا دیتا ہے۔ ص۴۶

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے یہ عبارتیں اس الزام کے لئے نقل کی ہیں کہ

Marfat.com

انبیاء و اولیاء کے حق میں اہلِ سنت کا عقیدہ بھی بالکل وہی ہے جو مشرکین کا اپنے دیوتاؤں کے بارے میں تھا۔

اس شرمناک بہتان تراشی کے لئے میں آپ ہی کے ضمیر کا فیصلہ چاہتا ہوں۔

خدارا انصاف کیجئے کہ کہاں اپنے دیوتاؤں کے بارے میں مشرکین کا یہ عقیدہ کہ اللہ نے انہیں مقام الوہیت عطا کر دیا ہے یعنی اپنی طرح انہیں بھی لوگوں کا معبود بنا دیا ہے، اب وہ بھی عبادتوں کے اسی طرح مستحق ہیں جس طرح اللہ کی ذات اور کہاں انبیاء و اولیاء کے بارے میں اہلِ سُنت کا یہ صاف ستھرا عقیدہ کہ وہ صرف عبد ہیں معبود نہیں۔ خدا نے انہیں صرف تقرب کا مقام عطا کیا ہے الوہیت کا نہیں۔ ان کے بارے میں جو بھی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ خدا نے انہیں مقام الوہیت عطا کر دیا ہے وہ ہمارے نزدیک بالکل ایسا ہی مشرک اور کافر ہے جیسے عرب کے کفار و مشرکین تھے۔

اتنے واضح اور بنیادی فرق کے بعد بھی جو لوگ ہمارے خلاف یہ بہتان تراشتے ہیں کہ ہم بھی عرب کے مشرکین کی طرح عقیدہ رکھتے ہیں، وہ اپنے زمانے کے نہایت مفتری، کذاب اور لعنت زدہ انسان ہیں۔

اسلام اور شرک کا بنیادی فرق

اب رہ گئی یہ بات کہ اپنے دیوتاؤں اور بتوں کے بارے میں ان کا یہ بھی عقیدہ تھا کہ خدا نے انہیں جزوی طور پر کائنات میں تصرف کی قدرت بخشی ہے تو اس کے متعلق شاہ صاحب کی ان عبارتوں میں قطعاً کوئی صراحت اس امر کی نہیں ہے کہ ان کا یہ عقیدہ بھی مشرکانہ تھا اور محض اس بنیاد پر اگر اس عقیدے کو شرک قرار دیا جائے کہ مشرکین اس عقیدے

کے حامل تھے تو صرف یہی نہیں بلکہ بہت سے معتقدات کو شرک قرار دینا ہوگا۔
مثال کے طور پر ان کا یہ عقیدہ بھی تھا کہ زمین و آسمان اور ساری کائنات کا خالق و مالک اور پروردگار صرف ایک اللہ ہے۔ پس لازم آئے گا کہ معاذ اللہ اس عقیدے کو بھی مشرکانہ عقیدہ قرار دیا جائے۔ اور شاہ صاحب کی صراحت کے مطابق مشرکین اپنے دیوتاؤں کو دربار خداوندی میں اپنا سفارشی بھی سمجھتے تھے۔ پس ماننا پڑے گا کہ خدا کے کسی مقرب بندے کو اس کے دربار میں اپنا سفارشی سمجھنا بھی شرک ہو جائے۔ حالانکہ یہ متفقہ طور پر شرک نہیں بلکہ اسلام کا بنیادی عقیدہ ہے۔

ان تفصیلات کے بعد اب یہ امر بخوبی واضح ہو گیا کہ ان کا شرک وہ نہیں بلکہ صرف یہ تھا کہ وہ اپنے دیوتاؤں کو خدا کی الوہیت میں شریک سمجھتے تھے۔ اور سچ پوچھئے تو اثبات الشرک فی الالوھیۃ (یعنی معبود ہونے میں کسی کو خدا کا شریک ماننا) کے ذریعہ عقائد کی کتابوں میں شرک کی تعریف بھی یہی کی گئی ہے۔

لہذا کہنے دیجئے کہ کسی مخلوق کو اپنا معبود سمجھ کر صرف نذر و نیاز، چڑھاوا اور طواف و سجدہ ہی نہیں بلکہ اس کے لئے تعظیم و عقیدت کا جو کام بھی کیا جائے گا وہ یقیناً شرک ہوگا۔ اور کسی کے حق میں الوہیت کا عقیدہ رکھے بغیر کوئی بھی غیر واقعی اور غلط عقیدہ زیادہ سے زیادہ جھوٹ اور خلاف واقعہ کہلائے گا، شرک ہرگز نہیں کہا جائے گا۔

یہ مان لینے کے باوجود کہ مشرکین اپنے دیوتاؤں کو خدا کی الوہیت میں شریک سمجھتے تھے، بریلوی فتنہ کے مصنفین کا یہ کہنا کہ ان کا شرک صرف یہی تھا کہ وہ اپنے دیوتاؤں کے بارے میں تصرف کا عقیدہ رکھتے تھے اور نذر و نیاز کرتے تھے۔

Marfat.com

(بریلوی فتنہ صفحہ ۱) کس قدر جہالت اور بد دیانتی پر مبنی ہے۔ "یہی ان کا شرک تھا"، کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اپنے دیوتاؤں کو خدا کی الوہیت میں شریک ماننا ان کا شرک نہیں تھا۔ معاذ اللہ ان اکون من الجاہلین

غلط استدلال اپنے اس مدعا کے ثبوت میں کہ کسی مخلوق کے اندر تصرف کی محدود قدرت ماننا بھی شرک ہے، بریلوی فتنہ کے مصنفین نے شاہ ولی اللہ صاحب کی الفوز الکبیر سے ایک عبارت نقل کی ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے:۔

شرک یہ ہے کہ اللہ کے سوا کسی ہستی کے لئے اللہ تعالیٰ کی خاص صفات ثابت کی جائیں مثلاً اپنے ارادہ سے عالم میں وہ تصرف کرنا جس کو "کن فیکونی"، تصرف کہا جاتا ہے۔ (بریلوی فتنہ صفحہ ۱۰۰)

ازراہ کرم ذرا الفاظ پر غور فرمائیے! یہاں عالم میں صرف تصرف کرنا نہیں ہے بلکہ وہ تصرف کرنا ہے جس کو کن فیکونی تصرف کہا جاتا ہے۔ عبارت کا یہ مقید فقرہ نہایت واضح طور پر اعلان کر رہا ہے کہ اس تصرف سے مراد "خدائی تصرف" ہے جس کی قدرت بغیر کسی کے عطا کے خود اُسے اپنی ذات سے حاصل ہے اور جو ازلی ابدی اور لا محدود ہے۔ اس طرح کے تصرف کی قدرت کسی بھی چھوٹی یا بڑی مخلوق میں ماننا قطعاً اور یقیناً شرک ہے۔

لیکن انبیاء و اولیاء کے حق میں تصرف کی جو محدود قدرت ہم مانتے ہیں وہ انہیں از خود حاصل نہیں ہے۔ بلکہ خدا کی عطا سے ہے۔ خلاصہ یہ کہ شاہ صاحب نے جس تصرف کو مخلوق کے لئے شرک قرار دیا ہے وہ خدائی تصرف ہے اور ہم انبیاء و اولیاء کے لئے جو تصرف مانتے ہیں وہ عطائی تصرف ہے۔ خدائی تصرف اور عطائی تصرف کے درمیان فرق نہ کرنا انتہائی درجہ بددیانتی ہے۔

Marfat.com

اسی طرح قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی کی کتاب ارشاد الطالبین سے بریلوی فتنہ کے مصنفین نے جو عبارت نقل کی ہے اس کا بھی اردو ترجمہ ملاحظہ فرما لیجئے تاکہ ایک گمراہ کن استدلال کی حقیقت آپ پر بھی آشکارا ہو جائے۔

اولیاء اللہ کو یہ قدرت نہیں کہ غیر موجود کو وجود بخش دیں یا کسی موجود کو معدوم اور نیست کر دیں۔ پس کسی چیز کو وجود بخشنے یا معدوم کر دینے یا کسی کو رزق یا اولاد دینے یا کسی سے کوئی بیماری یا کوئی بلا دور کر دینے کی کسی بزرگ کی طرف نسبت کرنا کفر ہے۔ (بریلوی فتنہ ص۱۰۱)

اس عبارت کا بھی مفاد یہی ہے کہ بغیر خدا کی عطا کے کسی مخلوق میں تصرف کی ذاتی قدرت تسلیم کرنا کفر ہے کیوں کہ یہی قاضی ثناء اللہ صاحب پانی پتی اپنی کتاب تذکرۃ الموتیٰ میں لکھتے ہیں :-

اولیاء اللہ دوستان ومعتقداں را در دنیا و آخرت مددگاری می فرمایند ودشمناں را ہلاک می نمایند۔	اولیاء کرام دنیا و آخرت میں اپنے دوستوں اور معتقدوں کی مدد کرتے ہیں اور ان کے دشمنوں کو ہلاک کرتے ہیں۔

اس سے ثابت ہوا کہ خدا کی عطا سے کسی نبی یا ولی کی طرف بلا یا بیماری دور کرنے کی نسبت ہرگز کفر نہیں ہے۔ جیسا کہ دیوبندی مذہب کے پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنے ایک فتوے میں لکھا ہے کہ کسی بھی زندہ یا مردہ شخص سے غیر مستقل قدرت یعنی عطائی قدرت کا عقیدہ رکھ کر مدد مانگنا کفر نہیں ہے۔ فتوے کی اصل عبارت یہ ہے۔

جو استعانت و استمداد بالمخلوق باعتقاد علم وقدرت مستقل مستمد منہ ہو شرک ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو مگر وہ علم وقدرت کسی دلیل

Marfat.com

صحیح سے ثابت نہ ہو معصیت ہے اور جو باعتقاد علم وقدرت غیر مستقل ہو اور وہ علم وقدرت کسی دلیل سے ثابت ہو جائز ہے خواہ وہ مستمد منہ حی ہو یا میت ہو۔ (فتاویٰ امداد جلد چہارم ص ۹۷)

اپنے اس فتوے میں تھانوی صاحب نے کسی بھی زندہ یا مردہ مخلوق سے مدد مانگنے کی تین قسمیں بیان کی ہیں :۔

پہلی قسم یہ ہے کہ مستقل یعنی ذاتی علم وقدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے۔ اس صورت کو انہوں نے شرک قرار دیا ہے اور ہم بھی اسے شرک ہی سمجھتے ہیں۔

دوسری قسم یہ ہے کہ غیر مستقل یعنی عطائی علم وقدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے اور وہ علم وقدرت کسی صحیح دلیل سے ثابت نہ ہو تو یہ صورت بھی کفر نہیں بلکہ صرف معصیت ہے۔

تیسری قسم یہ ہے کہ غیر مستقل یعنی عطائی علم وقدرت کا عقیدہ رکھ کر کسی مخلوق سے مدد مانگی جائے اور وہ علم وقدرت دلیل صحیح سے ثابت ہو تو یہ صورت قطعاً جائز اور درست ہے۔

اس فتوے میں چند سطروں کے بعد انہوں نے لکھا ہے کہ، استمداد ارواح مشائخ سے صاحب کشف الارواح کے لئے قسم ثالث ہے۔

"قسم ثالث ہے"، کا مطلب یہ ہے کہ جو لوگ اپنی قوت کشف کے ذریعہ روحوں کو دیکھتے سنتے ہیں وہ اگر اولیائے کرام کی ارواح طیبات سے مدد طلب کریں تو یہ صورت قطعاً جائز اور درست ہے۔

واضح رہے کہ اس صورت کو قسم ثالث میں داخل کر کے انہوں نے تین باتوں کا کھلا ہوا اعتراف کر لیا ہے۔

Marfat.com

پہلی بات تو یہ مان لی ہے کہ اولیاء کرام کی ارواح مقدسہ سے مدد طلب کرنا قطعاً جائز اور درست ہے۔

اور دوسری بات یہ تسلیم کی ہے کہ اولیائے کرام کے لیئے عطائی علم وقدرت دلیل صحیح سے ثابت ہے کیونکہ قسم ثالث کو انہوں نے اسی شرط کے ساتھ مشروط کیا ہے۔

اور تیسری بات جس کا انہوں نے صمیم قلب کے ساتھ اقرار کیا ہے، یہ ہے کہ کشف کی قوت کے ذریعہ روحوں کا دیکھنا سننا دلیل سے ثابت ہے۔

اعتراف حق

تھانوی صاحب کے اس فتوے کی روشنی میں یہ بات بالکل واضح طور پہ ثابت ہو گئی کہ اولیائے کرام کی ارواح مقدسہ کو خدا کی طرف سے تصرف کی قدرت عطا کی گئی ہے کیونکہ اگر ان کے اندر تصرف کی قوت نہ ہو تو اُن سے مدد مانگنے کا سوال ہی بالکل لغو ہو جاتا ہے اور واضح ہے کہ تھانوی صاحب اپنے اس مسلک میں منفرد نہیں ہیں بلکہ میرے پاس اس بات کا دستاویزی ثبوت موجود ہے کہ یہی مسلک سارے علمائے دیوبند کا ہے۔

جیسا کہ اس کا اعتراف خود مولوی اخلاق حسین قاسمی صدر جمعیتہ علمائے صوبہ دہلی، نے اپنی ایک کتاب میں کیا ہے جس کا نام ہی انہوں نے رکھا ہے، "اہل اللہ کی عظمت علمائے دیوبند کی نظر میں" اور جو خاص الجمعیتہ پریس دہلی چھپی ہے اور جمعیتہ بکڈپو دہلی سے شائع ہوتی ہے۔

موصوف اس مسئلے میں علمائے دیوبند کے مسلک کی ترجمانی کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:-

مومن کی روح خاص کر اولیائے حق اور صلحائے اُمت کی روحیں جسم سے جدائی کے بعد اس عالم مادی میں تصرف کی قوت رکھتی ہیں اور ان ارواح

Marfat.com

کا تصرف قانونِ الٰہی کے مطابق ہوتا ہے۔ (صہ ۳۴)

تصرف کی قوت اور اس کا استعمال اگر قانونِ الٰہی کے مطابق ہے تو ظاہر ہے کہ اسے شرک قرار دینا یقیناً قانونِ الٰہی سے کھلی ہوئی بغاوت ہے۔

اب اخیر میں تصرف کے سلسلہ میں اپنے پیران سلاسل کے متعلق مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ اعتراف بھی ملاحظہ فرمالیجیے :۔

اصحاب ایں مراتب عالیہ و ارباب	بلند مراتب اور اونچے درجات
ایں مناصب رفیعہ ماذون مطلق در	پر فائز ہونے والے ان مردان
تصرف عالم مثال و شہادت می	حق کو کائنات ہستی میں تصرف کا
باشند۔ (صراط مستقیم صہ ۱۰۱)	اذن اور اختیار دے دیا گیا ہے۔

"ماذون مطلق" کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے انہیں عالم مثال اور عالم شہادت میں تصرف کا اختیار دے دیا گیا ہے۔ یعنی اب الگ الگ ایک ایک بات کے لئے انہیں اجازت کی مطلق ضرورت نہیں ہے۔

تصرف اور استمداد کے سلسلے میں گھر ہی کی یہ دستاویزات بہت کافی ہیں۔

اب تھانوی صاحب کا وہ فتویٰ، قاسمی صاحب کا وہ بیان اور مولوی اسماعیل دہلوی کا یہ تازہ اعتراف اگر تقویۃ الایمان، بہشتی زیور، فتاویٰ رشیدیہ اور بریلوی فتنہ کو جھٹلا رہا ہو تو اس کی کوئی ذمہ داری قطعاً میرے سر نہیں ہے کہ بہت پہلے میں اعلان کر چکا ہوں کہ دیوبندی مذہب تضادات کا مجموعہ اور افکار کے تصادم کا میدان کارزار ہے۔

اب حق و باطل، صحیح و غلط اور کفر و ایمان کے اس دوراہے پر میں اپنے قارئین کرام کی قوت فیصلہ کو ایک سنگین قسم کی آزمائش میں مبتلا کر کے آگے بڑھ رہا ہوں کہ ؎

ستاروں سے آگے جہاں اور بھی ہیں

Marfat.com

مذہبی خودکشی کی ایک عبرتناک داستان

اب تصرف کے سلسلے میں مذہبی خودکشی کی ایک لمبی داستان جس سے ورق کے ورق سیاہ ہو گئے ہیں، ملاحظہ فرمائیں :-

انبیاء و اولیاء کے متعلق بریلوی فتنہ کے مصنفین کا یہ بیان آپ پچھلے صفحات میں پڑھ چکے کہ کسی نبی یا ولی کی طرف بلا دفع کرنے یا بیماری دور کرنے کی نسبت کرنا کفر ہے مگر اب یہی کفر اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں کس طرح اسلام بن گیا ہے، چشم عبرت سے ذرا اس اسلام کا بھی تماشا دیکھ لیجئے :-

مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی دیوبندی خانوادے کے ایک مشہور روحانی پیشوا گذرے ہیں، ان کے بارے میں ارواح ثلاثہ کا مصنف لکھتا ہے کہ ان کے بڑے صاحب زادے مولوی معین الدین صاحب ان کی وفات کے بعد کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ :-

ایک مرتبہ ہمارے نانوتہ میں جاڑہ بخار کی بہت کثرت ہوئی۔ سو جو شخص مولانا کی قبر سے مٹی لے جاکر باندھ لیتا اُسے ہی آرام ہو جاتا۔ پس اس کثرت سے لوگ مٹی لے گئے کہ جب بھی قبر پر مٹی ڈلواؤں تب ہی ختم۔ کئی مرتبہ ڈال چکا۔ پریشان ہو کر ایک دفعہ میں نے مولانا کی قبر پر جاکر کہا (یہ صاحبزادے بہت تیز مزاج تھے) کہ آپ کی تو کرامت ہوئی اور ہماری مصیبت ہو گئی۔ یاد رکھو کہ **"اگر اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے"** ایسے ہی پڑے رہیو، لوگ جوتہ پہنے تمہارے اوپر ایسے چلیں گے۔

Marfat.com

بس اُسی دن سے کسی کو آرام نہ ہوا۔ جیسے شہرت آرام کی ہوئی تھی، ویسے ہی یہ شہرت ہوگئی کہ اب آرام نہیں ہوتا۔ پھر تو لوگوں نے مٹی لے جانا بند کر دیا۔ (ارواح ثلاثہ ص۳۲۲)

غور فرمائیے! یہاں بات کتنی آگے نکل گئی۔ وہاں تو صرف اس الزام پر کفر کا فتویٰ تھا کہ فلاں شخص کی طرف بیماری دور کرنے کی نسبت کیوں کی گئی اور یہاں شخص نہیں، شخص کے مدفن کی مٹی کو لوگ دافع امراض سمجھ رہے ہیں تو انہیں نہ کوئی روکنے والا ہے اور نہ کفر کے ارتکاب پر کوئی توبہ کرانے اور کلمہ پڑھانے کی ضرورت محسوس کرتا ہے آخر یہ کیسا کفر ہے جو سب کے گلے کا ہار بنا ہوا ہے۔

اور اس واقعہ میں مسلک کا دردناک قتل تو یہ ہے کہ جب مٹی ڈالتے ڈالتے صاحبزادے تنگ آگئے تو مٹی میں شفا بخشی کی جو قوت تھی اُسے واپس لینے کے لئے خدا کی طرف رجوع کرنے کی بجائے سیدھے باپ کی قبر پہ حاضر ہوئے اور دھمکی دی کہ "اب کے کوئی اچھا ہوا تو ہم مٹی نہ ڈالیں گے۔"

بیٹے کا یہ عمل کیا ان کے اس عقیدے کی پردہ دری نہیں کرتا کہ مٹی کے اندر شفا بخشی کی یہ تاثیر خدا کی طرف سے نہیں بلکہ باپ کی طرف سے تھی۔ اس لئے ضابطہ کے مطابق ان کے عقیدے میں جس نے تاثیر بخشی تھی سلب کرنے کی درخواست بھی اس سے کی۔

اور واقعہ بھی ایسا ہی ہوا کہ ادھر صاحبزادے صاحب باپ کی قبر پر دھمکی دے کر گئے اور ادھر یک لخت مٹی کی تاثیر بھی بدل گئی اور لوگوں کا آنا بھی موقوف ہوگیا۔

سوال یہ ہے کہ مٹی کے بارے میں شفا بخشی کا عقیدہ لے کر ان کی قبر

Marfat.com

پر لوگوں کا میلہ لگانا اگر ازروئے شرع کفر تھا تو اُمت کو کفر سے بچانے کے لئے صاحب قبر نے پہلے ہی وہ کام کیوں نہیں کر دیا جسے بیٹے کے اصرار پر بعد میں انہیں کرنا پڑا۔

اور دوسرا سوال یہ ہے کہ نانوتہ کچھ اجمیر نہیں تھا جہاں حریفوں کی زبان میں بدعت و شرک کو پروان چڑھنے کی مکمل آزادی ہے بلکہ وہ نجد کے موحدین کا وہ خطہ تھا جہاں کسی قبر کے سامنے صرف ہاتھ باندھ کر کھڑا ہوتے ہی تازیانے برسائے جاتے ہیں۔

آخر صحابہ اور اہل بیت کے مزارات کو ڈھا دینے والے نانوتوی صاحب کی قبر پہ اتنا بڑا شرک کیسے دیکھتے رہے۔ بالفرض اپنا سمجھ کر اگر مزار نہیں توڑا جا رہا تھا تو مشرکین کا سر توڑنے میں کیا مضائقہ تھا؟

اب آپ ہی دو ٹوک فیصلہ کریں کہ کفر و شرک کے سوال پہ اپنے بزرگوں کی اتنی کھلی ہوئی پاسداری کے بعد بھی کیا دیوبندی علماء اپنے سر سے یہ الزام اٹھا سکتے ہیں کہ ان کے یہاں دو طرح کی شریعتیں نہیں ہیں؟

اپنی کہانی ان کی زبانی

اولیائے کرام کے اختیارات و تصرف کے انکار میں مولوی اسماعیل دہلوی کی کتاب "منصب امامت" سے بریلوی فتنہ کے مصنفین نے ایک عبارت نقل کی ہے جس کا اُردو ترجمہ جسے خود انہوں نے کیا ہے، یہ ہے:۔

> اور نہ ایسا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ان کو دے دی ہو اور انسانوں کے معاملات ان کے حوالے کر دیئے ہوں اور وہ بامر الٰہی اپنی قدرت سے یہ تصرفات عالم کون میں کرتے ہوں۔ ایسا

Marfat.com

عقیدہ رکھنا خالص شرک و کفر ہے۔

جو کوئی ان اولیاء اللہ کے بارے میں یہ قبیح عقیدہ رکھے وہ بلاشبہ مشرک و کافر ہے۔ (بریلوی فتنہ ص۴۳)

یہ رہا اولیائے کرام کے حق میں عقیدہ! اب اپنے گھر کے بزرگوں کے لئے اس عقیدے کے خون کی ایک لمبی لکیر ملاحظہ فرمایئے:۔

یہی مولوی محمد یعقوب صاحب نانوتوی جن کے بارے میں ابھی ایک قصہ آپ پڑھ چکے، ان کے متعلق ارواح ثلاثہ کے ایک راوی امیر شاہ خان لکھتے ہیں:۔

جس زمانے میں ملکہ وکٹوریہ کی تاج پوشی کا جلسہ ہوا، اس زمانے میں مولوی محمد یعقوب صاحب دہلی میں تھے اور اکثر غائب رہتے تھے۔ میں نے دریافت کیا کہ حضرت آپ کہاں غائب رہتے ہیں؟ فرمایا مجھے حکم ہوا ہے کہ دہلی میں جس جس جگہ تمہارا قدم جائے گا۔ ہم اس جگہ کو آباد کر دیں گے۔ اس لئے میں اکثر شہر اور حوالی شہر میں گشت کیا کرتا ہوں تاکہ ویران مقامات آباد ہو جائیں۔ (ارواح ثلاثہ ص۳۱۳)

ملکہ کے جشن تاج پوشی کے موقع پر دہلی میں مولوی محمد یعقوب صاحب کی موجودگی اتفاقاً بھی ہو سکتی ہے اور ضرورۃً بھی۔ لیکن اس خبر کی تشہیر کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ جہاں جہاں تمہارا قدم پہنچ جائے گا ہم اس جگہ کو آباد کر دیں گے، بلاوجہ نہیں ہے۔ اس کے پیچھے کوئی نہ کوئی مصلحت ضرور ہے۔ ہو سکتا ہے فال نیک کے طور پر یہ ظاہر کرنا مقصود ہو کہ ملکہ کی تاج پوشی اور ویرانوں کی آبادی، دونوں کی تاریخ ہمیشہ کے لئے مربوط رہے گی۔ اور اس نکتے کے اظہار کے لئے یہ موقع بھی بہت سازگار تھا کہ تاج برطانیہ کی کلیدی شخصیتیں اس وقت دہلی میں جمع ہو گئی تھیں۔

Marfat.com

بہر حال برسرِ راہے یہ ایک بات نکل آئی ورنہ کہنا یہ چاہتا ہوں کہ اس واقعہ پر تھانوی صاحب کا یہ حاشیہ پڑھیئے۔ راز سربستہ کی ایک گرہ اور کھلے گی، تحریر فرماتے ہیں :۔

یہ شان اقطاب التکوین کی ہوتی ہے۔ بعض مقبولین کو قطبیت ارشادیہ کے ساتھ قطبیت تکوینیہ کا مرتبہ بھی عطا ہوتا ہے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۳۱۳)

اس حاشیہ سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی کہ مولوی محمد یعقوب صاحب قطب التکوین تھے۔ اب اسی کے ساتھ تھانوی صاحب کا یہ بیان بھی آپ پوری توجہ کے ساتھ پڑھیئے تاکہ پوری کہانی آپ سمجھ سکیں ـــ فرماتے ہیں :۔

بزرگوں سے سُنا ہے کہ دیوبند میں حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مجذوبین کی جماعت کے سردار تھے۔ (افاضات یومیہ ج ۱ حصۂ دوم ص ۲۴۳)

اب ذیل میں انہی مجذوبوں کے متعلق تھانوی صاحب کے لگاتار بیانات پڑھیئے اور اندازہ لگایئے کہ اپنے ان بیانات کی روشنی میں وہ مولوی محمد یعقوب صاحب کے متعلق کیا دعویٰ کرنا چاہتے ہیں۔ اور چشم حیرت سے یہ بھی ملاحظہ فرمایئے کہ کائنات میں تصرف کی جو قدرت اولیاء اللہ کے لئے کفر تھی وہ دیوبند کے سیّد المجذوبین تک پہنچ کر کس طرح اسلام میں تبدیل ہو گئی ـــ ارشاد فرماتے ہیں :۔

یہی مجذوب ہیں جن کے سپرد کارخانۂ تکوینیہ ہے اور اس کے انتظام کے ذمہ دار ہیں۔

(افاضات یومیہ ج ۱ حصۂ دوم ص ۲۴۵)

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں :۔

ایک مولوی صاحب نے عرض کیا کہ حضرت! سنا ہے کہ امور تکوینیہ مجذوبین کے متعلق ہوتے ہیں۔ بدون عقل کے وہ کام کیسے کرتے ہوں گے۔

فرمایا ان کے متعلق ہونا صحیح ہے اور گو ان میں عقل نہیں ہوتی لیکن جو کام

Marfat.com

ان کے سپرد کیا جاتا ہے اس میں عقل کی ضرورت نہیں۔ اس لئے اس کو بخوبی انجام دیتے ہیں۔ (افاضات یومیہ ج ۱ حصہ اول ص۴۸)

مزید وضاحت کے ساتھ دوسری جگہ اس حقیقت کا ایک اعتراف اور ملاحظہ ہو — ارشاد فرماتے ہیں:-

تکوینی کارخانہ مجذوبین سے متعلق کرنے میں یہ حکمت ہے کہ ان میں عقل نہیں ہوتی اس لئے تشریع کے مکلف نہیں ہوتے اور ان کی بعض خدمتیں شرع پر منطبق نہیں ہوتیں۔

مثلاً اگر مسلمانوں اور کافروں میں مقابلہ ہو تو مسلمانوں کا غلبہ مقصود تشریعی ہے اور ایسا ہونا بعض اوقات خلاف مصلحت و حکمت ہوتا ہے۔ اس لئے ایسی جماعت کے سپرد کیا گیا جس کو اس سے کچھ بحث نہیں۔

(افاضات یومیہ ج ۱ حصہ اول ص۹۶)

امور تکوینیہ اور تکوینی کارخانہ کی تشریح ایک ہی ورق کے بعد آرہی ہے۔ لیکن تھانوی صاحب کے اس بیان سے یہ حقیقت اچھی طرح آشکار ہوگئی کہ مجذوبین کے ہاتھوں میں فتح و شکست کا بھی اختیار ہوتا ہے اور وہ اپنی مرضی سے فریق کو چاہتے ہیں شکست کی ذلتوں سے ہمکنار کرتے ہیں اور جس فریق کو چاہتے ہیں فتح کی عزتوں سے سرفراز کرتے ہیں۔

حقیقت کا کھلا ہوا اعتراف

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے بار بار اس بات کو دہرایا ہے کہ اولیاء اللہ کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ اپنے ارادہ سے کاروبار عالم میں تصرف کی قدرت رکھتے ہیں، کھلا ہوا کفر و شرک ہے۔ لیکن تھانوی صاحب کی یہ تحریر پڑھ کر آپ حیران رہ جائیں گے جس کے ذریعہ انہوں نے کفر و شرک کا الزام دینے والوں کے منہ

Marfat.com

پر زوردار تھپڑ رسید کیا ہے۔ اس موقع پر بریلوی فتنہ کے مصنفین اگر تلملا اٹھیں تو ہمارے اوپر اس کی کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ کیوں کہ تھانوی صاحب ہمارے نہیں، اُنہی کے آقائے نعمت ہیں، تحریر فرماتے ہیں :-

میرا رجحان پہلے اس طرف تھا کہ مجذوبین اجتہاد نہیں کرتے محض امر صریح کے متبع ہیں اور ملائکہ کے متعلق بھی یہی خیال تھا کہ وہ محض نصوص کے متبع ہیں مگر حدیث جبریل انما دس الطین فی فم فرعون مخافة ان تدرکہ الرحمۃ (یعنی جبرئیل علیہ السلام فرعون کے منہ میں گارا اس لئے ٹھونس رہے تھے کہ کہیں رحمت اس پر متوجہ نہ ہو جائے)

نیز حدیث القاتل التائب عن الذنب اختلف فیہ ملئکۃ الرحمۃ والعذاب یعنی جس قاتل نے توبہ کر لی تھی اس کے مرنے کے بعد رحمت اور عذاب کے فرشتوں میں اس کے بارے میں اختلاف ہوا، اس حدیث سے اس طرف رجحان ہو گیا کہ ملائکہ اجتہاد بھی کرتے ہیں۔

وکذا المجذوبون وزاد الرجحان بقصۃ الاشراقی ان المجذوبین مختلفون فی احکام بقاء السلطنۃ وتبدلہا۔ یعنی جو ملائکہ کا حال ہے یہی حال مجذوبوں کا ہے اور اشراقی صاحب (جو حضرت کے زمانے میں ایک مجذوب تھے) کے قصہ سے یہ خیال اور بڑھ گیا۔ کیونکہ وہ فرماتے ہیں کہ مجذوبوں میں اس میں اختلاف ہے کہ انگریزی سلطنت باقی رہے یا اس کو بدل دیا جائے۔

(افاضات یومیہ ج ۱ حصہ اول ص ۹۶)

عبارت کا یہ آخری حصہ خوب غور سے پڑھیے اور سوچیے کہ تھانوی صاحب

Marfat.com

نے کتنی صراحت کے ساتھ اس عقیدے کی صحت کا اعتراف کر لیا ہے کہ مجذوبوں کو سلطنتوں کے بدلنے اور باقی رکھنے کا بھی اختیار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اختلاف کی گنجائش صرف اسی صورت میں نکل سکتی ہے جب کہ سلطنتوں کے بدلنے اور باقی رکھنے کا کام مجذوبوں کی اپنی مرضی پر چھوڑ دیا جائے۔ ورنہ ظاہر ہے کہ اس کے کسی جانب میں بھی حکم خداوندی صادر ہو جانے کے بعد اختلاف کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

اب خدارا آپ ہی انصاف کریں کہ اسے اپنے ارادہ سے کاروبار عالم میں تصرف نہیں کہا جائے گا تو اور کیا کہا جائے گا۔ اور یہ عالمگیر تصرف بغیر قدرت و اختیار کے کیونکر متصور ہو گا۔

اور پھر کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے سلسلے میں اجتہاد کا مطلب ہی اس کے سوا اور کیا ہے کہ فرائض متعلقہ کی انجام دہی کی قدرت دے کر انہیں اپنی صواب دید پر عمل کرنے کا اختیار دے دیا جائے۔

تکوینی امور کی تشریح

تھانوی صاحب کے مذکورہ بالا بیانات میں آپ لگاتار "کارخانہ تکوینیہ"، "امور تکوینیہ" اور "تکوینی کارخانہ" کے الفاظ پڑھ چکے۔ اب ان الفاظ کے معانی ملاحظہ فرمائیں تاکہ واضح طور پر آپ کو مجذوبوں کے اختیارات و خدمات کی تفصیل معلوم ہو جائے۔

مولوی اسماعیل دہلوی اپنی منصب امامت میں عالم کون کے تصرفات یعنی امور تکوینیہ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ فارسی سے یہ اردو ترجمہ خود بریلوی فتنہ کے مصنفین نے کیا ہے:۔

جیسے بارش کا نازل ہونا، اور درختوں کا نشوونما پانا اور حالات کا پلٹا کھانا، بادشاہوں پر اقبال (اچھے دن) یا ادبار (برے دن) آنا، دولت مندوں،

Marfat.com

فقراء و مساکین کے احوال کا بدل جانا اور وباؤں کا ہٹ جانا اور ان جیسے دوسرے تصرفات۔ (بریلوی فتنہ ص۱۴۲)

پچھلے اوراق میں بریلوی فتنہ کے مصنفین کا یہ بیان آپ پڑھ چکے کہ اللہ والوں کی طرف بلاؤں کے دفع کرنے اور بیماریوں کے دور کرنے کی نسبت کرنا کفر ہے۔ لیکن تھانوی صاحب کے مذکورہ بالا ملفوظات اور منصب امامت کے بیان سے یہ بات اچھی طرح واضح ہوگئی کہ بریلوی فتنہ کے مصنفین کا یہ منہ بولا کفر مجذوبوں کے فرائض و خدمات کی فہرست میں شامل ہے۔

واقعات کی روشنی میں

اب مجذوبوں کے ان تکوینی تصرفات کو آپ ذرا واقعات کے آئینے میں بھی دیکھیں تاکہ کاروبار عالم میں ان کی مؤثر حیثیت کا آپ کو صحیح طور پر اندازہ ہو جائے۔

تھانوی صاحب کے حوالے سے پچھلے اوراق میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ جنگ کے مواقع پر قوموں کی فتح و شکست کا اختیار انہیں سپرد کیا گیا ہے۔ اسی طرح سلطنتوں کے بدلنے اور باقی رکھنے اور بادشاہوں کے عروج و زوال کی قدرت بھی انہیں سونپی گئی ہے اور جہاں تک بیماری دور کرنے کا سوال ہے تو ایک صاحب قبر کی شفا بخشی کا واقعہ ابھی آپ پڑھ چکے — اب رہ گیا بارش برسانے اور روکنے کا اختیار تو اس سلسلے میں بھی چند واقعات دیوبندی لٹریچر سے پڑھ لیجئے۔

مفتیان دیوبند کے "انکشاف" میں شیخ ابو العباس کے متعلق یہ واقعہ آپ کی نظر سے گذر چکا ہوگا کہ انہیں بارش برسانے پر ایسی قدرت تھی کہ وہ پیسوں کے عوض اسے فروخت کیا کرتے تھے اور جب چاہتے تھے.......... پانی برسنے لگتا تھا۔

Marfat.com

ظاہر ہے کہ جب تک کوئی چیز اپنے اختیار اور قبضے میں نہ ہو اُسے فروخت کرنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔

یہ تو ہوا بارش برسانے کا قصہ! اب جہاں تک بارش روکنے کا سوال ہے تو آپ نے "زلزلہ" میں مولوی حسین احمد صاحب شیخ دیوبند کا وہ واقعہ پڑھا ہوگا جسے مولوی جمیل الرحمٰن سیوہاروی مفتی دارالعلوم دیوبند نے شیخ الاسلام نمبر میں نقل کیا ہے کہ سہسپور ضلع بجنور میں کانگرس کی طرف سے ایک جلسہ منعقد کیا گیا تھا، جس میں مولوی حسین احمد صاحب بھی شریک تھے۔ عین جلسہ کے وقت آسمان ابر آلود ہو گیا۔ موسم کا رنگ دیکھ کر جلسہ کے منتظمین بالکل سراسیمہ ہو گئے اب اسکے بعد کا قصہ خود واقعہ نگار کی زبانی سنیئے۔ لکھا ہے کہ:-

> اسی دوران میں جامع الروایات عزلہ کو جلسہ گاہ میں ایک برہنہ سر مجذوبانہ ہیئت کے غیر متعارف شخص نے علیحدہ لے جاکر ان الفاظ میں ہدایت کی کہ "مولوی حسین احمد سے کہدو کہ علاقے کا صاحب خدمت میں ہوں اگر وہ بارش ہٹوانا چاہتے ہیں تو یہ کام میرے توسط سے ہوگا۔
>
> راقم الحروف اسی وقت خیمے میں پہنچا جس پر حضرت والا نے آہٹ پاکر وجہ معلوم فرمائی اور اس پیغام کو سُن کر ایک پرجلال انداز میں بستر استراحت ہی سے ارشاد فرمایا، جایئے کہہ دیجئے بارش نہیں ہوگی۔
>
> (الجمعیۃ کا شیخ الاسلام نمبر صفحہ ۱۴۴)

"بستر استراحت ہی سے ارشاد فرمایا" کا جملہ بتا رہا ہے کہ انہوں نے بارش نہیں ہوگی کا حکم آسمان کا رنگ دیکھ کر نہیں لگایا تھا بلکہ اس حکم کے پیچھے اس حقیقت کا اظہار تھا کہ تکوینی امور کا اختیار میرے ہاتھ میں بھی ہے۔ میں بارش روکنا چاہوں تو بلا شرکت غیرے خود بھی اس کی قدرت رکھتا ہوں۔

Marfat.com

بارش روکنے کے سلسلے میں ایک اور دیوبندی مجذوب کا واقعہ سنیئے :۔

امارت شرعیہ کا ترجمان "نقیب" اخبار پھلواری نے دیوبندی فرقے کے روحانی پیشوا مولوی عبدالرشید رانی ساگری کا ایک قصہ ان کی صاحبزادی ثامنہ خاتون کی روایت سے نقل کیا ہے، وہ بیان کرتی ہیں کہ :۔

جب ہمارا گھر بننے لگا تو والد صاحب کی ہدایت کے مطابق سب سے پہلے پاخانہ میں ہاتھ لگا وہ زمانہ برسات کا تھا لیکن بارش نہیں ہو رہی تھی۔ دھان کی روپنی ہو چکی تھی۔ کسان سخت پریشان تھے۔ میں نے والد صاحب سے درخواست کی کہ بارش کے لئے دعا فرما دیجئے بہت لوگ پریشان ہیں، فصل کو خطرہ ہے۔ والد صاحب مسکرانے لگے اور فرمایا، بارش کیسے ہوگی، اپنا پاخانہ جو بن رہا ہے، خراب ہو جائے گا۔ (نقیب کا مصلح اُمت نمبر صکے)

اس واقعہ کے بیان سے جس عقیدے کا اظہار مقصود ہے وہ سوا اس کے اور کیا ہے کہ رانی ساگری صاحب کے تصرف سے اس وقت تک بارش رُکی رہی جب تک کہ ان کا پاخانہ نہیں تیار ہو گیا۔

ایک نیا استدلال

یہ اختیارات تو ان مجذوبین کے ہیں جو قطب کی حیثیت سے کسی قریہ اور شہر میں رہتے ہیں باقی رہے وہ اولیاء اللہ جو مختلف اقالیم میں رہتے ہیں اور سارے عالم کا انتظام سنبھالتے ہیں، ان کے اختیارات کا اندازہ کون لگا سکتا ہے۔

تھانوی صاحب نے اس گروہ کے تعارف میں جو تفصیل لکھی ہے، وہ یہ ہے۔

اقسام اولیاء میں بزرگوں کی مختلف عبارتیں ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ وہ سب بارہ گروہ ہیں۔

اقطاب، غوث، امامین، اوتاد، ابدال، اخیار، ابرار، نقبا، نجباء،

Marfat.com

عمد، مکتومان، مفردان۔

قطب عالم، ایک ہوتا ہے۔ اس کو قطب العالم و قطب اکبر و قطب الارشاد، و قطب الاقطاب، قطب المدار بھی کہتے ہیں اور عالم غیب میں اس کا نام عبد اللہ ہوتا ہے۔ اس کے دو وزیر ہوتے ہیں جو امامین کہلاتے ہیں۔ وزیر یمین کا نام عبد الملک و وزیر یسار کا نام عبد الرب ہوتا ہے۔

اور بارہ قطب اور ہوتے ہیں سات تو سات اقلیم میں رہتے ہیں اُن کو قطب اقلیم کہتے ہیں اور پانچ یمن میں ان کو قطب ولایت کہتے ہیں یہ عدد تو اقطاب معینہ کا ہے اور غیر معین ہر شہر اور ہر قریہ میں ایک قطب ہوتا ہے۔ غوث ایک ہوتا ہے۔ بعض نے کہا قطب الاقطاب ہی کو غوث کہتے ہیں۔ (تعلیم الدین ص ۱۲۰)

"قبوری شریعت"، کے نام سے ہم پر ایک نئی شریعت کے اختراع کا الزام لگانے والے اب اس شریعت کا بھی کوئی نام تجویز کریں اور بتائیں کہ انسانوں کے بنائے ہوئے نظامہائے حکومت کے علاوہ اگر اس عالم میں اولیاء اللہ کا بھی کوئی اپنا نظام حکومت نہیں ہے تو یہ دو وزیر کس لئے ہیں؟ یہ گاؤں گاؤں قریہ قریہ اور شہر شہر میں لاکھوں اقطاب کی ضرورت کیا ہے اور دنیا کو سات اقلیموں میں بانٹ کر ہر اقلیم کا الگ الگ قطب کیوں ہے؟ اور پھر اس کے بعد غوث کے نام سے ساری دنیائے ولایت کا ایک قطب الاقطاب اور ایک سلطان السلاطین کیوں مقرر کیا گیا ہے۔

اگر یہ سارا انتظام خدا کی طرف سے ہے تو خود ہی فیصلہ کیجئے کہ کسی بھی سلطنت کا ڈھانچہ کیا بغیر قدرت و اختیار کے کھڑا رہ سکتا ہے۔ اور اگر یہ سارا قصہ خود تھانوی صاحب کا من گھڑت ہے تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس گمراہ کن جھوٹ کے

Marfat.com

خلاف کس زبان میں احتجاج کیا جائے۔

ایک اور استدلال

پچھلے اوراق میں انبیاء و اولیاء کی بابت بریلوی فتنہ کے مصنفین کا یہ عقیدہ آپ پڑھ چکے ہیں کہ ان کے اندر تصرف کی قدرت ماننا کفر ہے۔ لیکن یہی کفر گھر کے بزرگوں تک پہنچ کر اسلام میں کیوں کر تبدیل ہو گیا ہے۔ ذرا اس کا بھی ایک شرمناک رُخ ملاحظہ فرمالیں۔ تھانوی صاحب اپنی کتاب تعلیم الدین میں تحریر فرماتے ہیں:۔

کوئی روح اپنا بدن حالت حیات میں چھوڑ کر دوسرے مردے کے بدن میں چلی جائے یہ بات ریاضت سے حاصل ہو سکتی ہے۔ (تعلیم الدین ص ۱۱۸)

مطلب یہ ہے کہ ایک شخص ریاضت کے بل پر اپنے اندر یہ قدرت پیدا کر سکتا ہے کہ جب چاہے اپنی روح کو اپنے زندہ جسم سے نکال کر کسی مردہ جسم میں منتقل کر دے یعنی ایک زندہ جسم کو مار ڈالے اور مُردہ جسم کو زندہ کر دے۔

اب آپ ہی غور فرمائیں کہ کسی زندہ آدمی پر موت طاری کرنا اور کسی مُردہ شخص کو جلا دینا یہ خاص خدا کا منصب ہے یا نہیں؟ لیکن تھانوی صاحب کتنی فراخ دلی کے ساتھ یہ طاقت ایک انسان کے اندر مان رہے ہیں اور وہ بھی خدا کی عطا سے نہیں بلکہ خود اپنی ریاضت کے بل پر۔

فرمائیے؟ اس سے بڑا شرک اور کیا ہو سکتا ہے کہ ایک بندے کو انہوں نے مُحیی اور مُمیت دونوں تسلیم کر لیا۔

افسوس! ہم اس طرح کی محدود قدرت کسی نبی یا ولی میں خدا کی عطا سے بھی مانیں تو کافر ٹھہرائے جائیں اور وہ صرف اپنی محنت کے بل پر یہ خدائی قدرت ایک بندے میں مان رہے ہیں تو کوئی ان سے باز پرس کرنے والا نہیں ہے۔

ایک اور نئی دلیل

اب اس سے بھی زیادہ ایک دلچسپ قصہ سنیئے:۔

Marfat.com

یہاں تک تو غنیمت تھا کہ جس مردہ جسم میں وہ روح منتقل ہوئی وہ جسم بہرحال خدا کا بنایا ہوا تھا۔ لیکن تھانوی صاحب نے اس کے بعد ایک نیا گل اور کھلایا ہے۔ ان کے ملفوظات کا مرتب "مقالات حکمت" نام کی کتاب میں ان کا یہ منہ بولا بیان نقل کرتا ہے کہ :-

بعض بزرگوں کو جو اہل تصرف ہوتے ہیں عناصر پر قدرت ہو جاتی ہے کہ وہ اس سے چند اجساد کو ترکیب دے کر شکل بدل لیتے ہیں۔ چونکہ روح میں انبساط ہے اس لئے ایک روح کو اُن چند اجساد کے ساتھ متفق کر کے چند شکلوں میں متشکل ہو سکتے ہیں۔ (مقالات حکمت ص۱۳)

"بعض بزرگوں کو جو اہلِ تصرف ہوتے ہیں" یہ فقرہ واضح طور پر اس امر کی نشاندہی کرتا ہے کہ بزرگوں کی دو قسمیں ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو اہلِ تصرف ہوتے ہیں۔ اور بعض وہ ہیں جو اہلِ تصرف نہیں ہوتے۔ اہلِ تصرف ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جنہیں خدا کی طرف سے تصرف کی قدرت عطا کی جاتی ہے اور وہ اپنی اس خداداد قدرت سے آگ، پانی، ہوا اور مٹی میں تصرف کر کے اپنی خواہش کے مطابق مختلف انواع و اصناف کے اجسام تیار کرتے ہیں اور جس جسم کے اندر چاہتے ہیں، روح داخل کر کے اسے زندگی بخش دیتے ہیں۔

اب آپ ہی ہماری مظلومی کے ساتھ انصاف کیجئے کہ ہم خدا کے بنائے ہوئے جسم میں صرف روح کی واپسی کا عقیدہ رکھ لیں تو شرک کے الزام میں ہمارے لئے پھانسی کی سزا تجویز کی جائے اور وہ خود اپنے ہاتھوں سے نئے نئے جسم بنانے اور خود اپنی مرضی سے روح داخل کرنے کی قدرت اپنے بزرگوں کے لئے مان رہے ہیں تو وہ روئے زمین کے سب سے بڑے موحد کہلانے کے دعویدار ہیں۔

ایک عجیب و غریب قصہ

آپ پچھلے اوراق میں پڑھ چکے کہ دیوبندی

مذہب میں انبیاء و اولیاء کے لئے تصرف کی قدرت ماننا کفر ہے۔ لیکن یہی کفر اپنے بزرگوں کے حق میں کس طرح اسلام بن گیا ہے اس کا ایک عبرت انگیز تماشا اور دیکھئے۔

مولوی عبدالرحیم سہارنپوری نام کے کوئی دیوبندی بزرگ ہیں اُن کے متعلق مولوی زکریا صاحب نے ایک قصہ بیان کیا ہے کہ :-

ایک دفعہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ وضو کر رہے تھے۔ ایک قندیل اوپر اُڑتا جا رہا تھا (اپنے خادم سے) فرمانے لگے، میرے چاند! یہ دیکھ کیا جا رہا ہے؟ مولوی روشن علی صاحب نے فرمایا کہ حضرت مجھے تو کچھ پتہ نہیں کیا ہے۔ فرمانے لگے یہ جادو جا رہا ہے اور مجھے اللہ نے **یہ قدرت دی** ہے کہ میں اس کو اتار لوں۔ مولوی روشن علی صاحب نے کہا کہ ضرور اتار لیں۔

حضرت شاہ صاحب نے ہاتھ سے اشارہ کیا وہ نیچے اُتر آیا۔ اس میں ایک آدمی کا پتلا بنا ہوا تھا اور اس میں بہت سی سوئیاں اوپر سے نیچے تک چبھائی ہوئی تھیں۔ حضرت نے اس سے پوچھا تو کون ہے اللہ تعالےٰ نے اس کو گویائی عطا فرمائی اس نے کہا میں جادو ہوں حضرت نے اس سے فرمایا تو کہاں سے آیا ہے کہاں جائے گا۔؟

اس نے بتایا فلاں جگہ سے آیا ہوں فلاں کو مارنے جا رہا ہوں۔ حضرت نے اس سے دریافت فرمایا کہ جس نے بھیجا ہے اس کا کہنا مانیگا یا ہمارا؟ اس نے عرض کیا اب تو آپ ہی کا کہنا مانوں گا۔ حضرت نے فرمایا جہاں سے آیا ہے وہیں چلا جا۔

اگلے دن معلوم ہوا کہ وہ جادوگر مر گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ یہ میں نے

Marfat.com

اس لئے کیا کہ نہ معلوم وہ اور کتنوں کو مارے گا۔

(آپ بیتی ع۶ ص۳۷۶)

ایک طرف دیوبندی عقیدے کا یہ رُخ نظر میں رکھئے کہ اللہ تعالےٰ نے اپنے اولیاء کو یہ قدرت نہیں دی ہے کہ وہ عالم میں کوئی تصرف کریں، کسی کی مصیبت میں کام آئیں اور کوئی بلا دفع کریں اور دوسری طرف سہارنپور کے شاہ صاحب کا یہ دعویٰ ملاحظہ فرمائیں کہ انہیں اللہ نے اس بات کی قدرت دی ہے کہ وہ فضا میں اُڑتے ہوئے ایک بے جان پتلے کو صرف ہاتھ کے اشارے سے زمین پر اتار لیں، اُس سے بات کریں اور پھر اسے واپس کر کے بہت سے لوگوں کے سروں سے بلا ٹال دیں۔

آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اسے دل کی شقاوت کے سوا اور کیا کہا جائے گا کہ جو قدرت خدا نے دیوبند کے بزرگوں کو عطا کی ہے وہی قدرت اپنے انبیاء و اولیاءؑ کو عطا کر دے تو کفر ہو جائے۔

ایک اور دل آزار قدرت کا دعویٰ

اب اخیر میں ایک دل آزار قدرت کا دعویٰ اور ملاحظہ فرمایئے:۔

ارواح ثلاثہ کے مصنف نے مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ ایک بار قاضی پور نام کے ایک قصبہ میں گئے وہ زمانہ عشرۂ محرم کا تھا۔ شیعوں کے یہاں محرم کی مجلسیں گرم تھیں۔ انہوں نے نانوتوی صاحب کو بھی اپنی مجلس میں شریک ہونے کی دعوت دی۔ موصوف نے اس شرط پر شرکت منظور کی کہ جب آپ لوگ مجلس میں بیان کر چکیں تو میں بھی کچھ کہوں گا۔ لیکن وہ اس پر آمادہ نہیں ہوئے اس کے بعد شیعوں نے سلسلۂ گفتگو کے دوران کہا کہ:۔

اگر آپ بیداری میں ہم کو حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرا دیں اور

Marfat.com

حضور اپنی زبان مبارک سے ارشاد فرمادیں کہ آپ سچ کہہ رہے ہیں تو ہم اہلِ سنت والجماعت میں داخل ہو جائیں گے۔ فرمایا کہ تم سب اس پر پختہ رہو تو میں بیداری میں زیارت کرانے کے لئے تیار ہوں مگر یہ روافض (شیعہ صاحبان) کچھ کچے ہو گئے۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۶۵)

اب اس واقعہ پر تھانوی صاحب کا یہ حاشیہ پڑھنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

یا تو اس تصرف پر قدرت معلوم ہو گی یا لو اقسم علی اللہ لا برہ پر اعتماد ہو گا۔ (ص ۲۶۵)

یعنی مطلب یہ ہے کہ نانوتوی صاحب نے شیعوں سے جو وعدہ فرمالیا تھا کہ میں بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کرادوں گا تو اس کی وجہ یہ تھی کہ انہیں اپنے بارے میں یہ معلوم تھا کہ وہ جب چاہیں اور جسے چاہیں بیداری میں حضور کی زیارت کرا سکتے ہیں۔

تھانوی صاحب کا یہ حاشیہ پڑھنے کے بعد کوئی بھی خالی الذہن آدمی مندرجہ ذیل سوالات کا سامنا کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔

پہلا سوال تو یہ ہے کہ انہیں یہ کیونکر معلوم ہوا کہ ان کے اندر اس عظیم تصرف کی قدرت موجود ہے۔ اس لئے ماننا پڑے گا کہ خدا نے انہیں اس بات کی قدرت پہلے سے عطا کر دی تھی۔

دوسرا سوال یہ ہے کہ کسی اُمتی کے لئے یہ اختیار اگر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی معلوم کئے بغیر جب چاہے حضور کو بیداری کی حالت میں مدینہ شریف سے بلوا لے تو اس سے لازم آئے گا کہ یہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی کھلی ہوئی تنقیص شان ہے۔

Marfat.com

تیسرا سوال یہ ہے کہ دیوبندی مذہب میں جب انبیاء و اولیاء کو خدا نے تصرف کی یہ قدرت نہیں بخشی ہے کہ جب چاہیں اور جسے چاہیں قبر سے بیداری کی حالت میں بلوالیں تو نانوتوی صاحب کو یہ قدرت کہاں سے حاصل ہو گئی۔

ایمان و دیانت کا اس سے زیادہ دردناک قتل اور کیا ہو گا کہ نبی میں تو یہ قدرت تسلیم نہ کی جائے کہ وہ اپنی مرضی سے جب چاہیں اور جہاں چاہیں خود چلے جائیں، لیکن ایک امتی کا یہ اختیار تسلیم کر لیا جائے کہ وہ جب چاہے اور جہاں چاہے اپنی مرضی سے نبی کو بلوالے۔

احساس کا نشتر

تصرف کی خداداد قدرت کے ثبوت میں دیوبندی لٹریچر سے فراہم کردہ یہ دلائل آپ سے آپ کے ضمیر کا انصاف چاہتے ہیں۔ آپ ہر طرح کی عصبیت سے بالاتر ہو کر صرف حقائق کی بنیاد پر اس پوری بحث کا جائزہ لیں اور بے لاگ ہو کر فیصلہ کریں کہ دیوبندی اکابر کی یہ تحریریں ہمارے اس موقف کی تائیدیں ہیں یا نہیں؟ کہ دیوبندی مذہب تضادات کا مجموعہ اور عقیدہ و عمل کے تصادم کا میدان کارزار ہے اور یہ کہ ایک ہی عقیدہ جو انبیاء و اولیاء کے حق میں شرک ہے، کفر ہے اور ناممکن ہے وہی اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں اسلام ہے، ایمان ہے اور امر واقعہ ہے۔

جو لوگ دیوبندی فرقے سے تعلق رکھتے ہیں انہیں یہ پوری بحث فکری کشمکش کے ایک سنگین مرحلے سے یقیناً دوچار کرے گی اور ہزار صرف نظر کے باوجود انہیں اس قدرتی سوال کا بہر حال سامنا کرنا ہو گا کہ تصرف کی قدرت کے ثبوت میں ان کے اکابر کی یہ صاف و صریح عبارتیں کیا ٹھکرا دینے کے قابل ہیں۔

ہو سکتا ہے مسلک کی غلط عصبیت انہیں حق کی طرف پلٹنے سے روک

Marfat.com

سے لیکن اس احساس کی زد سے بہر حال وہ اپنے آپ کو ہر گز نہیں بچا سکیں گے کہ اُن کے اکابر نے انہیں کہیں نہ کہیں ضرور دھوکا دیا ہے۔ یا تو وہاں اُنہوں نے ٹھوکر کھائی ہے جہاں انبیاء و اولیاء کے حق میں تصرف کی خدا داد قدرت کے عقیدے کو شرک قرار دیا ہے یا پھر جہاں انہوں نے اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں تصرف کی قدرت کو امر واقع کے طور پر تسلیم کیا ہے، وہاں انہوں نے اسلام و ایمان کی قدروں کا خون کیا ہے —— کئی سو صفحات پر زلزلہ کے مباحث اسی ایک موضوع کے گرد گھومتے رہے اور خدا کا شکر ہے کہ زیر نظر کتاب میں یہ موضوع واقعات کی منزل سے گذر کر اب علمی اور فکری سطح پر بھی بالکل نکھر گیا۔

Marfat.com

تیسری بحث

جوابات کے بیان میں

زلزلہ میں علمائے دیوبند کے خلاف مسلک کا خون، مذہبی خودکشی، تضادات اور اکابر پرستی کے جو الزامات عائد کئے گئے ہیں، بریلوی فتنہ کے مصنفین نے ان میں سے صرف چند الزامات کا تذکرہ کیا ہے، باقی الزامات وہ اس طرح ہضم کر گئے ہیں جیسے اُن کا سامنا کرتے ہوئے انہیں شرم محسوس ہو رہی ہو۔

اب جتنے الزامات کے وہ غلط سلط جوابات دے سکے ہیں ذیل میں ان کا تنقیدی جائزہ ملاحظہ فرمایئے تاکہ آپ بھی کھلی آنکھوں سے اس حقیقت کا نظارہ کر لیں کہ زلزلے کے الزامات سے جاں بر ہونا آسان نہیں ہے۔

پہلا جواب

ارواحِ ثلاثہ کے حوالہ سے مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے متعلق زلزلہ میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ اپنے جسد خاکی کے ساتھ وہ اپنی قبر سے نکل کر دیوبند کے مدرسہ میں آئے اور بیداری کی حالت میں مولوی محمود حسن صاحب سے ملاقات کی اور ان سے کچھ فرما کر پھر اپنی قبر کی طرف واپس لوٹ گئے۔

اس کے جواب میں بریلوی فتنہ کے مصنفین نے چند بزرگوں کے واقعات نقل کئے ہیں جنہوں نے وفات کے بعد عین بیداری کی حالت میں لوگوں سے ملاقات کی۔

Marfat.com

مجھے سخت حیرت ہے ان کی کج فہمی پر کہ سلف کی کتابوں سے بزرگوں کے تصرف کے یہ واقعات نقل کرتے ہوئے انہوں نے قطعاً یہ محسوس نہیں کیا کہ وہ اپنے حق میں نہیں بلکہ ہمارے حق میں عقیدے کی صحت کی دلیل فراہم کر رہے ہیں۔
کیونکہ بزرگوں کے جتنے واقعات انہوں نے نقل کئے ہیں ان سے کم از کم اتنی بات تو ضرور ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب بندوں کو تصرف کی قدرت عطا کی ہے جبکہ دیوبندی مذہب میں عطائی قدرت کا عقیدہ رکھنا بھی شرک ہے۔
لیکن جیسا کہ میں نے پچھلے اوراق میں کہیں اشارہ کیا ہے کہ اپنے بزرگوں کے واقعات کی صحت پر دلیل قائم کرتے ہوئے یہ نکتہ ان کی نگاہوں سے قطعاً اوجھل ہو گیا ہے کہ ان واقعات کے عین مخالف سمت میں ان کا ایک مذہب فکر بھی ہے ـــــ

دوسرا جواب

مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے متعلق سوانح قاسمی کے حوالے سے زلزلہ میں یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ وفات کے بعد وہ اپنے ایک دیوبندی مناظر کی امداد کے لئے اپنے جسم ظاہری کے ساتھ مجلس مناظرہ میں تشریف لائے اور اپنے تصرف کی قدرت کا کرشمہ دکھا کر چلے گئے۔

اس واقعہ کے ذیل میں مولوی مناظر احسن گیلانی نے وفات یافتہ بزرگوں سے امداد کے مسئلے میں نہایت صراحت کے ساتھ اقرار کیا ہے کہ ـــــ ،

وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے مسئلے میں علمائے دیوبند کا خیال بھی وہی ہے جو عام اہل السنۃ والجماعۃ کا ہے۔ (سوانح قاسمی)

چند سطروں کے بعد اس سے بھی زیادہ واضح لفظوں میں اعتراف کیا ہے کہ:
”پس بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں ـــــ“

Marfat.com

ان کے اس بیان پر زلزلہ میں جو تنقید کی گئی تھی اس کے الفاظ یہ ہیں:

گیلانی صاحب کے اس حاشیہ سے اتنی بات ضرور صاف ہو گئی کہ جو لوگ وفات یافتہ بزرگوں کی روحوں سے امداد کے قائل ہیں وہی فی الحقیقۃ اہلِ سُنّت وجماعت ہیں۔ اب انہیں بدعتی کہہ کر پکارنا نہ صرف یہ کہ اپنے آپ کو جھٹلانا ہے بلکہ اخلاقی رذائل سے اپنی زبان و قلم کی آلودگی کا مظاہرہ بھی کرنا ہے۔ (زلزلہ ص ۷۷)

چند سطروں کے بعد یہ حصہ بھی پڑھنے کے قابل ہے۔

اللہ اکبر! دیکھ رہے ہیں آپ! قصہ آرائی کو واقعہ بنانے کے لئے یہاں کتنی بے دردی کے ساتھ مولانا نے اپنے مذہب کا خون کیا ہے۔ جو عقیدہ نصف صدی سے پوری جماعت کے ایوان فکر کا سنگ بنیاد رہا ہے، اسے ڈھا دینے میں موصوف کو ذرا بھی تامل نہ ہوا۔

اس تنقید پر بریلوی فتنہ کے مصنفین اس بُری طرح تلملا اُٹھے کہ قلم کی شرافت بھی برقرار نہیں رکھ سکے ہیں۔ لکھنؤ کی بدنام زبان کا ایک نمونہ ملاحظہ فرمائیں — تحریر فرماتے ہیں :-

میں کہتا ہوں اور ارشد صاحب اور ان کے پورے گروہ کو چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ ارشد صاحب نے یہاں شرمناک فریب اپنے ناظرین کو دیا ہے اور جس دیدہ دلیری کے ساتھ سو فیصدی جھوٹا دعویٰ کیا ہے اس کی مثال کسی ایسے شخص کی تحریر میں نہیں مل سکتی جس کے دل میں ذرہ برابر بھی خدا کا خوف ہو یا کم سے کم شرم وحیا ہی کا مادہ ہو۔

حضرت مولانا اسماعیل شہید اور تمام علمائے دیوبند کے نزدیک کسی وفات یافتہ بزرگ اور کسی مخلوق کے بارے میں یہ عقیدہ رکھنا اور اس بنا پر ان سے

Marfat.com

مدد چاہنا بلاشبہ شرک ہے کہ وہ خود اپنی قدرت اور اپنے اختیار سے ہماری مدد کر سکتے ہیں یا ہم کو نفع یا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ (بریلوی فتنہ صـ۱۳۸)

اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ ان کاموں کی ان کے اندر خود اپنی قدرت نہیں ہے بلکہ خدا کی عطا کردہ ہے تو شرک نہ ہوگا۔

لیکن یہ معلوم کر کے آپ حیران رہ جائیں گے کہ ان کے یہاں خدا کی عطا کردہ قدرت ماننے کی صورت میں بھی شرک سے چھٹکارا ممکن نہیں ہے۔ ثبوت کے لئے تقویۃ الایمان کی عبارت کا یہ حصہ ملاحظہ فرمائیں۔

پھر خواہ یوں سمجھے کہ ان کاموں کی طاقت ان کو خود بخود ہے خواہ یوں سمجھے کہ اللہ نے ان کو ایسی قدرت بخشی ہے ہر طرح شرک ثابت ہوتا ہے۔

(تقویۃ الایمان صـ۱۰)

اب آپ ہی فیصلہ کیجئے کہ اپنے ناظرین کو فریب کون دے رہا ہے اور سو فیصدی جھوٹا دعویٰ کس نے کیا ہے۔

اس سے زیادہ شرمناک فریب اور کیا ہو سکتا ہے کہ الزام سے جان چھڑانے کے لئے اپنے شہید پر بھی بہتان تراشنے سے یہ لوگ باز نہیں آئے اور غلط طور پر ان کی طرف یہ منسوب کر دیا کہ ان کے نزدیک شرک صرف اسی صورت میں ہے جبکہ یہ سمجھے کہ وہ خدا کی عطا کے بغیر خود اپنی قدرت سے ہماری مدد کر سکتے ہیں۔

لیکن محرومیوں اور نامرادیوں کا ماتم تو یہ ہے کہ اس دروغ بیانی اور بہتان تراشی کے بعد بھی زلزلے کا یہ الزام اپنی جگہ پر ہے کہ مولوی مناظر احسن گیلانی نے وفات یافتہ بزرگوں سے امداد کے مسئلے میں نہایت بے دردی کے ساتھ اپنے مسلک کا خون کیا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنی آخری سطروں میں نہایت واضح طور پر اعتراف کر لیا ہے کہ:۔

Marfat.com

بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔ بلکہ اس امداد کے لئے بزرگوں کی یا ان کی قبروں کی یا ان کے آثار کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں۔

موحّد اور مشرک کے نقطۂ نظر میں یہی جوہری فرق ہے ——،

(سوانح قاسمی)

اس عبارت میں تین باتیں خاص طور پر قابلِ غور ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ "بزرگوں کی ارواح سے مدد لینے کے ہم منکر نہیں ہیں۔ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ ان سے مدد طلب کرنے کے ہم منکر نہیں ہیں۔ کیونکہ نزاع اس بات میں نہیں ہے کہ خدا ان بزرگوں سے ہماری مدد کرائے تو ہمیں ان کی مدد قبول کرنی چاہیئے یا نہیں، بلکہ نزاع کا محل صرف یہ ہے کہ ان سے مدد طلب کرنی چاہیئے یا نہیں؟

دوسری بات یہ کہ "وہ مدد لینے کو شرک نہیں کہتے بلکہ اس امداد کے لئے ان کی عبادت کو شرک قرار دیتے ہیں" اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ گیلانی صاحب کے نزدیک اُن سے مدد طلب کرنا "عبادت" نہیں ہے بلکہ عبادت کا مفہوم کچھ اور ہے۔ کیونکہ ان کے نزدیک اگر بزرگوں کی ارواح سے مدد طلب کرنا بھی عبادت ہوتا تو وہ صرف عبادت ہی کو شرک نہیں کہتے بلکہ مدد طلب کرنے کو بھی شرک قرار دیتے —— اور —— تیسری بات یہ کہ "موحّد اور مشرک کے نقطۂ نظر میں یہی جوہری فرق ہے" کہہ کر انہوں نے سارے الزامات کا ایسا دندان شکن جواب دے دیا ہے کہ اب کسی بحث کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی۔

کیونکہ "یہی جوہری فرق ہے" صرف اسی صورت میں صحیح ہو سکتا ہے کہ

Marfat.com

جیسے مشرکین اپنے بتوں سے مدد طلب کرتے ہیں ہم بھی اپنے بزرگوں کی ارواح سے مدد طلب کریں اور اس کے بعد دونوں کے درمیان یہ جوہری فرق نکالا جائے کہ مشرکین اپنے بتوں سے مدد بھی طلب کرتے ہیں اور امداد کے لئے ان کی عبادت بھی کرتے ہیں۔ لیکن ہم اپنے بزرگوں کی ارواح سے صرف مدد طلب کرتے ہیں۔ امداد کے لئے ان کی عبادت نہیں کرتے بلکہ ان کی عبادت کو شرک یقین کرتے ہیں۔

اور اگر مشرکین اپنے بتوں سے مدد طلب کریں اور ہم اپنے بزرگوں کی ارواح سے مدد طلب کرنے کو شرک قرار دیں تو ایسی صورت میں عبادت کے ذریعہ فرق نکالنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیونکہ فرق بتانے کے لئے ہمارا اور اُن کا عمل ہی بہت کافی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ اس جواب الجواب کے بعد اب اس مسئلے پر بحث کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہی۔ اب بریلوی فتنہ کے مصنفین میں ذرا بھی انصاف کا شائبہ ہو تو وہ اپنے موقف پر نظرِ ثانی کریں اور بیجا ہٹ دھرمی سے باز آئیں۔

تیسرا جواب

زلزلہ میں تذکرۃ الرشید کے حوالے سے اپنے متعلق مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا یہ دعویٰ نقل کیا ہے، کہ

سُن لو! حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے۔ اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر ہدایت و نجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۱۷)

اس دعوے پر گنگوہی صاحب کے خلاف زلزلہ میں جو الزامات عائد کئے گئے تھے، وہ یہ ہیں:۔

Marfat.com

پاسداری کے جذبے سے الگ ہو کر صرف ایک لمحے کے لئے سوچئے! وہ یہ نہیں کہہ رہے ہیں کہ رشید احمد کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے، وہ حق ہے۔ بلکہ ان کے جملے کا مفہوم یہ ہے کہ حق صرف رشید احمد ہی کی زبان سے نکلتا ہے، دونوں کا فرق یوں محسوس کیجئے کہ پہلے جملے کو صرف خلاف واقعہ کہا جا سکتا ہے۔ لیکن دوسرا جملہ تو خلاف واقعہ ہونے کے ساتھ ساتھ اس دور کے تمام پیشوایانِ اسلام کی حق گوئی کو ایک کھلا ہوا چیلنج بھی ہے۔

اور سوچنے کی بات یہ ہے کہ کسی کے اتباع پر نجات موقوف ہو یہ شان صرف رسول کی ہو سکتی ہے۔ نائب رسول ہونے کی حیثیت سے علمائے کرام کا منصب صرف یہ ہے کہ وہ لوگوں کو اتباع رسول کی دعوت دیں۔ اپنے اتباع کی دعوت دینا قطعاً ان کا منصب نہیں ہے۔ لیکن صاف عیاں ہے کہ گنگوہی صاحب اس منصب پر قناعت نہیں کرنا چاہتے۔ (زلزلہ ص۱۳۷)

ان الزامات کے جواب میں بریلوی فتنہ کے مصنفین نے اٹھارہ صفحات سیاہ کر دیئے ہیں۔ لیکن اتنی عرق ریزی کے باوجود بات جہاں تھی وہاں سے ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکی ہے۔

رہ رہ کر مجھے ان غریبوں کی محنت پر ترس آتا ہے کہ بے چاروں نے پورے اخلاص کے ساتھ پہلو بدل بدل کر اپنے پیر مغاں کو شریعت کی زد سے بچانے کی بھرپور کوشش کی ہے لیکن نوشتۂ تقدیر کو کون بدل سکتا ہے؟

پہلی ضرب

کبھی کہا ہے کہ "بہ قسم کہتا ہوں کہ میں کچھ بھی نہیں ہوں۔" کیا عجز و انکسار کا یہ جملہ ان کے دفاع کے لئے کافی

Marfat.com

نہیں ہے؟ کیا روئے زمین کا اتنا بڑا خاکسار منصب نبوّت کا خواہش مند ہو سکتا ہے۔

میں عرض کروں گا ہو سکنے کا سوال نہیں بلکہ "ہو رہا ہے"، کا سوال ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی بھی اپنے آپ کو ناچیز اُمتی کہتے کہتے نبوّت کا مدّعی بن بیٹھا۔ اور کچھ عجیب نہیں کہ گنگوہی صاحب نے بھی یہ پیوند اسی مصلحت سے جوڑا ہو کہ جب پکڑے جائیں تو یہ کہہ کر اپنی جان چھڑا لیں۔

"کچھ نہیں ہوں"، پر تو یہ حال ہے کہ سینے میں نبوّت کا ارمان انگڑائی لے رہا ہے اور اگر خدانخواستہ کچھ ہو گئے ہوتے تو خدا ہی جانتا ہے کہ کیا قیامت برپا کرتے۔ گنگوہی صاحب نے "میں کچھ نہیں ہوں"، کیا کہہ دیا کہ گویا ان کے لئے سات خون معاف ہو گئے۔ اب وہ جس کی حرمت کو بھی چاہیں قتل کریں، "کچھ نہیں ہوں"، سے کون پوچھنے والا ہے۔

دوسری ضرب

اور دوسرا جواب ان لوگوں نے یہ دیا ہے کہ جن دنوں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کانپور میں رہتے تھے اور نوکری اور تنخواہ کی لالچ میں وہ میلاد بھی پڑھا کرتے تھے اور قیام بھی کیا کرتے تھے۔ انہی ایّام میں گنگوہی کے ساتھ بہت دنوں تک ان کی خط و کتابت بھی چلی تھی۔ اپنی جس تحریر میں گنگوہی صاحب نے انہیں میلاد و قیام سے روکا تھا۔ اس میں انہوں نے یہ نہیں لکھا تھا کہ "چونکہ میں کہتا ہوں کہ میلاد مروجہ کی شرکت ناروا ہے اس لئے بے چون و چرا مان لو۔" لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ وہ منصب نبوّت کے خواہش مند نہیں تھے۔

میں عرض کروں گا کہ ہو سکتا ہے کہ خط و کتابت کا یہ سلسلہ اس دعوے سے پہلے کا ہو اور اگر بعد کا ہے تو ان کی یہ تحریر ہی اس بات کے لئے کافی ہے کہ ان کا دعویٰ غلط تھا۔ کیونکہ جب دعویٰ یہ ہے کہ نجات موقوف ہے

Marfat.com

ان کے اتباع پر تو پھر بات ماننے کے لئے اب چون وچرا کی گنجائش ہی کہاں باقی رہ جاتی ہے۔

تیسری ضرب

تیسرا جواب یہ ہے کہ چونکہ گنگوہی صاحب مجدد تھے اس لئے مجدد کو حق پہنچتا ہے کہ وہ اپنے مامور من اللہ اور مستحق اتباع ہونے کا اظہار بھی کرے لیکن منکرین و معاندین کے سامنے نہیں بلکہ صرف معتقدین کے سامنے۔

جواباً عرض کروں گا کہ جب بات خلوت کی تھی تو کتاب کے ذریعہ جلوت میں کیوں لائی گئی۔ معتقدین تو اس سے بھی بڑا کفر ہضم کر سکتے تھے اور کر رہے ہیں لیکن جو لوگ حق کے معاملے میں اپنے اور بیگانے کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھتے، وہ کیوں خاموش رہتے اور رہیں گے۔ اس لئے زلزلہ کے مصنف پر بخار اتارنے کے بجائے مولوی عاشق الٰہی میرٹھی پر کیوں نہ اتارا جائے، جنہوں نے گھر کی بات باہر والوں تک پہنچا دی۔

اس دعوے کی نظیر میں بریلوی فتنہ کے مصنفین نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض الحرمین سے شاہ صاحب کے نام خدا کا ایک الہام نقل کیا ہے کہ:۔

ہم نے تجھ کو اس طریقے کا امام بنایا اور اس کی بلند ترین چوٹی تک پہنچایا۔ اور حقیقت قرب تک پہنچنے کے تمام راستوں کو سوائے ایک راستے کے بند کر دیا ہے اور وہ راستہ تیری محبت اور اطاعت کا راستہ ہے۔

(بریلوی فتنہ ص۱۵۷)

مجھے سخت حیرت ہے بریلوی فتنہ کے مصنفین کی کج فہمی اور نادانی پر کہ اس الہام کو انہوں نے کس فائدے کے لئے نقل کیا ہے۔ کہاں حقیقت قرب

Marfat.com

تک پہنچنے کا مرحلہ اور کہاں نجات موقوف ہونے کا سوال؟ دونوں ایک کیونکر ہو سکتے ہیں۔ حقیقت قرب تک پہنچنا سب کا کام نہیں لیکن نجات حاصل کرنا تو سب کے لئے ضروری ہے۔

چوتھی ضرب

چوتھا جواب یہ دیا ہے کہ امام غزالی نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ :-

بعض علماء کا قول ہے کہ حکماء کے منہ پر اللہ کا ہاتھ ہوتا ہے ان کے منہ سے صرف وہ حق ہی نکلتا ہے جو اللہ ان پر کھولتا ہے۔ (بریلوی فتنہ ص ۱۵۹)

صد حیف! یا تو امام غزالی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بات یہ لوگ نہیں سمجھ سکے یا پھر گنگوہی صاحب کا دعویٰ ان کے حلق کے نیچے نہیں اترا۔ ان کا دعویٰ یہ نہیں ہے کہ ان کے منہ سے حق ہی نکلتا ہے بلکہ یہ ہے کہ حق صرف انہی کے منہ سے نکلتا ہے۔ اور جہاں تک حضرت امام غزالی کی عبارت کا تعلق ہے تو اس سے صرف اتنا ثابت ہوتا ہے کہ حکماء کے منہ سے صرف حق ہی نکلتا ہے، اس عبارت میں یہ کہاں ہے؟ کہ "حق صرف انہی کے منہ سے نکلتا ہے"۔

جو لوگ دعویٰ اور دلیل کا مفہوم بھی نہیں سمجھ سکتے افسوس کہ وہ مصنف بن گئے۔

ع آدمیاں گم شدند ملک خدا خر گرفت

پانچویں ضرب

میں اخیر میں بریلوی فتنہ کے مصنفین کو متنبہ کروں گا کہ گنگوہی صاحب کے اس دعوے کا جو مفہوم خود ان کے شیخ الہند مولوی محمود حسن صاحب نے سمجھا ہے وہ دیوبندی برادری کے لئے حرف آخر کا درجہ رکھتا ہے ۔۔۔ مرثیہ رشید احمد گنگوہی میں موصوف تحریر فرماتے ہیں :- ؎

ہدایت جس نے ڈھونڈی دوسری جگہ ہوا گمراہ ۔۔۔ وہ میزاب ہدایت تھے کہیں کیا نص قرآنی

Marfat.com

یعنی جو گنگوہی صاحب کے علاوہ کسی دوسری جگہ ہدایت کی تلاش میں گیا وہ گمراہ ہو گیا۔ اس کا مفہوم سوا اس کے اور کیا ہے کہ ڈیڑھ ہزار برس سے جو شریعت محمدی سارے عالم کے لئے سرچشمہ ہدایت تھی وہ منسوخ ہو گئی اب ہدایت یافتہ صرف اسی کو سمجھا جائے گا جو گنگوہی صاحب کی نئی شریعت پر عامل ہو۔ یہ بالکل اسی دعوے کی توثیق ہے کہ حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے، یعنی اب حق وہ نہیں ہے جسے شریعت محمدی حق سمجھتی ہے بلکہ حق صرف وہ ہے جو گنگوہی صاحب کی زبان سے نکلتا ہے۔

ضرب ہی ضرب

اور غالباً اپنے معتقدین کو یہی تاثر دینے کے لئے انہوں نے خدا کے ساتھ ہمکلامی کا دعویٰ بھی کیا ہے کہ :۔

حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا۔" (تذکرہ)

میں نے اس وعدۂ خداوندی کے متعلق زلزلہ میں دیوبندی علماء سے دریافت کیا تھا کہ خدا کے ساتھ انہیں ہمکلامی کا شرف کب اور کہاں حاصل ہوا۔ لیکن کسی دیوبندی فاضل نے میرے اس سوال کا کوئی جواب نہیں دیا۔

یہ سوال تو اپنی جگہ پر تھا ہی اب دارالعلوم دیوبند کے ایک فتوے کی روشنی میں مزید ایک نیا سوال اور دیوبندی علماء کے سروں پر مسلط ہو گیا ہے۔

پہلے سوال پڑھئے :۔

اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے یہ کلام فرمایا تو اس پر اور اس کلام کو حق جاننے والا اور اس کے معتقد پر شرعاً کیا حکم ہوگا ——

(فتاویٰ دارالعلوم جلد ہفتم ص ۱۸۱)

Marfat.com

اب اس سوال کا جواب ملاحظہ فرمایئے ، تحریر فرماتے ہیں :-

اللہ تعالیٰ کا کلام بالمشافہہ اور بطور وحی کے خاصہ انبیاء علیہم السلام کا ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد قطعاً منقطع ہے اور مدعی اس کا کافر ہے۔ صرح بہ فی شرح الشفاء وغیرہ۔

البتہ بصورت الہام عامہ مومنین کو حاصل ہو سکتا ہے۔ لیکن عرفاً اس کو کلام نہیں کہا جاتا۔ اس لئے ایسے الفاظ بولنا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ سے کلام فرمایا ہے۔ اگر اس کی مراد یہ ہے کہ بطور وحی کے بالمشافہہ فرمایا تب تو کفر ہے اور اگر مراد اس سے بطور الہام دل میں ڈالنا ہے تب بھی درست نہیں کیوں کہ اس میں ابہام ہوتا ہے ادعاء وحی کا اور کفر کے ابہام سے بچنا بھی ضروری ہے۔ (فتاویٰ دارالعلوم جلد ہفتم ص ۱۸۱)

اس فتوے کے مطابق گنگوہی صاحب کا یہ دعویٰ کہ حق تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرمایا ہے کہ میری زبان سے غلط نہیں نکلوائے گا ، یا تو کفر ہو گا یا حرام؟ دونوں صورتوں میں یہ نقد الزام بہرحال قبول کرنا ہو گا کہ ان کے منہ سے غلط بات نکلی۔

اب بریلوی فتنہ کے مصنفین ارشاد فرمائیں کہ ان کی زبان سے غلط بات نکلوا کر معاذ اللہ حق تعالیٰ نے اپنے وعدے کی خلاف ورزی کی یا نہیں؟

چوتھا جواب " زلزلہ " میں ارواح ثلاثہ کے حوالے سے مولوی رشید احمد صاحب کے متعلق یہ واقعہ نقل کیا گیا تھا کہ ایک دفعہ آپ جوش میں تھے ، فرمایا کہ :-

تین سال کامل حضرت امداد کا چہرہ میرے قلب میں رہا اور میں نے ان سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کیا۔ پھر اور جوش آیا فرمایا کہہ دوں ، عرض کیا گیا کہ حضرت ضرور فرمایئے !

Marfat.com

فرمایا کہ اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ کے پوچھے نہیں کی - یہ کہہ کر اور جوش ہوا فرمایا کہہ دوں؟ عرض کیا گیا کہ فرمایئے مگر خاموش ہو گئے - لوگوں نے اصرار کیا تو فرمایا بس رہنے دو۔ (ارواح ثلاثہ ص ۲۹)

اس پر زلزلہ میں یہ تنقید کی گئی تھی -

یعنی معاذ اللہ خدا کا چہرہ دل میں تھا - واضح رہے کہ یہاں بات مجاز و استعارہ کی زبان میں نہیں کی گئی ہے جو کچھ کہا گیا ہے وہ قطعاً اپنے ظاہر پر محمول ہے - اس لئے کہنے دیا جائے کہ یہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد حضور اکرم کا نور نہیں ہے بلکہ خود حضور ہی مراد ہیں - کیونکہ نور ایک جوہر لطیف کا نام ہے اس کے ساتھ ہمکلام ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں -

اب اہلِ نظر کے لئے یہاں قابلِ غور نکتہ یہ ہے کہ بات اپنی فضیلت و بزرگی کی آگئی ہے تو سارے محالات ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہو گئے ہیں - اب یہاں کسی طرف سے یہ سوال نہیں اُٹھتا کہ معاذ اللہ جتنے دنوں تک حضور آپ کے دل میں مقیم رہے ، اتنے دنوں تک وہ اپنی تربت پاک میں موجود تھے یا نہیں؟ اگر نہیں تھے تو کیا اتنے دنوں تک تربت پاک خالی پڑی رہی -

اور اگر موجود تھے تو پھر تھانوی صاحب کے اس سوال کا کیا جواب ہوگا جو انہوں نے محافل میلاد میں حضور انور صلے اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے سوال پر اٹھایا ہے کہ :-

" اگر ایک وقت میں کئی جگہ محفل میلاد ہو تو آیا سب جگہ تشریف لے جائینگے یا نہیں؟ یہ تو ترجیح بلا مرجح ہے کہ کہیں جاویں کہیں نہ جاویں؟ اور اگر سب جگہ جاویں تو وجود آپ کا واحد ہے ہزار جگہ کس طور پر جا سکتے ہیں؟

(فتاویٰ امدادیہ) زلزلہ ص ۱۳۵)

Marfat.com

"یعنی معاذ اللہ اب خدا کا چہرہ دل میں تھا" پر بریلوی فتنہ کے مصنفین کی آسیبی کیفیت ملاحظہ فرمائیے، تحریر فرماتے ہیں:۔

کس قدر جاہلانہ بات ہے؟ اگر آدمی جاہل مطلق نہ ہو تو اس میں معاذ اللہ کی کیا بات ہے؟ کیا معاذ اللہ خدا کا چہرہ اس آدمی کے نزدیک شیطان کا چہرہ ہے، جسے مومن کے دل میں نہیں ہونا چاہیئے۔ یا لفظ چہرہ پر اعتراض ہے۔ اسے خبر نہیں قرآن میں کتنی جگہ وجہ اللہ وجہ اللہ کا لفظ آیا ہے جس کے معنی چہرہ ہی ہیں۔ (بریلوی فتنہ ص ۱۶۵)

افسوس! ان فضلائے دیوبند کو اب تک یہی نہیں پتہ کہ معاذ اللہ کا استعمال کب اور کہاں کیا جاتا ہے اگر وہ محل استعمال سے واقف ہوتے تو ایسا مہمل اعتراض ہرگز نہ کرتے۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ "خدا کا چہرہ میرے دل میں ہے یا یہ کہ دل میں تھا"، کسی کا یہ دعویٰ از روئے شرع قابل اعتراض ہے یا نہیں؟ تو اس سلسلے میں باہر سے کوئی دلیل پیش کرنے کے بجائے گھر ہی کا فتویٰ زیادہ مناسب ہے کہ یہاں چون و چرا کی کوئی گنجائش نہیں۔

چنانچہ مفتیان مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور کسی پیر صاحب کے بارے میں اسی طرح کے دعوے کے متعلق ایک سوال کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں:۔

الجواب ۱۱۴۷ : اگر پیر صاحب متبع سنت اور اہل حق ہیں تو اس صورت میں اس کلام میں تاویل کی جائے گی اور اہل بدعت ہیں تو یہ زندقہ ہے۔

حررہ احقر عبد العزیز عفی عنہ

الجواب صحیح۔ یحییٰ غفرلہ۔ ۱۵/۹/۸ھ مدرسہ عربیہ مظاہر علوم سہارنپور

فرمائیے! خدا کی شان میں الحاد و زندقہ کی بات پر بھی اگر معاذ اللہ نہیں۔

Marfat.com

کہا جائے گا تو پھر معاذ اللہ کہنے کی جگہ کونسی ہے۔ اور تاویل بھی تو اسی کلام میں کی جاتی ہے جس کا ظاہر خلاف شرع ہوتا ہے۔

اب میں بریلوی فتنہ کے مصنفین سے التماس کروں گا کہ وہ مظاہر علوم کے مفتیوں کو بھی اس نکتے سے باخبر کر دیں کہ قرآن شریف میں وجہ اللہ وجہ اللہ کا لفظ کتنی ہی جگہ آیا ہے اور اس کے معنی چہرہ ہی کے ہیں۔ تاکہ وہ اپنے فتوے کی اصلاح کر لیں۔

"نور ایک جوہر لطیف ہے اس کے ساتھ ہمکلام ہونے کے کوئی معنی ہی نہیں،، پر اپنے قلم کا بخار اتارتے ہوئے لکھتے ہیں:-

اس کو جہالت سمجھا جائے یا حضرت مولانا گنگوہی اور جماعت علمائے دیوبند پر اعتراض کا جنون کہ یہ مسلم حقیقت بھی یہاں علامہ ارشد صاحب کی نظر سے اوجھل ہو گئی کہ اللہ تعالیٰ جو نور مجرد ہے مادیت کا سایہ بھی اس کے پاس نہیں، اس نور ہی نور سے حضرت موسیٰ اور حضور اقدس کو ہمکلامی کا شرف حاصل رہا ہے۔ (بریلوی فتنہ ص ۱۶۵)

اس ساری لفاظی کا مطلب کیا ہوا؟ یہی نہ کہ بات چیت حضور سے نہ ہوئی حضور کے نور سے ہوئی۔ کیونکہ حضور کا نور دل میں تھا، حضور دل میں نہیں تھے۔ اسی کو کہتے ہیں فہم و بصیرت کی یتیمی کہ جو لوگ اپنی کتاب بھی سمجھنے کی صلاحیت نہیں رکھتے وہ مصنف بن گئے۔ ملاحظہ فرمائیے ارواح ثلاثہ کی یہ عبارت کتنی صاف ہے کہ:-

اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور میں نے کوئی بات بغیر آپ کے پوچھے نہیں کی"

اور صاحب زلزلہ کا بھی یہی کہنا ہے کہ حضور سے حضور ہی مراد ہیں لیکن لکھنؤ

Marfat.com

کے صاحبزادوں کا اصرار ہے کہ حضور سے حضور نہیں مراد ہیں بلکہ حضور کا نور مراد ہے، صاحب زلزلہ کی بات نہ رکھنی تھی نہ رکھتے، مگر کم از کم اپنے "امام ربانی" کی تو دنیا کے سامنے اتنی کھلی ہوئی تکذیب نہ کرتے کہ وہ تو کہہ رہے ہیں کہ اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے اور "برخوردار لوگ" تنے ہوئے ہیں کہ حضور نہیں تھے حضور کا نور تھا۔

اچھا چلئے میں آپ ہی کی بات مانے لیتا ہوں کہ حضور سے مراد حضور نہیں بلکہ حضور کا نور ہے۔ لیکن اس صورت میں آپ حضرات اپنے امام ربانی پر کیا قیامت ڈھا گئے اس کا بھی کچھ اندازہ لگایا ہے۔ موصوف کے دعوے کے یہ الفاظ ہیں کہ: "اتنے سال حضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے قلب میں رہے"

"اتنے سال میرے قلب میں رہے" کا مطلب سوا اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ اتنی مدت گذر جانے کے بعد اب وہ میرے قلب میں نہیں رہے اور چونکہ "حضرت" سے ان کی مراد حضرت نہیں بلکہ حضرت کا نور ہے تو اب نتیجہ کیا نکلا؟ یہی نہ کہ نور کے رخصت ہو جانے کے بعد دل تاریکیوں کا مسکن بن گیا۔

اب اپنی منحوس کوششوں کا انجام دیکھئے کہ مل جل کر آپ لوگوں نے اپنے امام ربانی کو دل کا سیاہ بنا ہی ڈالا اور یہ بھی اعتراف کر لیا کہ جب دل میں تصویر یار ہی نہ رہی تو گردن جھکا کر بھی کسی "اندھے" کو کیا نظر آتا۔ لہٰذا اب یہ شعر کہ ؎

دل کے آئینے میں ہے تصویر یار
جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

واپس لے لیں۔ کیونکہ آپ کے یہاں نہ "تصویر یار" ہی ہے اور نہ دیکھنے والی آنکھ ہی۔

Marfat.com

دیوبندیوں کی سیاسی تاریخ

Marfat.com

پہلا مرحلہ سیّد احمد صاحب بریلوی اور مولوی اسمٰعیل دہلوی کے بیان میں

اس بحث کی اہمیت کا اندازہ لگانے کے لئے یہ واقعہ بہت کافی ہے کہ اسے سر کرنے کے لئے دیوبندی جماعت کے عمائدین کو ایک نئے مصنف کی ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ دفاع کے لئے ایک ماہر فن کی حیثیت سے جناب مولوی عتیق الرحمٰن سنبھلی کی خدمات حاصل کی گئیں۔

موصوف نے اس موضوع پر زلزلہ کے الزامات کا جواب دینے کے لئے بڑے طنطنے کے ساتھ قلم اٹھایا ہے۔ لیکن خدا نے چاہا تو چند ہی ورق کے بعد دیوبند کے دوسرے مصنفین کی طرح وہ بھی اپنا حشر دیکھ لیں گے۔

سنبھلی صاحب نے نہایت زور شور سے دیوبندی جماعت کی سیاسی تاریخ کے سلسلے میں ایک دعویٰ کیا ہے کہ:۔

دارالعلوم دیوبند اور جماعت دیوبند کا معاملہ انگریزوں کے سلسلے میں ایسا نہیں ہے جس پر کوئی مدعی غبار اڑانے میں کامیاب ہو سکے یہ چاند پر تھوکنا اور سورج پر خاک اڑانا ہے، جس کا نتیجہ ازل سے ایک ہی رہا ہے۔

ایک پوری تاریخ کو جو ہزاروں افراد کے جہاد و پیکار، قید و بند، مصائب و آلام اور جہد مسلسل کے واقعات سے بنی اور اس ملک کے چپہ چپہ پر نہیں اس سے باہر بھی خون اور پسینے کی روشنائی سے لکھی گئی۔ اور ۱۹۴۷ء تک تسلسل کے ساتھ لوگوں کی نظروں سے گذری ہے۔ ایسی

Marfat.com

تاریخ کو ایک ارشد القادری نہیں، ہزار دس ہزار قادری بھی چاہیں تو اسے چھپا دینے یا مسخ کر دینے پر قادر نہیں ہو سکتے۔

(بریلوی فتنہ ص۱۷۷)

تاریخی دستاویزات

اب آنے والے اوراق میں تاریخی دستاویزات کا ایک طویل سلسلہ پڑھئے جس سے آفتاب نیمروز کی طرح یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ ارشد القادری نے تاریخ مسخ کی ہے یا تاریخی حقائق کے چہرے سے نقاب الٹ کر حقیقت اور افسانے کا فرق واضح کیا ہے۔

دیوبند کے جملہ افسانہ نگار انگریزوں کے خلاف اپنے جہاد کا قصہ مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی سے شروع کرتے ہیں اس لئے جھوٹ کا پردہ بھی میں وہیں سے فاش کرنا چاہتا ہوں۔

منشی محمد جعفر تھانیسری کی سوانح احمدی (تواریخ عجیبہ) اور مرزا حیرت دہلوی کی حیات طیبہ، یہ دونوں کتابیں مولوی سید احمد بریلوی اور مولوی اسماعیل دہلوی کے حالات میں ایک قابل اعتماد ماخذ کی حیثیت سے دیوبندی حضرات کو بھی مسلم ہیں جیسا کہ مولوی منظور نعمانی الفرقان کے شہید نمبر میں لکھتے ہیں۔

دوسری کتاب مرزا حیرت مرحوم کی حیات طیبہ ہے جو شاہ اسماعیل کی نہایت مبسوط سوانح عمری ہے۔ (الفرقان شہید نمبر ۱۳۵۵ھ ص۵۱)

اور سوانح احمدی کے سلسلے میں مولوی ابوالحسن علی ندوی اپنی کتاب سیرت سید احمد شہید میں یوں رقم طراز ہیں:-

سوانح احمدی (تواریخ عجیبہ اردو) پہلی کتاب سید صاحب کے حالات میں مقبول و مشہور کتاب ہے جس سے سید صاحب کے حالات کی بہت

Marfat.com

اشاعت ہوئی۔ (سیرت سیّد احمد صـ۸)

دیو بندی حلقے میں ان دونوں کتابوں کی ثقاہت واضح ہو جانے کے بعد اب سید صاحب کے بارے میں منشی محمد جعفر تھانیسری کا یہ بیان پڑھیے۔ سبب تالیف پر روشنی ڈالتے ہوئے موصوف تحریر فرماتے ہیں :-

ڈاکٹر ہنٹر صاحب اور دوسرے متعصب مؤلفوں نے سیّد صاحب جیسے خیر خواہ اور خیر اندیش سرکار انگریزی کے حالات کو بدل مبدل کر ایسے مخالفت کے پیرایہ میں دکھلایا ہے کہ جس سے ہماری فاتح قوم (انگریزوں) کو آپ کے پیرو لوگوں سے سخت نفرت ہو گئی ہے۔ پس اس دھوکا بازی اور غلط فہمی کے دور کرنے کے واسطے میں نے ضروری سمجھا کہ سیّد صاحب کی کُل سوانح عمری اور مکاتیب کو جمع کر کے آپ کے صحیح خیالات اور واقعی تحریرات کو پبلک کے سامنے پیش کر کے اس خیال باطل کو ان کے دل سے دور کر دوں۔

آپ کی سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں کھلے کھلے اور اعلانیہ طور پر سیّد صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے۔

(سوانح احمدی صـ۲۲۶ ، مطبوعہ اسٹیم پریس لاہور)

خدارا انصاف کیجئے! سیّد صاحب پر اس سے بڑا ظلم اور کیا ہو سکتا ہے کہ ان کے دشمنوں اور بدخواہوں نے جو الزام ان کے خلاف تراشا تھا آج کے دیو بندی علماء اسے اپنے اکابر کی سیاسی تاریخ کہنے لگے اور سرپیٹ لینے کی جا ہے کہ جس "خیال باطل" کے ازالہ کے لئے سوانح احمدی جیسی کتابیں لکھی گئیں اُسے نادان دوستوں نے اپنا سیاسی عقیدہ بنا لیا۔

Marfat.com

دُنیا کی تاریخ میں کسی بھی مذہبی پیشوا کو اس کے ماننے والوں نے شاید ہی اتنے منظم طریقے سے بدنام کیا ہو۔

سببِ تالیف معلوم ہو جانے کے بعد اب ذیل میں سوانح احمدی کے مزید اقتباسات ملاحظہ فرمائیں۔ ایک جگہ سید صاحب اور انگریزوں کے تعلقات پر روشنی ڈالتے ہوئے لکھتے ہیں :-

اس سوانحہ اور مکتوبات منسلکہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیّد صاحب کا سرکار انگریزی سے جہاد کرنے کا ہرگز ارادہ نہیں تھا۔ وہ اس آزاد عملداری (یعنی برطانوی مقبوضات کو) اپنی ہی عملداری سمجھتے تھے اور اس میں شک نہیں کہ اگر سرکار انگریزی اس وقت سیّد صاحب کے خلاف ہوتی تو ہندوستان سے سیّد صاحب کو کچھ بھی مدد نہ پہنچتی۔ مگر سرکار انگریزی اس وقت دل سے چاہتی تھی کہ سکھوں کا زور کم ہو۔

(سوانح احمدی ص ۱۳۹)

اور اس سلسلے میں سب سے بڑا نقد الزام تو یہ ہے کہ خود مولوی منظور نعمانی نے اس روایت کو مشہور روایت سے تعبیر کیا ہے۔ جیسا کہ ان کے الفاظ یہ ہیں :-

مشہور یہ ہے کہ آپ نے انگریزوں سے مخالفت کا کوئی اعلان نہیں کیا۔ بلکہ کلکتہ یا پٹنہ میں ان کے ساتھ تعاون کا اظہار کیا اور یہ بھی مشہور ہے کہ انگریزوں نے بعض بعض موقعوں پر آپ کی امداد بھی کی۔

(الفرقان کا شہید نمبر ص ۷۸)

انگریزوں کی حمایت میں فتویٰ

اور غلامانہ کردار کی انتہا یہ ہے کہ انگریزوں کی حمایت میں شرمناک فتوے بھی دیئے گئے یہاں تک کہ انگریزوں کے خلاف اہلِ اسلام

Marfat.com

کی اُبھرتی ہوئی طاقت کو شریعت کا نام لے کر کچل دینے کی ناپاک سازش بھی کی گئی۔

ثبوت کے لئے سوانح احمدی کے مصنف کا یہ بیان پڑھئے لکھتا ہے کہ:۔

یہ بھی صحیح روایت ہے کہ اثنائے قیام کلکتہ میں جب ایک روز مولانا محمد اسمٰعیل دہلوی وعظ فرما رہے تھے، ایک شخص نے مولانا سے یہ فتویٰ پوچھا کہ سرکار انگریزی پر جہاد کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس کے جواب میں مولانا نے فرمایا کہ ایسی بے رو ریا اور غیر متعصب سرکار پر کسی طرح بھی جہاد درست نہیں۔ (سوانح احمدی ص۵۷)

انگریزوں کی حمایت میں اب اس سے بھی زیادہ واضح، اور بوجھل فتویٰ ملاحظہ فرمائیں۔ حیات طیبہ کے مصنف مرزا حیرت دہلوی لکھتے ہیں:۔

کلکتہ میں جب مولانا اسماعیل نے جہاد کا وعظ فرمانا شروع کیا اور سکھوں کے مظالم کی کیفیت پیش کی تو ایک شخص نے دریافت کیا آپ انگریزوں پر جہاد کا فتویٰ کیوں نہیں دیتے؟ آپ نے جواب دیا اُن پر جہاد کرنا کسی طرح واجب نہیں۔ ایک تو ان کی رعیت ہیں دوسرے ہمارے مذہبی ارکان کے ادا کرنے میں وہ ذرا بھی دست اندازی نہیں کرتے ہمیں ان کی حکومت میں ہر طرح آزادی ہے۔

بلکہ اگر ان پر کوئی حملہ آور ہو تو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اس سے لڑیں اور اپنی گورنمنٹ برطانیہ پر آنچ نہ آنے دیں۔ (حیات طیبہ ص۲۹۱)

(مطبع فاروقی بحوالہ اعیان وہابیہ)

جہاد کے خلاف فتویٰ

یہ تو رہا مولوی اسماعیل دہلوی کا فتویٰ اب جناب سید احمد صاحب بریلوی کے فتوے

Marfat.com

بھی پڑھ لیجئے۔ سوانح احمدی کا مصنف ان کے فتوے کا ایک ٹکڑا نقل کرتے ہوئے لکھتا ہے :۔

ہم سرکار انگریزی پر کس سبب سے جہاد کریں اور خلاف اصول مذہب طرفین کا خون بلاسبب گرادیں۔ (سوانح احمدی ص۱۷)

اسی کتاب کی ایک اسلام شکن روایت اور ملاحظہ فرمایئے :۔

آپ (سید احمد بریلوی) کے سوانح عمری اور مکاتیب میں بیس سے زیادہ ایسے مقام پائے گئے ہیں جہاں کھلے کھلے اور علانیہ طور پر سید صاحب نے بدلائل شرعی اپنے پیرو لوگوں کو سرکار انگریزی کی مخالفت سے منع کیا ہے۔ (سوانح احمدی ص۲۴۶)

اب مذکورہ بالا فتووں کے ان الفاظ پر ذرا سنجیدگی کے ساتھ غور فرمائیں۔

- کسی طرح بھی جہاد درست نہیں؛
- جو ان پر حملہ آور ہو مسلمانوں پر فرض ہے کہ وہ اُن سے لڑیں؛
- ان پر جہاد کرنا اصول مذہب کے خلاف ہے؛
- شریعت نے اُن کی مخالفت سے منع کیا ہے؛

فتووں کے یہ الفاظ اگر حقیقت پر مبنی ہیں تو مجھے تعجب ہے کہ شریعت کے اتنے واضح اور سخت احکام کے باوجود بھی دیوبندی مصنفین اپنے اکابر کے متعلق یہ دعوٰی کرتے ہیں کہ انہوں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کیا۔ دوسرے لفظوں میں وہ اپنے اکابر کے خلاف یہ الزام عائد کرتے ہیں کہ انہوں نے مذہبی اصولوں کا خون کیا۔ شریعت کے احکام کی کھلی ہوئی خلاف ورزی کی۔ ایسا کام کیا جو کسی طرح درست نہیں تھا اور فرض ترک کر کے گناہوں کا وبال الگ اپنے سر لیا۔

اگر اس کے بعد بھی دیوبندی علماء کو اصرار ہے کہ ان کے اکابر نے انگریزوں

Marfat.com

کے خلاف جہاد کیا ہے تو انہیں چاہیئے کہ وہ صدق دل سے اپنے اکابر کے اعتقاد و عمل کے درمیان تضاد تسلیم کریں اور یہ نیا الزام ان کے سر سے اٹھائیں کہ شریعت کے اصولوں کا خون کرنے کے بعد اب انہیں دینی پیشوائی کے منصب پر فائز رہنے کا جواز کیا ہے؟

سازش کا ثبوت

دیوبندی اکابر کے خلاف تاریخ کا صرف اتنا ہی الزام نہیں ہے کہ انہوں نے ملک پر انگریزوں کا تسلط برقرار رکھنے کے لئے شرمناک فتوے دیئے اور ان کے خلاف جہاد کی اسپرٹ کو کچل دینے کے لئے شریعت کا نام استعمال کیا، بلکہ انگریزوں کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے ایک تنخواہ دار ایجنٹ کی طرح ملک کے ذی اثر لوگوں کا استحصال بھی کیا اور انہیں طرح طرح کے سبز باغ دکھلا کر انگریزوں کا ہمنوا بھی بنایا جیسا کہ مرزا حیرت دہلوی اپنی کتاب حیات طیبہ میں لکھتے ہیں :۔

> لارڈ ہیسٹنگ، سید احمد کی بے نظیر کارگذاریوں سے بہت خوش تھا۔ دونوں لشکروں کے بیچ میں ایک خیمہ کھڑا کیا گیا۔ اس میں سے تین آدمیوں کا باہم معاہدہ ہوا۔ امیر خاں، لارڈ ہیسٹنگ اور سید احمد صاحب۔ سید احمد صاحب نے امیر خاں کو بڑی مشکل سے شیشہ میں اتارا تھا۔
>
> (حیات طیبہ صفحہ ۲۹۴)

اردو زبان میں شیشے میں اتارنے کا محاورہ کیا ہے اور یہ کہاں استعمال ہوتا ہے آپ اس سے بے خبر نہ ہوں گے۔

ہندوستان کے ذی اثر امراء، والیان ریاست، اور ملک کے بہادروں کو سبز باغ دکھلا دکھلا کر انگریزوں کا حامی و طرف دار بنانے ہی کا یہ صلہ تھا کہ کمپنی کا سارا عملہ ان حضرات کی خدمت گذاری اور اعزاز و اکرام کے لئے ہر وقت تیار

Marfat.com

رہتا تھا۔

چنانچہ مولوی ابوالحسن علی ندوی نے اپنی کتاب سیرت سید احمد شہید میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ کہیں جاتے ہوئے سید صاحب کا قافلہ کشتیوں پر سوار ہو کر ایک مقام سے گذر رہا تھا کہ :-

اتنے میں دیکھتے ہیں کہ ایک انگریز گھوڑے پر سوار چند پالکیوں میں کھانا رکھے کشتی کے قریب آیا اور پوچھا کہ پادری صاحب کہاں ہیں۔ حضرت نے کشتی پر سے جواب دیا کہ میں یہاں موجود ہوں۔ انگریز گھوڑے پر سے اترا اور ٹوپی ہاتھ میں لئے کشتی پر پہنچا۔ اور مزاج پرسی کے بعد کہا کہ تین روز سے میں نے اپنے ملازم یہاں کھڑے کر دیئے تھے کہ آپ کی اطلاع کریں۔ آج انہوں نے اطلاع کی کہ اغلب یہ ہے کہ حضرت قافلہ کے ساتھ آج تمہارے مکان کے سامنے پہنچیں۔ یہ اطلاع پا کر غروب آفتاب تک میں کھانے کی تیاری میں مشغول رہا۔ تیار کرا کے لایا ہوں۔ سید صاحب نے حکم دیا کہ کھانا اپنے برتنوں میں منتقل کر لیا جائے۔ کھانا لے کر قافلہ میں تقسیم کر دیا گیا اور انگریز دو تین گھنٹہ ٹھہر کر چلا گیا۔

(سیرت سید احمد شہید ص ۱۹۰)

اب آپ ہی خدا لگتی کہئے کہ اگر سید صاحب انگریزوں کے مخصوص آلۂ کار اور پسندیدہ ایجنٹ نہیں تھے تو کھانے کے لئے تین دن سے ان کا انتظار کیوں ہو رہا تھا۔ ایسا محسوس ہوتا ہے کہ کمپنی کی حکومت نے اپنے عملے کو ہدایت کر دی ہو گی کہ وہ جہاں سے گذریں ان کی آسائش کا پورا پورا خیال رکھا جائے۔

اب نوازش و اکرام اور اعزاز و توقیر کا ایک ایسا منظر دیکھئے جو بہت دیر تک آپ کو حیرت زدہ رکھے گا۔

Marfat.com

علی میاں اپنی اسی کتاب میں یہ واقعہ نقل کرتے ہیں کہ :-

قلعہ الٰہ آباد میں جو مسلمان سپاہی مختلف خدمات پر متعین تھے اور تین سو کی تعداد میں تھے۔ انہوں نے انگریز قلعہ دار کی اجازت سے حضرت کو قلعہ میں تشریف لانے کی زحمت دی۔ شہ نشیں پر جو سلاطین سابق کی تخت گاہ تھی آپکو بٹھایا اور بڑے خلوص و اعتقاد کے ساتھ بیعت کی۔ (سیرت سید احمد ص۱۹۶)

ایک موٹی عقل کا آدمی بھی اتنی بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ جنگی ساز و سامان اور فوجی تیاریوں کے لحاظ سے قلعہ کی کیا اہمیت ہوتی ہے۔ ظاہر ہے کہ کوئی حکومت بھی اپنے کسی دشمن کو ایسے مقام پر جانے کی اجازت ہرگز نہیں دے سکتی اور نہ حکومت کے ملازمین ایسے مخدوش لوگوں کے ساتھ اپنا کوئی تعلق ہی ظاہر کر سکتے ہیں۔

اس لئے ماننا پڑے گا کہ انگریزوں کے ساتھ سید صاحب کے تعلقات انتہائی دوستانہ بلکہ رازدارانہ تھے۔

مصنوعی الہامات

مذکورہ بالا تاریخی دستاویزات پڑھنے کے بعد جہاں آپ اس دعوے کی صحت پر اطمینان محسوس کریں گے کہ سید احمد صاحب بریلوی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی کے متعلق انگریزوں کے خلاف جہاد و پیکار کا دعویٰ بالکل افسانہ ہے وہیں دماغ کی سطح پر ایک نیا سوال یہ بھی ابھرے گا کہ سید احمد صاحب بریلوی اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی نے ہندوستان کے طول و عرض میں چاروں طرف گھوم گھوم کر سرفروشوں کا جو لشکر جمع کیا تھا کیا وہ بھی افسانہ ہے؟

میں عرض کروں گا وہ افسانہ نہیں، بالکل امر واقعہ ہے لیکن وہ لشکر کن لوگوں سے لڑنے کے لئے جمع کیا گیا تھا، بجائے اس کے کہ میں اس حقیقت کے

Marfat.com

چہرے سے نقاب اٹھاؤں خود سید احمد صاحب ہی کی زبانی سنیئے۔

سوانح احمدی کا مصنف ان الفاظ میں ایک الہام نقل کرتا ہے جو خدا کی طرف سے ان پر وارد ہوا تھا:

اما بیان الہام پس فقیر (سید احمد)	الہام کی تفصیل یہ ہے کہ مجھ کو
از پردۂ غیب بہ بشارات ربانی	خداوندی بشارتوں کے ساتھ
باستیصال کفار دراز مویاں (سکھ)	سکھوں کا وجود ختم کر دینے
مامور است۔ (سوانح احمدی ص۱۸)	کا حکم دیا گیا ہے۔

اسی سوانح احمدی میں دوسری جگہ خود ان کا اپنا بیان ان الفاظ میں نقل ہوا ہے، ارشاد فرماتے ہیں:۔

نہ با کسے از امرائے مسلمین منازعت	میرا جھگڑا نہ مسلمان رئیسوں اور
دارم و نہ با کسے از رؤسائے مومنین	اہل ایمان فرواں رواؤں کے ساتھ
مخالفت، نہ با کفار لئام مقابلہ دارم	ہے اور نہ میرا مقابلہ کفار لیئمان کے
نہ با مدعیان اسلام صرف با دراز	ساتھ۔ بلکہ میری لڑائی جو کچھ ہے
مویاں (سکھوں) مقاتلہ بہ با کلمہ گویاں	وہ صرف سکھوں کے ساتھ ہے۔
و اسلام جویاں، نہ با سرکار انگریزی	سرکار انگریزی کے ساتھ بھی نہ میری
مخاصمت دارم و نہ ہیچ راہ منازعت	کوئی دشمنی ہے اور نہ کسی طرح کی
کہ از رعایائے او ہستیم۔	مخالفت کہ ہم ان کی رعایا ہیں۔

اتنے صاف و صریح بیان کے بعد اب یہ سمجھنے کے لئے مزید کسی وضاحت کی ضرورت نہیں ہے کہ ان کی جنگی تیاریاں انگریزوں کے خلاف نہیں تھیں بلکہ صرف سکھوں کے خلاف تھیں۔

سکھوں کے خلاف جہاد کا راز

تاریخ کی یہ کڑی بھی نظر انداز

Marfat.com

کرنے کے قابل نہیں ہے کہ صرف سکھوں کے خلاف اعلان جہاد کرنے میں کیا مصلحت تھی۔ جہاں تک میں نے سمجھا ہے۔ اس میں بھی انگریز ہی کی سازش کارفرما تھی۔ کیونکہ انگریز چاہتا تھا کہ مسلمانوں کا لڑنے والا طبقہ "اسلامی جہاد" کے نام پر پورے ملک سے اکٹھا کیا جائے اور انہیں کسی سخت مہم پر بھیج دیا جائے تاکہ مسلمانوں کی عسکری طاقت جو دارالخلافہ دہلی کے دفاع پر صرف ہوتی وہ کہیں اور ضائع ہو جائے۔ اور انگریزوں کا دوسرا مدعا یہ تھا کہ سید صاحب کا یہ لشکر اگر غالب آگیا تو ان کے ذریعہ پنجاب پر تسلط کا مرحلہ آسان ہو جائے گا۔ کیونکہ سید صاحب انگریز ہی کے آدمی تھے۔ اس لئے ان کی فتح دوسرے لفظوں میں انگریز ہی کی فتح تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ معرکۂ بالاکوٹ کے پندرہ دن کے بعد سارا پنجاب سکھوں کے ہاتھوں سے نکل کر انگریزوں کے قبضے میں چلا گیا۔

ثبوت کے لئے سوانح احمدی کی یہ روایت پڑھئے۔ مصنف لکھتا ہے کہ:۔

> اور آخر کار ۱۸۴۵ء میں یعنی معرکۂ بالاکوٹ کے پندرہ دن بعد کل سلطنت پنجاب سکھوں کے ہاتھ سے نکل کر ہماری عادل سرکار کے قبضے میں آگئی۔
>
> (سوانح احمدی ص ۱۳۸)

تاریخ کے اس بنیادی سوال کا آج تک کوئی تشفی بخش جواب نہیں دیا گیا ہے کہ معرکۂ بالاکوٹ کا انجام کیا ہوا۔ سکھوں کے مقابلے میں اگر سید صاحب کے لشکر کو فتح حاصل ہوئی تھی تو جہانبانی کے دستور کے مطابق پنجاب پر فاتح قوم کی حکومت ہونی چاہیئے تھی۔ اور اگر سکھ غالب آگئے تھے تو ان کی حکومت اور پائدار ہو جانی چاہیئے تھی۔ لیکن تاریخ کا یہ عجیب و غریب حادثہ سمجھ میں نہیں آتا کہ معرکۂ بالاکوٹ کے پندرہ دن کے بعد سارا پنجاب انگریزوں کے قبضہ میں کیونکر چلا گیا۔

Marfat.com

اس لیئے یہ ماننا پڑے گا کہ سید صاحب کی یہ ساری جنگی تیاری اور لشکر کشی نہ کسی اسلامی ریاست کے قیام کے لیئے تھی اور نہ سکھوں کی ظالم حکومت کو ختم کر کے اس کی جگہ پر اپنے ہی ملک کے کسی انصاف پسند شخص کی حکومت کا قیام ان کے پیش نظر تھا۔ بلکہ انگریزوں کے ایک آلۂ کار کی حیثیت سے ان کی ساری جدوجہد کا نشانہ صرف یہ تھا کہ پنجاب میں انگریزوں کا کسی طرح تسلط ہو جائے۔

اور انگریزوں کی نظر میں پنجاب کی سرزمین کی اہمیت اس لیئے تھی کہ دارالخلافہ دہلی کو بچانے کے لیئے باہر سے اسلامی عساکر کی وہ گزرگاہ تھی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ پورے پنجاب پر انگریزوں کا قبضہ ہو جانے کے بعد دارالخلافہ دہلی کا وجود خطرے میں پڑ گیا اور آہستہ آہستہ انگریزوں کی ریشہ دوانیوں سے وہ سیاہ دن بھی آیا کہ لال قلعہ دہلی پر برٹش امپائر کا یونین جیک لہرانے لگا اور پھر وہاں سے سارے ملک پر انگریزوں کے تسلط کے لیئے راستہ ہموار ہو گیا۔

شرمناک فریب

یہ معلوم کر کے آپ کی آنکھوں میں خون اتر آئے گا کہ انگریزوں کا یہ مدعا پورا کرنے کے لیئے ان پارساؤں نے سادہ لوح مسلمانوں کو تاریخ کا ایسا شرمناک فریب دیا کہ اس کی مثال ماضی میں مشکل ہی سے ملے گی۔ تواریخ عجیبہ کے مصنف کی روایت کے مطابق فارسی زبان میں چند عبارتیں تیار کی گئیں اور انہیں خداوندی الہامات کا نام دے کر مسلمانوں کو ترغیب دی گئی کہ ہم اس جہاد کے لیئے خود آمادہ نہیں ہوئے ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہمیں جہاد کا حکم دیا گیا ہے اور ساتھ ہی فتح و نصرت کی یقینی طور پر بشارت بھی دی گئی ہے بلکہ یہاں تک کہا گیا کہ الہامات کی جو عبارتیں ہم لوگوں کو پڑھ کر سنا رہے ہیں، نہ اس میں کسی شیطانی وسوسے کو دخل ہے نہ نفس کی کوئی شرارت

Marfat.com

اس میں شامل ہے۔ نمونے کے طور پر اس طرح کے الہامات کی ایک دو عبارتیں آپ بھی سُن لیں۔

فقیر دریں باب بہ اشارات غیبی	خدا کی طرف سے مجھے جہاد کا حکم
مامور است و بہ بشارات لاریبی	دیا گیا ہے اور فتح کی بشارت بھی۔
مبشر، ہرگز ہرگز شعبۂ وسوسۂ	اس الہام خداوندی میں نہ شیطانی
شیطانی و شائبہ ہوائے نفسانی	وسوسہ کو کوئی دخل ہے اور نہ
باین الہام رحمانی ممترج نیست۔	نفسانی شرارت کا کوئی شائبہ۔

(سوانح احمدی ص۹۷)

دوسرے موقع کا ایک الہام یہ ہے :۔

ایں جانب بارہا از پردۂ غیب	مجھے بارہا پردہ غیب سے خداوندی
وما من لاریب بہ کلام روحانی و	الہامات کے ذریعہ صریح طور
الہام ربانی در مقدمۂ اقامت	پر جہاد کرنے اور کفر و فساد کے
جہاد و ازالۂ کفر و فساد بہ اشارات	زائل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور
صریحہ مامور گشتہ و در بارۂ نصرت و	فتح و نصرت کی سچی بشارتوں سے
فتح بہ بشارات صادقہ مبشر شدہ۔	بھی مجھے نوازا گیا ہے۔

(سوانح احمدی ص۱۸۱)

سادہ لوح مسلمانوں کو ان الہامات کی سچائی کا یقین دلانے اور دربارِ خداوندی میں اپنے تقرب خاص کا پروپیگنڈہ کرانے کے لئے مولوی نجم الاسلام پانی پتی کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ :۔

ایک روز سید صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عنایت کی ہے کہ میں دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ بہشتی ہے یا دوزخی ؟ اس وقت مولوی

Marfat.com

صاحب نے پوچھا کہ میں کس فریق میں ہوں آپ نے فرمایا تم تو شہید ہوا۔
(سوانح احمدی ص۲۷)

دیانت داری کے ساتھ فیصلہ کیجئے کہ یہ صریح غیب دانی کا دعوےٰ ہے یا نہیں؟ ”اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عطا کی ہے کہ میں دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ“ اس کا مطلب سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ خدا نے غیب دریافت کرنے کی قوت ہی مجھے عطا کر دی ہے اور میں اس قوت کے ذریعہ کسی کے متعلق بھی صرف دیکھ کر یہ بتا سکتا ہوں کہ وہ جنتی ہے یا جہنمی؟ واضح رہے کہ کسی کا جنتی یا جہنمی ہونا غیب ہی سے تعلق رکھتا ہے۔

اب ڈوب مرنے کی بات تو یہ ہے کہ تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسمٰعیل دہلوی کے نزدیک پیغمبر اسلام کے حق میں ایسا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ لیکن ان کے پیرو مرشد سیّد احمد صاحب بریلوی خود اپنے بارے میں یہ صاف و صریح دعویٰ کر رہے ہیں تو وہ مومن ہی نہیں بلکہ ”امیرالمومنین“ ہیں۔

ع تفو بر تو اے چرخ گرداں تفو

میدانِ جنگ سے فرار

اب جہاں کی یہ کہانی جہاں جا کہ ختم ہوتی ہے۔ وہ عبرت ناک مقام بھی دیکھنے کے قابل ہے۔ اس لئے بھی اس کا دیکھنا ضروری ہے کہ یہیں سے ایک انتہائی شرمناک فریب اور عالمگیر جھوٹ کا پردہ چاک ہوتا ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہ ہو کہ اس سلسلۂ کارزار کا آخری میدان بالاکوٹ ہے۔ یہی وہ مقتل ہے جہاں اسلامی جہاد کے نام پر سیّد احمد صاحب بریلوی نے ہزاروں مسلمانوں کا گلا کٹوایا اور جب اپنی جان کے لالے پڑ گئے تو انتہائی بے غیرتی کے ساتھ میدان جنگ سے بھاگ کھڑے ہوئے۔ اب اس دعوے کے ثبوت میں دیوبندی تاریخ کی یہ شہادتیں پڑھئے۔

Marfat.com

مولوی منظور نعمانی الفرقان کے شہید نمبر میں لکھتے ہیں :-

سید صاحب خود بھی مجاہدین میں شامل ہو گئے۔ اس کے بعد کسی نے سید صاحب کو نہ دیکھا۔

(الفرقان شہید نمبر ص۶۱)

اب سوانح احمدی کی یہ مسلسل روایتیں ملاحظہ فرمائیے :-

سیّد صاحب مثل شیر اپنی جماعت میں کھڑے تھے کہ اس وقت یک بیک آپ نظروں سے غائب ہو گئے۔ (ص۱۳۶)

مولوی جعفر علی نقوی جو آپ کا باڈی گارڈ تھا اور کندھے سے کندھا ملائے کھڑا تھا لکھتا ہے کہ "حضرت امیر المومنین در ہماں جماعت از من غائب شدند" یعنی حضرت امیر المومنین اسی جماعت میں تھے کہ اچانک میری نظر سے غائب ہو گئے۔ یہ واقعہ جگر سوز ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۴۶ھ کو واقع ہوا۔ اس وقت بوجہ آپ کے غائب ہو جانے کے سارے لشکر اسلام میں ہلچل پڑ گئی۔

(سوانح احمدی ص۱۳۶)

غازیوں نے سارا میدان جنگ ڈھونڈ مارا مگر سیّد صاحب کا پتہ نہ ملا۔

(سوانح احمدی ص۱۳۶)

ہو سکتا ہے کہ سید صاحب عین میدان جنگ میں دشمن کے حملے کا شکار ہو گئے ہوں، اس لئے لاشوں کے انبار میں بھی انہیں تلاش کیا گیا۔

تذکرۃ الرشید کا مصنف لکھتا ہے کہ :-

کہ جب لاشیں سنبھالی گئیں تو سید صاحب اور ان کے ساتھیوں کا پتہ نہ لگا۔

(تذکرہ ج ۲ ص۲۷)

اور مولوی منظور نعمانی کی تحقیق یہ ہے کہ :-

شاہ صاحب (یعنی مولوی اسماعیل صاحب دہلوی)، کی قبر اب تک موجود ہے

Marfat.com

لیکن سید صاحب کی قبر کا اب تک پتہ نہیں۔ (الفرقان شہید نمبر ص۶۱)

سید صاحب نہ میدانِ جنگ میں نظر آئے، نہ زخمیوں میں دیکھے گئے اور نہ مقتولوں کی لاشوں میں کسی کو ملے، پھر آخر وہ کیا ہوئے؟ اب ان ساری روایات کا نتیجہ سوا، اس کے اور کیا بر آمد ہو سکتا ہے کہ وہ عین مقابلے کے وقت میدانِ جنگ سے فرار ہو گئے۔

اب اس مقام پر اس سے زیادہ اور مجھے کچھ نہیں کہنا ہے کہ سیّد صاحب کو جہاد کا حکم خدا کی طرف سے ملا تھا اور وہ اپنی جان بچا کر میدانِ جنگ سے بھاگ گئے۔ لہٰذا قرآنِ مجید میں پیٹھ دکھا کر میدانِ جنگ سے بھاگنے والوں کے لئے جو وعید آئی ہے وہ سیّد صاحب اور ان کے بھاگنے والے ساتھیوں پر یقیناً نافذ ہو گئی۔

وعید کے الفاظ یہ ہیں:- فَقَدْ بَآءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰہِ وَمَاْوٰہُ جَھَنَّمُ وَبِئْسَ الْمَصِیْرُ ؁ (ایسا شخص یقیناً اللہ کے غضب میں پلٹا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ پلٹنے کی نہایت بُری جگہ ہے۔

نتیجے کے استخراج پر دیو بندی علماء ہمیں کوئی الزام نہ دیں کیونکہ سیّد صاحب کے جرم کا ثبوت انہی کی مرتب کردہ تاریخ نے فراہم کیا ہے۔ قرآن نے صرف سزا سنائی ہے۔

فریب کا پردہ چاک

تاریخی شہادتوں سے یہ ثابت ہو جانے کے بعد کہ وہ میدانِ جنگ سے بھاگ گئے ایک نیا سوال یہ اٹھ کھڑا ہوتا ہے کہ وہ بھاگے تو آخر کہاں گئے۔ ایسا تو نہیں ہو سکتا کہ زمین نے انہیں نگل لیا ہو یا آسمان پر وہ زندہ اٹھا لئے گئے ہوں۔

خدا کا شکر ہے کہ یہ مرحلہ بھی دیو بندی مصنفین نے نہایت شرح و بسط کے

Marfat.com

ساتھ طے کر دیا ہے۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید کا مصنف انہیں تلاش کرنے والی ایک ٹیم کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کا یہ بیان نقل کرتا ہے کہ :-

ہم انہیں دنوں سیّد صاحب کو ایک پہاڑ میں تلاش کر رہے تھے دفعتہً کچھ ہی فاصلے پر گڑگڑاہٹ سنا۔ میں وہاں گیا تو دیکھو کیا کہ سیّد صاحب اور ان کے دو ہمراہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں نے سلام و مصافحہ کیا اور عرض کیا کہ حضرت کیوں غائب ہو گئے۔ سب لوگ بغیر آپ کے پریشان ہیں۔

مجبور ہو کر ہم لوگوں نے فلاں شخص کو اپنا خلیفہ بنا لیا ہے اور ان سے بیعت کی ہے۔ آپ نے اس پر تحسین کی اور فرمایا ہم کو غائب رہنے کا حکم ہوا ہے اس لئے ہم نہیں آسکتے۔ (تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۷۱)

اس کتاب میں اس طرح کی متعدد روایات ہیں جن سے پتہ چلتا ہے کہ سید صاحب شہید نہیں ہوئے بلکہ شیعوں کے امام غائب کی طرح وہ اب تک زندہ ہیں اور کسی غار میں چھپے ہوئے ہیں۔

یہ میرا الزام نہیں ہے بلکہ ان کے متعلق دیوبندی علماء کا یہی خیال ہے کہ وہ آج بھی زندہ ہیں اور ہو سکتا ہے کہ سوبھاش چندر بوس کی طرح وہ اچانک کسی دن ظاہر ہو جائیں۔ جیسا کہ تذکرۃ الرشید کا مصنف لکھتا ہے کہ :-

منشی محمد ابراہیم صاحب نے کہا کہ سیّد صاحب تیرھویں صدی کے آغاز میں پیدا ہوئے تھے اور اب ۱۳۱۸ھ میں ممکن ہے کہ حیات ہوں۔ انہوں نے جب ممکن کہا تو حضرت امام ربانی (مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی) نے ارشاد فرمایا بلکہ اَمکن ہے۔ (یعنی بہت ممکن ہے)

(تذکرۃ الرشید ج ۲ ص ۲۷۱)

میزانِ منشعب کے طلبہ بھی گنگوہی صاحب کے "اَمکن" پر انگشت بدنداں

Marfat.com

رہ جائیں گے کہ دیوبندیوں کے "امام"، ہو کر انہیں فن صرف کے ابتدائی مسائل بھی نہیں معلوم۔

بہرحال کہنا یہ ہے کہ جب دیوبندی روایات سے یہ بات ثابت ہوگئی کہ وہ بالاکوٹ کے میدان میں کسی کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ اب تک زندہ ہیں تو دیوبندی مصنفین اس الزام کا جواب دیں کہ وہ انہیں شہید کیوں لکھتے ہیں — جیسا کہ مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی نے اپنی کتاب کا نام ہی "سیرت سید احمد شہید" رکھا ہے۔

اگر واقعۃً وہ شہید ہیں تو کیا دیوبندی مصنفین ان سوالات پہ تاریخی شہادتیں فراہم کر سکتے ہیں کہ وہ کہاں شہید ہوئے؟ کب شہید ہوئے کس کے ہاتھ سے شہید ہوئے، کس نے ان کی نماز جنازہ پڑھی، کہاں انہیں دفن کیا گیا اور کس نے انہیں دفن کیا اور آج ان کی قبر کہاں ہے؟

اور دیوبندی تاریخ کی غلط بیانیوں کا سب سے سنگین الزام تو یہ ہے کہ واقعۃً اگر وہ شہید ہیں تو اس الہام کا کیا جواب ہوگا، جس کا اظہار خراسان جاتے وقت انہوں نے اپنی بہن کے سامنے کیا تھا کہ:-

اے میری بہن! میں نے تم کو خدا کے سپرد کیا۔ اور یہ یاد رکھنا کہ جب تک ہند کا شرک اور ایران کا رفض اور چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق میرے ہاتھ سے محو ہو کر ہر مردہ سنت زندہ نہ ہولے گی اللہ رب العزت مجھے نہیں اُٹھائیگا۔

اگر قبل از ظہور ان واقعات کوئی شخص میری موت کی خبر تم کو دے اور تصدیق خبر پہ حلف بھی کرے کہ سید احمد میرے روبرو مر گیا یا مارا گیا تو تم ان کے قول پر ہرگز اعتبار نہ کرنا۔

کیونکہ میرے رب نے مجھ سے وعدہ واثق کیا ہے کہ ان چیزوں کو میرے ہاتھ

Marfat.com

پر پورا کر کے مجھ کو مار سے گا۔

(سوانح احمدی مطبوعہ اسلامیہ اسٹیم پریس لاہور ص ۷۲)

دم رخصت بہن کو دھوکا دینے کا الزام تو اپنی جگہ پر ہے لیکن کتنا بڑا غضب یہ ہے کہ ہندوستان کا شرک، ایران کا رفض، چین کا کفر اور افغانستان کا نفاق ابھی جوں کا توں موجود ہے اور خدا نے اپنے وعدۂ واثق کے باوجود انہیں دنیا سے اٹھالیا۔

یہی وہ مقام ہے جہاں اقبال کا یہ شعر پڑھنے کو بے ساختہ جی چاہتا ہے۔

خداوندا یہ تیرے سادہ دل بندے کدھر جائیں
کہ درویشی بھی عیاری ہے، سلطانی بھی عیاری

اور جہاں طرح کی عیاری جمع ہو جائے تو پھر "سادہ دل بندوں" کی تباہ کاریوں کا کون اندازہ لگا سکتا ہے؟

دوسرا مرحلہ ۱۸۵۷ء کے غدر کے بیان میں

عام طور پر دیوبندی مصنفین تھانہ بھون کے قریب تحصیل شاملی کے میدان میں واقع ہونے والی ایک جھڑپ کا رشتہ انگریزوں کے خلاف ۱۸۵۷ء کے غدر سے جوڑتے ہیں اور دیوبندی روایت کے مطابق چونکہ اس جھڑپ میں حضرت شاہ امداد اللہ صاحب، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی قاسم نانوتوی اور حافظ ضامن صاحب شریک تھے اس لئے ان حضرات کے متعلق وہ دعویٰ کرتے ہیں کہ دیوبندی جماعت کے یہ اکابر ۵۷ء کے غدر کے مجاہدین ہیں۔

اب میں آنے والے اوراق میں خود دیوبندی کتابوں کی شہادتوں سے آفتاب نیم روز کی طرح ثابت کروں گا کہ شاملی کے میدان کے واقعے کو انگریزی سرکار کے خلاف جہاد قرار دینا تاریخ کا انتہائی شرمناک جھوٹ ہے۔

Marfat.com

حقیقت کا بے نقاب چہرہ

حقیقت کے چہرہ سے نقاب الٹنے کے لئے سب سے پہلے آپ کو یہ معلوم کرانا چاہتا ہوں کہ تحصیل شاملی کے میدان کا اصل واقعہ کیا ہے؟ اور وہ کیونکر پیش آیا۔ چنانچہ تذکرۃ الرشید کے مصنف افسانۂ جہاد کا آغاز کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

> ۱۸۵۷ء وہ سال تھا جس میں حضرت امام ربانی قدس سرہٗ (مولوی رشید احمد گنگوہی) پر اپنی سرکار سے باغی ہونے کا الزام لگایا گیا اور مفسدوں میں شریک رہنے کی تہمت باندھی گئی۔ (تذکرہ ج ۱ صـ۷۳)

واضح رہے کہ مصنف کے نزدیک مفسدوں سے مراد وہ گروہ ہے، جس نے انگریزوں کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ تہمت باندھنے کا محاورہ ہمارے یہاں جھوٹے الزام کے معنیٰ میں مستعمل ہے۔ اب اس کے بعد باغیوں کی مذمت کرتے ہوئے لکھتے ہیں :-

> جن کے سروں پر موت کھیل رہی تھی انہوں نے کمپنی کے امن و عافیت کا زمانہ قدر کی نظر سے نہ دیکھا اور اپنی رحم دل گورنمنٹ کے سامنے بغاوت کا علم قائم کیا۔ (تذکرہ صـ۷۳)

ذرا نثر میں انگریزی سرکار کی یہ قصیدہ خوانی ملاحظہ فرمایئے، اور فیصلہ کیجئے کہ تذکرۃ الرشید کے مصنف کے اکابر حضرات نے انگریزی سرکار کے خلاف بغاوت کا علم اٹھایا ہوتا تو کیا اس انداز میں کبھی ان کی مذمت کر سکتے تھے۔

اب تحصیل شاملی کے فساد کی تمہید یہاں سے شروع ہوتی ہے۔ لکھتے ہیں کہ :-

> اطراف کے شہر شہر اور قصبہ قصبہ میں بدامنی پھیل گئی۔ حاکم کے انتظام کا

Marfat.com

اٹھا تھا کہ باہم رعایا میں برسوں کی دبی ہوئی عداوت نکلنے اور خدا جانے کس زمانے کے انتقام لینے کا وقت آگیا کہ جدھر دیکھو مار پیٹ اور جس محل پر دیکھو معرکہ آرائی۔ (تذکرۃ الرشید ص۷۳)

اُن کی کہانی اُن کی زبانی

اتنی تفصیل کے بعد اب اصل واقعہ کی تفصیل سنئے، لکھتے ہیں:۔

اس بلاخیز قصہ میں تھانہ بھون کا وہ فساد واقع ہوا جس میں قاضی محبوب علی خاں کی مخبری سے حضرت مولانا (رشید احمد صاحب گنگوہی) پر مقدمہ قائم ہوا جس کی ابتدا یہ تھی کہ تھانہ بھون کے رئیس قاضی عنایت علی خاں کا چھوٹا بھائی عبدالرحیم خاں چند ہاتھی خریدنے سہارنپور گیا۔

وہاں اس آفت رسیدہ کا کوئی بنیا قدیمی دشمن کئی دن سے ٹھہرا ہوا تھا جس کو زمین دارانہ مخصمات میں عبدالرحیم کے ساتھ خاص عداوت تھی۔ دشمن نے اس موقع کو غنیمت سمجھا اور فوراً حاکم ضلع سے جا رپورٹ کی کہ فلاں رئیس بھی باغی و مفسد ہے، چنانچہ دہلی میں کمک بھیجنے کے لئے ہاتھی خریدنے سہارنپور آیا ہوا ہے۔

زمانہ تھا اندیشناک اور احتیاط کا، اسی وقت دوڑ گئی اور رئیس گرفتار ہو گیا، نتیجہ یہ ہوا کہ پھانسی ہوئی۔ (تذکرۃ الرشید ص۷۴)

لکھا ہے کہ تھانہ بھون کے نواب کو پھانسی ہو جانے کے بعد وہاں کے لوگوں کو دنیاوی امور میں ایک سربراہ کی ضرورت محسوس ہوئی اس مقصد سے لوگ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ:۔

بلا کسی حاکم کی سرپرستی کے گذران دشوار ہے، گورنمنٹ نے باغیوں کی بغاوت کے باعث اپنا امن اٹھا لیا اور بذریعہ اشتہار عام اطلاع دیدی

Marfat.com

کہ اپنی اپنی حفاظت ہر شخص کو خود کرنی چاہیئے۔ اس لئے آپ چونکہ ہمارے دینی سردار ہیں اس لئے دنیاوی نظم حکومت کا بار بھی اپنے سر رکھیں اور امیر المومنین بن کر ہمارے قضیے چکا دیا کریں۔

اس میں شک نہیں کہ اعلیٰ حضرت کو ان کی درخواست کے موافق ان کے سروں پر ہاتھ رکھنا پڑا اور آپ نے دیوانی و فوجداری کے جملہ مقدمات شرعی فیصلے کے مطابق چند روز تک قاضی شرع بن کر فیصل بھی فرمائے۔ اسی قصہ نے مفسدوں میں شریک ہونے کی راہ چلائی اور مخبروں میں جھوٹی سچی مخبری کا موقع دیا۔ (تذکرۃ الرشید صـ۷۴)

لکھا ہے کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی قاسم صاحب نانوتوی بھی مقدمات کے فیصلے میں ہاتھ بٹانے کے لئے تھانہ بھون بلوائے گئے۔ اب اصل واقعہ سنئے، لکھتے ہیں کہ :-

ایک مرتبہ ایسا بھی اتفاق ہوا کہ حضرت امام ربانی اپنے رفیق جانی مولانا قاسم العلوم اور طبیب روحانی اعلیٰ حضرت حاجی صاحب و نیز حافظ ضامن صاحب ہمراہ تھے کہ بندوقچیوں سے مقابلہ ہو گیا۔ یہ نبرد آزما جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا یا ہٹ جانے والا نہ تھا اس لئے اٹل پہاڑ کی طرح پرا جما کر ڈٹ گیا اور سرکار پر جاں نثاری کے لئے تیار ہو گیا۔ (تذکرہ صـ۷۵)

اتنی صراحت کے بعد بھی کہ "یہ جتھا اپنی سرکار کے مخالف باغیوں کے سامنے سے بھاگنے والا نہ تھا" اور "سرکار پر جاں نثاری کے لئے تیار ہو گیا"، اگر کوئی کہتا ہے کہ شاملی کے میدان کا یہ واقعہ انگریزی سرکار کے خلاف جہاد تھا تو وہ نہ صرف حقیقت کا چہرہ مسخ کرتا ہے بلکہ تاریخ کا سب سے شرمناک جھوٹ بھی بولتا ہے

Marfat.com

بات اتنے ہی پر نہیں ختم ہو جاتی، بعد کا حصہ بھی ہمارے اس دعوے پر گہری روشنی ڈالتا ہے۔ تحریر فرماتے ہیں :۔

جب بغاوت و فساد کا قصّہ فرد ہوا اور رحم دل گورنمنٹ کی حکومت نے دوبارہ غلبہ پاکر باغیوں کی سرکوبی شروع کی تو جن بزدل مفسدوں کو سوائے اس کے اپنی رہائی کا کوئی چارہ نہ تھا کہ جھوٹی سچی تہمتوں اور مخبری کے پیشہ سے سرکاری خیر خواہ اپنے کو ظاہر کریں انہوں نے اپنا رنگ جمایا اور ان گوشہ نشین حضرات پر بغاوت کا الزام لگایا اور یہ مخبری کی کہ تھانے کے فساد میں اصل الاصول یہی لوگ تھے اور شاملی کی تحصیل پر حملہ کرنے والا یہی گروہ تھا۔ (تذکرہ صے۷)

اب اس کے بعد الزامات کی صفائی پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "حالانکہ یہ کمبل پوش، فاقہ کش، نفس کُش حضرات فساد سے کوسوں دور تھے"

اور انگریزوں کے ساتھ نیاز مندی اور خیر خواہی کا اس سے بھی زیادہ واضح ثبوت چاہتے ہوں تو کتاب کا یہ حصہ خالی الذہن ہو کر پڑھئے :۔

ہر چند کہ یہ حضرات حقیقۃً بے گناہ تھے مگر دشمنوں کی یاوہ گوئی نے ان کو باغی و مفسد اور مجرم و سرکاری خطاکار ٹھہرا رکھا تھا اس لئے گرفتاری کی تلاش تھی، مگر حق تعالیٰ کی حفاظت بر سر تھی، اس لئے کوئی آنچ نہ آئی۔ اور جیسا کہ آپ حضرات اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے تا زیست خیر خواہ ہی ثابت ہوئے۔ (تذکرۃ الرشید صے۷۹)

ایک طرف "اپنی مہربان سرکار کے دلی خیر خواہ تھے اور تا زیست خیر خواہ ہی ثابت رہے"، کو نظر میں رکھئے اور دوسری طرف اس رحم دل گورنمنٹ کے خلاف جہاد کا دعویٰ ملاحظہ فرمائیے۔ تو آپ پر یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ دیوبندی حضرات کا مذہب ہی نہیں بلکہ ان کا سیاسی مسلک بھی تضادات، غلط بیانیوں،

Marfat.com

عیاریوں اور متصادم روایات کا مجموعہ ہے۔

آخری دستاویز

اب اس بحث کی ایک آخری دستاویز اور ملاحظہ فرمایئے تذکرۃ الرشید کے مصنف مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے چہرے کا غبار صاف کرتے ہوئے لکھتے ہیں :۔

حضرت امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد صاحب قدس سرہٗ کو اس سلسلہ میں امتحان کا بڑا مرحلہ طے کرنا تھا، اس لئے گرفتار ہوئے۔ اور چھ مہینے حوالات میں بھی رہے۔ آخر جب تحقیقات اور پوری تفتیش و چھان بین سے کالشمس فی نصف النہار (یعنی آفتاب نیمروز کی طرح) ثابت ہو گیا کہ آپ پر جماعت مفسدین کی شرکت کا محض الزام ہی الزام اور بہتان ہی بہتان ہے۔ اس وقت رہا کئے گئے۔ (تذکرہ ص۷۹)

الزام سے بریت کی دو ہی صورتیں ممکن ہیں یا تو واقعۃً وہ شاملی کی جنگ میں شریک نہیں تھے اس لئے تحقیق و تفتیش کے جملہ مراحل سے وہ بے داغ نکل گئے یا پھر انہوں نے جھوٹ بول کر اور ان کے حامیوں نے جھوٹی گواہی دے کر ان کی جان بچائی۔ جو صورت بھی فرض کی جائے ایمان و دیانت کا ایک خون ضرور ہوگا۔

دیوبندی لٹریچر کے حوالہ سے جو واقعات و حقائق اوپر سپرد قلم کئے گئے ہیں ان کی روشنی میں اب تاریخ کا یہ فیصلہ بریلوی فتنہ کے مصنفین کو بے چون و چرا قبول کر لینا چاہیئے کہ ۱۸۵۷ء کے غدر میں دیوبندی جماعت کے اکابر نہ صرف یہ کہ انگریزوں کے ساتھ تھے بلکہ انہوں نے ایک محافظ دستے کا رول ادا کر کے انگریزی سرکار کے ساتھ اپنی وفاداری اور جاں نثاری کا نہایت پُر خلوص مظاہرہ کیا تھا۔

Marfat.com

اب اس بدنصیبی کا ہمارے پاس کیا علاج ہے کہ حقیقت کے چہرے پر ہزار پردہ ڈالنے کے باوجود راز فاش کر دینے کا الزام خود دیوبندی لٹریچر پر ہے ؎

دیکھ آئی جا کے بادِ صبا سر سے پاؤں تک
کام آئی کچھ نہ پردہ نشینی حضور کی

Marfat.com

تیسرا مرحلہ جواب الجواب میں

دیو بندی جماعت کی سیاسی تاریخ کے حوالے سے زلزلہ میں ان کے اکابر کے خلاف جو الزامات عائد کئے گئے ہیں، مولوی عتیق الرحمٰن سنبھلی نے اس طنطنے کے ساتھ ان کے جوابات دیئے ہیں۔ جیسے انھوں نے اپنی تاریخ کا سارا ملبہ صاف کر دیا ہو۔

جوابات کے سلسلہ میں انھوں نے مصنف زلزلہ پر جو نازیبا حملے کئے ہیں اور جس بے تکلفی کے ساتھ انھوں نے غیر شریفانہ زبان کا مظاہرہ کیا ہے ان ساری باتوں کی طرف سے صرف نظر کرتے ہوئے فقط علمی اور مذہبی حیثیت سے ان کے جوابات کا تنقیدی جائزہ لے رہا ہوں۔

اب ذیل میں ان کی عرق ریز کوششوں کی پامالیوں کا عبرتناک تماشا دیکھئے۔

پہلا جواب زلزلہ میں دار العلوم دیو بند کے متعلق انگریز کے ایک خفیہ معتمد کا یہ معائنہ نقل کیا گیا ہے کہ :-

"یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ ممد و معاون سرکار ہے"۔

اس معائنے کے ذیل میں مدرسہ دیو بند کے خلاف جو الزام عائد کیا گیا ہے، اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"اس بیان کے سامنے اب اس افسانے کی کیا حقیقت ہے کہ مدرسہ دیو بند انگریزی سامراج کے خلاف سرگرمیوں کا بہت بڑا اڈہ تھا۔"

Marfat.com

سنبھلی صاحب نے اس الزام کا ایک جواب یہ دیا ہے کہ یہ انگریز مدرسہ دیکھنے اور اہل مدرسہ سے ملنے آیا تھا۔ لڑنے نہیں آیا تھا۔

اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ معائنہ کی تحریر ہی اس بات کے لیے کافی ہے کہ یہ مدرسہ سرکار کے خلاف تھا کیونکہ مدرسہ حقیقت میں اگر سرکار کا وفادار بھی ہوتا جب بھی معائنہ میں اس کا اظہار قطعاً بے معنیٰ تھا۔

میں عرض کروں گا کہ وہ محکمہ تعلیم کا آدمی نہیں بلکہ سی آئی ڈی کا آدمی تھا۔

مدرسہ کے مخالفین نے جب جھوٹی شکایتوں کے ذریعہ حکومت کو مدرسہ کی طرف سے بدگمان کرنا چاہا تو ان شکایتوں کی تفتیش و تحقیق کے لیے گورنر نے اسے بھیجا تھا۔ جیساکہ سنبھلی صاحب نے خود قاری طیب صاحب کا یہ بیان اپنی کتاب میں نقل کیا ہے کہ مدرسہ کے مخالفین حکومت کی نگاہ میں مدرسہ کو بدنام کرنے کے لیے شکایتیں کیا کرتے تھے۔ اس لیے ضابطے کے طور پر گورنر کے آدمی کو شکایتوں کی انکوائری رپورٹ میں اس کے سوا اور لکھنا ہی کیا تھا کہ مدرسہ سرکار کا مخالف ہے یا نہیں ؟

اور ہوسکتا ہے کہ مدرسہ کے وہ ممبران جو انگریزوں کے جانے پہچانے نمک خوار تھے انھوں نے اصرار کرکے معائنہ کی یہ تحریر لکھوائی ہو کہ اپنے پاس بھی وفاداری کا ریکارڈ موجود رہے اور بوقت ضرورت اس سے کام لیا جائے۔

دوسرا جواب "زلزلہ" میں قاری طیب صاحب کا یہ بیان نقل کیا گیا تھا کہ :-

"مدرسہ دیوبند کے کارکنوں میں اکثریت ایسے بزرگوں کی تھی جو گورنمنٹ کے قدیم ملازم اور حالی پنشنرز تھے۔"

اس بیان کے ذیل میں مدرسۂ دیوبند کے خلاف زلزلہ کا یہ الزام تھا کہ جس

Marfat.com

مدرسہ کے چلانے والے انگریزوں کے وفا پیشہ نمک خوار ہوں اسے باغیانہ سرگرمیوں کا اڈہ کہنا آنکھوں میں دھول جھونکنے کے مترادف ہے۔

اس الزام کا جواب سنبھلی صاحب نے یہ دیا ہے کہ چونکہ مولانا قاسم نانوتوی بغاوت کے الزام میں ماخوذ ہو چکے تھے اس لیے انتظامی امور میں مصلحتہً انہیں پیچھے رکھا جاتا تھا اور سامنے وہ لوگ رہتے تھے جو حکومت برطانیہ کے قدیمی نمک خوار تھے۔

اس لیے تحقیقات کے موقعہ پر یہی حضرات آگے بڑھے اور اپنے سرکاری اعتماد کو سامنے رکھ کر مدرسہ کی صفائی پیش کی جو کارگر ہوئی ورنہ شخصی طور سے عہدیدارانہ ذمہ داریوں کے ساتھ اگر حضرت نانوتوی سامنے آتے ہوتے تو ظاہر ہے کہ مدرسہ کی طرف سے ان بزرگوں کی یہ صفائی اور یقین دہانی کبھی کارگر نہ ہو سکتی تھی۔

سنبھلی صاحب کے اس جواب کی تردید میں بجائے اس کے کہ میں کچھ کہوں سوانح قاسمی کے مصنف مولوی مناظر احسن گیلانی کا یہ بیان جھوٹ کا پردہ چاک کرنے کے لیے بہت کافی ہے۔ لکھتے ہیں کہ :-

"دیوبند میں مدرسۂ عربی جو قائم ہوا تھا اس سے اپنے تعلق کو سیدنا الامام الکبیر (مولوی قاسم صاحب نانوتوی) قطعاً پوشیدہ رکھنا نہیں چاہتے تھے جب مجلس شوریٰ کے ارکان میں آپ کا نام شریک تھا، وہی طبع بھی ہوا شائع بھی ہوا تو یہ کہنا کہ ابتداء میں حضرت والا اس مدرسہ سے سیاسی مصالح کے پیش نظر ایسا تعلق رکھنا نہیں چاہتے تھے جس پر حکومت کی نظر پڑ سکتی ہو۔ بجز ایک خود تراشیدہ مفروضہ کے اور بھی کچھ ہے"؟ (سوانح قاسمی جلد ۲ صفحہ ۲۴۶)

اور بالفرض مدرسہ دیوبند کے سلسلہ میں مولوی قاسم نانوتوی صاحب کا

Marfat.com

نام ابتدا میں نمایاں نہیں ہو سکا تو اس کی وجہ سیاسی مصلحت نہیں ہے بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ تاریخ انہیں مدرسہ کا بانی تسلیم ہی نہیں کرتی۔ جیسا کہ خود گیلانی صاحب لکھتے ہیں :-

"سچی بات یہی ہے، یہی واقعہ ہے اور اسی کو واقعہ ہونا بھی چاہیئے کہ جامعہ قاسمیہ یا دیوبند کے دار العلوم کی جب بنیاد پڑی تو سیدنا الامام الکبیر (یعنی مولوی قاسم صاحب نانوتوی) اس وقت دیوبند میں موجود نہ تھے۔" (سوانح قاسمی جلد ۲ صـ ۲۴۸)

اور پھر اگر انگریز حکومت کی نظر میں وہ اتنے ہی مخدوش اور بدنام تھے تو مدرسہ قائم ہونے کے دوسرے دن حاجی عابد حسین نے جو اس وقت مدرسہ کے مہتمم تھے، نانوتوی صاحب کو بہ حیثیت مدرس ہونے کے میرٹھ سے کیوں بلوایا تھا۔ جیسا کہ یہی گیلانی صاحب اپنی کتاب سوانح قاسمی میں تحریر فرماتے ہیں :-

"اگلے روز حاجی صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب کو میرٹھ خط لکھا کہ آپ پڑھانے کے واسطے دیوبند آیئے۔ فقیر نے یہ صورت فراہمی چندہ اختیار کی ہے۔" (سوانح قاسمی جلد ۲ صـ ۲۵)

اور دوسری غور طلب بات یہ ہے کہ غدر ۱۸۵۷ء میں ہوا اور مدرسہ دیوبند کی بنیاد ۱۸۶۷ء میں پڑی۔ دونوں کے درمیان دس سال کی طویل مدت حائل ہے جبکہ غدر کے ایک دو سال کے اندر ہی اندر سب بے قصور ثابت ہو کر بری بھی ہو گئے تھے اور جہاں تک مولوی قاسم صاحب نانوتوی کا تعلق ہے وہ تو گرفتار بھی نہیں ہوئے تھے۔ اس لئے حکومت کی نظر میں سرے سے ان کے خلاف کوئی الزام ہی نہیں ثابت ہو سکا۔

اور پھر یہاں سوال شخصیتوں کا نہیں بلکہ ادارہ کی پالیسی کا ہے۔ اگر مدرسہ

Marfat.com

دیو بند واقعتہً برطانوی سامراج کے خلاف سیاسی سرگرمیوں کا اڈہ تھا تو نہاں کے مانند آں رازے کزو سازند محفلہا۔" کی بنیاد پر کب تک مدرسہ کے ارکان حکومت کی آنکھوں میں دھول جھونکتے رہتے، کبھی تو یہ راز فاش ہو جاتا۔

تیسرا جواب سوانح قاسمی میں مولوی نانوتوی کے متعلق یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ کسی حجام کو ایک عورت کے بھگانے کے الزام میں نانوتہ کے تھانیدار نے گرفتار کر لیا۔ نانوتوی صاحب نے تھانیدار کو کہلوایا کہ حجام ہمارا آدمی ہے اسے چھوڑ دو، ورنہ تم بھی نہ بچو گے۔ اس کے ہاتھ میں ہتھکڑی ڈالو گے تو تمہارے ہاتھ میں بھی ہتھکڑی پڑے گی۔ تھانیدار نے کہا کہ اب کیا ہو سکتا ہے اب تو روزنامچہ میں اس کا نام لکھ دیا گیا ہے اس پر نانوتوی صاحب نے تھانیدار کو کہلوایا کہ روزنامچہ سے اس کا نام نکال دو۔ تھانیدار نے کہا کہ نام نکالنا بہت بڑا جرم ہے میری نوکری چلی جائے گی پھر نانوتوی صاحب نے قاصد کو بھیجا کہ تمہاری نوکری نہیں جائے گی۔

اب اس واقعہ پر زلزلہ میں جو تنقید کی گئی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں :۔

"مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی اگر انگریزی حکومت کے باغیوں میں تھے تو پولیس کا محکمہ اس قدر تابع فرمان کیوں تھا۔" (زلزلہ)

سنبھلی صاحب نے جواب مرحمت فرمایا کہ :۔

"کیوں تھا؟ یوں تھا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے تابع فرمان تھے اور جو اللہ کے تابع فرمان ہو جاتے ہیں ان کی یہی شان ہوتی ہے مَنْ كَانَ لِلّٰهِ كَانَ اللّٰهُ لَہٗ جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے کیا مشہور حدیث بھی مولانا قادری صاحب نے نہیں پڑھی ہے۔" (بریلوی فتنہ صفحہ ۱۸۲)

اس جواب پر آپ اپنی ہنسی ضبط کر سکیں تو عرض کروں کہ نانوتوی صاحب

اتنے ہی بڑے اللہ والے اور صاحب تصرف بزرگ تھے تو قاری طیب صاحب کے بیان کے مطابق انگریزی حکومت کی دہشت سے دس سال تک پردے کے پیچھے کیوں چھپے رہے ؟ کیا اس وقت وہ اللہ کے تابع فرمان نہیں تھے ۔ ؟

جواب کے ضمن میں انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ تھانیدار پر نانوتوی صاحب نے اپنی قوت باطنی سے تصرف کیا تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ اسے ایک غیر قانونی عمل انجام دینا پڑا ۔ میں عرض کروں گا کہ تھانیدار پر ان کی قوت باطنی کا کوئی تصرف ہوتا تو قاصد کو بار بار جانا نہیں پڑتا ۔ تھانیدار کو مسخر کرنے اور اپنی بات منوانے کے لیے درویش کی ایک ہلکی سی توجہ کافی تھی ۔

اپنے ان جوابات پر شاید سنبھلی صاحب ... خود مطمئن نہیں ہیں اس لیے اخیر میں انہوں نے ایک نیا پینترا بدلا ہے کہ نانوتوی صاحب کا جو اثر اپنے قصبہ میں تھا کیا ایک ذی اثر شہری کی حیثیت سے تھانیدار پر ان کی بات کا کوئی اخلاقی وزن بھی نہیں پڑ سکتا تھا[1] ؟

ضرور پڑ سکتا تھا اور پڑتا ہے لیکن اخلاقی وزن بھی اخلاق ہی کے ذریعہ پڑتا ہے ۔ ہتھکڑی اور ملازمت کی برطرفی کی دھمکیوں کے ذریعہ نہیں پڑتا اور یہ وزن بھی قانون ہی کے دائرے میں پڑتا ہے ۔ غیر قانونی کام کرانے کے لیے نہیں ۔ سمجھ گئے نا مُلّا جی !

جواب کے ذیل میں سنبھلی صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ حکومت کے ساتھ کسی کے خفیہ تعلقات کی تھانیدار کو کیا خبر ہو سکتی ہے ؟ میں عرض کروں گا کہ تھانیدار ہی تو عوامی سطح پر حکومت کا سب سے پہلا نمائندہ ہوتا ہے اگر اسی کو خبر نہ ہو تو ضمیر کا خون کر کے کسی ظالم حکومت کا ایجنٹ بننے سے فائدہ کیا ؟

اس بحث کے اخیر میں سنبھلی صاحب نے زلزلہ کے مصنف کو آر ایس ایس

---

[1] آخر یہ اخلاقی اثر حجام پر کیوں نہ پڑا ۔ (تابش قصوری)

Marfat.com

کے مسٹرادک سے تشبیہ دیکر ایک نہایت سخت قسم کی گالی دی ہے میں اس کے جواب میں صرف اتنا کہہ سکتا ہوں کہ اس گالی کو بھی اسی مردہ خانے میں ڈال دوں جہاں دیوبندی تہذیب وصحافت کی بہت سی لاشیں بے گور دکفن پڑی ہوئی ہیں۔

چوتھا جواب زلزلہ میں سوانح قاسمی کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی نقل کی گئی ہے کہ ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کے مقابلے میں جو لوگ لڑ رہے تھے ان میں حضرت شاہ فضل الرحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمتہ اللہ علیہ بھی تھے۔ اچانک وہ یہ کہتے ہوئے باغیوں کے گروہ سے الگ ہو گئے کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔ ایک اور موقع پر انھی سے نقل کیا گیا ہے کہ انھوں نے خضر کو انگریزوں کی فوج میں دیکھ کر دریافت کیا کہ یہ کیا حال ہے تو انھوں نے جواب دیا کہ حکم یہی ملا ہے۔ یہ واقعہ نقل کر کے گیلانی صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت خضر نصرت حق کی علامت بن کر انگریزوں کے ساتھ تھے۔

ان تمام تفصیلات کے حوالے سے زلزلہ میں یہ سوال کیا گیا تھا کہ جب حضرت خضر کی صورت میں نصرت حق انگریزی فوج کے ساتھ تھی تو ان باغیوں کے لیے کیا حکم ہے جو حضرت خضر کے مقابلے میں لڑنے آئے تھے۔

اس سوال کے جواب میں سنبھلی صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ :۔

"ان کا حکم وہی ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے آپ ارشاد فرمائیں گے جو حضرت خضر علیہ السلام سے (باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت پر ان سے علم لدنی سیکھنے گئے تھے) ان کے ہر فعل پر لڑ جاتے تھے اور بالآخر ان سے جدائی پر مجبور ہو گئے۔ پتہ نہیں قرآن میں بیان کیا

Marfat.com

گیا یہ قصہ آپ کو معلوم بھی ہے یا نہیں ؟ (بریلوی فتنہ صفحہ ۱۸۶)

معاذ اللہ ! میری کیا مجال کہ میں خدا کے جلیل القدر پیغمبر حضرت سید نا موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام پر حکم لگاؤں یہ حوصلہ تو صرف علمائے دیوبند کا ہے۔ البتہ بطور امر واقعہ اتنا ضرور کہہ سکتا ہوں کہ جس کام کو انہوں نے شریعت الٰہی کے خلاف سمجھا، اس پر اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنے کے لیے وہ حضرت خضر کو برابر ٹوکتے رہے۔ لیکن حضرت خضر نے جو کچھ کیا وہ خدا کے حکم کے عین مطابق تھا۔ یہ معلوم ہو جانے کے بعد بھی اگر انہوں نے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کیا ہو تو اس کا ثبوت آپ کے ذمے ہے۔

لیکن یہاں تو حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی کی زبانی حضرت خضر کے ذریعہ خدا کا حکم معلوم ہو جانے کے بعد بھی جو لوگ حکم الٰہی کے خلاف ورزی کرتے رہے، زلزلہ میں میرا سوال انہی لوگوں کے متعلق تھا۔

سنبھلی صاحب نے اس سلسلے میں ایک سوال مجھ سے بھی کیا ہے کہ کسی دشمن فوج کے متعلق اگر یہ معلوم ہو جائے کہ مشیت خداوندی دشمن کے ساتھ ہے تو کیا مقابلے میں لڑنے والے مسلمانوں کو میدانِ جنگ سے ہٹ جانا چاہیئے۔ ؟

میں عرض کروں گا کہ یہاں چاہیئے کا سوال نہیں ہے کہ خود آپ ہی لوگوں کے بیان کے مطابق حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب گنج مراد آبادی یہ کہتے ہوئے میدان سے ہٹ گئے کہ اب لڑنے سے کیا فائدہ ؟ خضر کو تو میں انگریزوں کی صف میں پا رہا ہوں۔ "اب لڑنے سے کیا فائدہ" کا فقرہ بتا رہا ہے کہ ان کی نظر میں دُنیا کا نہ سہی دین کا بھی کوئی فائدہ ہوتا تو ضرور لڑتے رہتے۔

باقی رہ گیا یہ سوال کہ یہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب کا مکاشفہ تھا اور وہ دوسروں کے لیے حجت نہیں ہے تو میں جواباً عرض کروں گا کہ یہ مکاشفہ نہیں تھا

Marfat.com

بلکہ چشم دید مشاہدہ تھا اور ظاہر ہے کہ مشاہدہ کا وہ حکم نہیں ہے جو مکاشفہ کا ہے۔
سنبھلی صاحب اگر اپنے آپ کو سنبھال سکیں تو یہاں پہنچ کر اب ان کا سوال انہی پر الٹ رہا ہوں۔ آپ ہی ارشاد فرمائیں کہ یہ معلوم ہو جانے کے بعد کہ مشیت الٰہی دشمن فوج کے ساتھ ہے اگر کوئی شخص میدان سے ہٹ جائے جیسا کہ حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی نے کیا تو اس کے لیے کیا حکم ہے کیا وہ بھی مولوی سید احمد بریلوی کی طرح پیٹھ دکھانے والا مفرور قرار دیا جائے گا۔ اور کیا اس پر بھی وہ وعیدیں نافذ ہوں گی جو قرآن میں پیٹھ دکھانے والوں کے لیے بیان کی گئی ہیں ؟

پانچواں جواب زلزلہ میں تذکرۃ الرشید کے حوالے سے گنگوہی صاحب کے متعلق یہ بیان نقل کیا گیا ہے کہ :-

"(آپ) سمجھے ہوئے تھے کہ جب میں حقیقت میں سرکار کا فرماں بردار ہوں تو جھوٹے الزام سے میرا بال بھی بیکا نہ ہو گا۔ اگر مارا بھی گیا تو سرکار مالک ہے جو چاہے کرے۔" (تذکرۃ الرشید جلد ا صہ۸۰)

اس بیان پر گنگوہی صاحب کے خلاف زلزلہ میں جو الزام عائد کیا گیا تھا وہ یہ ہے :-

"کچھ سمجھا آپ نے ؟ کس الزام کو یہ جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ یہی کہ انگریزوں کے خلاف انہوں نے علم جہاد بلند کیا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ گنگوہی صاحب کی یہ پر خلوص صفائی کوئی مانے نہ مانے لیکن کم از کم ان کے معتقدین کو تو ضرور ماننا چاہیئے۔"

لیکن غضب خدا کا کہ اتنی شد و مد کے ساتھ صفائی کے باوجود بھی ان کے ماننے والے یہ الزام ان پر آج تک دہرا رہے ہیں کہ انہوں

Marfat.com

نے انگریزوں کے خلاف علم جہاد بلند کیا تھا۔

"دنیا کی تاریخ میں اس کی مثال مشکل ہی سے ملے گی کہ کسی فرقے کے افراد نے اپنے پیشوا کی اس طرح تکذیب کی ہو۔" (زلزلہ)

سنبھلی صاحب نے اس الزام کے دو جوابات دیئے ہیں۔ پہلا جواب تو یہ دیا ہے کہ "آپ سمجھے ہوئے تھے" کا مطلب یہ نہیں ہے کہ یہ آپ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہیں۔ میں عرض کروں گا کہ کسی کے دل کا حال معلوم کرنا کچھ منہ سے نکلے ہوئے الفاظ ہی پر موقوف نہیں ہے بلکہ عمل اور قرائن سے بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ کس کے دل میں کیا ہے۔

اب اگر گنگوہی صاحب کا عمل اس "سمجھے ہوئے" کے خلاف تھا تو مجھ سے لڑنے کے بجائے سنبھلی صاحب کو تذکرۃ الرشید کے مصنف سے لڑنا چاہیئے کہ انہوں نے کس طرح سمجھا کہ گنگوہی صاحب ایسا سمجھے ہوتے تھے۔

یہ بات اگر کوئی دشمن یا کوئی اجنبی نقل کرتا تو کہا جا سکتا تھا کہ اس نے گنگوہی صاحب کے خلاف جھوٹا الزام تراشا ہے۔ لیکن مولوی عاشق الٰہی میرٹھی جیسے فدا کار جاں نثار اور مزاج شناس سوانح نگار کے بارے میں اس طرح کی بات سوچنا ہی فطرت سے جنگ کرنا ہے۔ اس لیے ماننا پڑے گا کہ انہوں نے "سمجھے ہوئے تھے" کے الفاظ ناسمجھی سے نہیں کہے ہیں بلکہ سمجھ بوجھ کر کہے ہیں۔

اور دوسرا جواب یہ دیا ہے کہ یہاں "سرکار" سے انگریزی حکومت نہیں بلکہ خدائی حکومت مراد ہے۔

جواباً عرض کروں گا کہ صرف ایک لفظ کا مفہوم بدل دینے سے چھٹکارا نہیں مل جائے گا بلکہ اس لفظ کو اسی مفہوم کے ساتھ پورے جملے میں فٹ کرنا ہو گا۔ لہذا اگر سرکار سے خدائی سرکار مراد لی جائے تو اب یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ

Marfat.com

خدا کی سرکار" کے خلاف بغاوت کا کون سا جھوٹا الزام اُن پر عائد کیا گیا تھا اور کس نے عائد کیا تھا اور کب عائد کیا تھا۔

افسوس! بوکھلاہٹ میں کتنی کچی بات سنبھلی صاحب کہہ گئے یہ بھی نہیں سوچا کہ پڑھنے والے ان کے متعلق کیا رائے قائم کریں گے؟

اقرارِ جرم اس ضمن میں سنبھلی صاحب نے یہ ان کہی بھی کہہ ڈالی ہے کہ ہمارے علماء کی سیاسی تاریخ جس زبان میں لکھی گئی ہے وہ "توریہ" کی زبان ہے۔ یعنی وہ ایسی زبان ہے جس کا ظاہر کچھ ہے اور باطن کچھ ہے۔

میں عرض کر دوں گا کہ باطن تو آپ لوگوں کے پیٹ میں ہے اور اسے پیٹ میں ہی پیے رہیئے۔ لیکن پڑھنے والوں کے لیے اگر ظاہر بھی نہیں ہے تو پھر بتایا جائے کہ کتاب لکھنے کا آخر فائدہ کیا ہے؟

شرمناک واقعہ دینی اور علمی نقطہ نظر سے یہ بات چاہے کتنی ہی قابلِ اعتراض کیوں نہ ہو لیکن ہم سنبھلی صاحب کی جرأت رندانہ کو بہرحال داد دیں گے کہ انہوں نے اپنے علماء کی سیاسی تاریخ کا یہ رُخ بے نقاب کر کے کہ ہر شخص کو دھوکے میں رکھنا ان کا ایک قابلِ تحسین ہنر رہا ہے۔ ایک برملا حقیقت کا اظہار کیا ہے۔

بات زیرِ بحث آگئی ہے تو میں تاریخی شہادتوں سے دیوبندی اکابر کی زندگی کا یہ رُخ ذرا تفصیل سے بے نقاب کر دینا چاہتا ہوں تاکہ سنبھلی صاحب کا دعویٰ بے دلیل نہ رہ جائے۔

پہلا واقعہ آج سے ٹھیک بیس سال پیشتر ۱۹۵۹ء میں "خلافت معاویہ و یزید" کے نام سے محمود عباسی کی ایک کتاب شائع ہوئی تھی جس

Marfat.com

میں گستاخ مصنف نے شہزادۂ رسول حضرت امام عالی مقام شہید کربلا رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عظمت و سیادت پر نہایت جارحانہ حملہ کیا تھا۔ اس موقع پر چاٹگام سے لے کراچی تک سارا برصغیر ہند و پاک اس دل آزار کتاب کے خلاف نفرت و احتجاج کی شورش سے گونج اٹھا تھا اور ہر طرف غم و غصہ کی چنگاریاں اڑنے لگی تھیں۔

چونکہ اس کتاب کی ترتیب اور طباعت و اشاعت میں دیوبند کا بھی ہاتھ تھا اس لیے مسلمانان ہند کی رائے عامہ دارالعلوم دیوبند کے خلاف بھی مشتعل ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ دارالعلوم دیوبند کے مہتمم قاری طیب صاحب نے جیسے ہی یہ خطرہ محسوس کیا کہ نفرت و بیزاری کے نتیجے میں کہیں ایسا نہ ہو کہ عامہ مسلمین دارالعلوم دیوبند کی مالی اعانت سے بالکل ہی اپنے ہاتھ کھینچ لیں۔ انہوں نے فوراً دارالعلوم کی مجلس شوریٰ کا اجلاس طلب کیا اور اس میں دل آزار کتاب کے خلاف ایک تجویز منظور کی گئی جس کا متن یہ تھا۔

"دارالعلوم دیوبند کا یہ شاندار اجلاس جہاں اس کتاب سے اپنی بیزاری کا اظہار کرتا ہے وہیں وہ ان مفتریوں کے خلاف بھی نفرت و بیزاری کا اعلان کرتا ہے۔ جنہوں نے اپنی کذب بیانی سے اس کتاب کی تصنیف و اشاعت میں علمائے دیوبند کا ہاتھ دکھلا کر اور اسے علمائے دیوبند کی تصنیف باور کرانے کی سعی کر کے انتہائی دیدہ دلیری سے "دروغ گوئم بر روئے تو" کا ثبوت دیا ہے۔ اور اس حیلہ سے علمائے دیوبند کی پوزیشن کو مجروح کرنے کی ناپاک سعی کی ہے۔ (پیام مشرق ۲۱ نومبر ۱۹۵۹ء دہلی)

یہ تجویز کہاں تک واقعہ کے مطابق اور ضمیر کے احساس سے ہم آہنگ

Marfat.com

تھی اس کا اندازہ لگانے کے لیے اب آپ دیوبند ہی کے ایک ماہ نامے کی یہ تحریر ملاحظہ فرمائیے اور نفاق و عیاری کے فن میں علمائے دیوبند کی مہارت کا جائزہ لیجئے۔

"وہ یعنی مہتمم دار العلوم دیوبند۔ نہایت ضابطہ و متحمل ہیں۔ انہیں جذبات پر حیرت انگیز حد تک قابو ہے۔ وہ جب چاہیں جس موضوع پر چاہیں ایک ہی لب و لہجہ میں بات کر سکتے ہیں۔ یہاں تک کہ کل اگر مصلح کا تقاضا یہ ہو کہ اس قرارداد کے بالکل برعکس تجویز پاس کی جائے تو ان کا قابو یافتہ قلم اسے بھی نہایت اطمینان سے اسی خوش گوار لب و لہجہ میں ثبت قرطاس کر دے گا۔"

(ماہ نامہ تجلی صـ۹ بابت ماہ دسمبر ۱۹۵۹ء۔ دہلی)

اس عبارت کا مفہوم سوائے اس کے اور کیا ہو سکتا ہے کہ آج مسلم رائے عامہ یزید کے خلاف اور امام عالی مقام کی حمایت میں ہے۔ اس لئے مصلحت کا تقاضہ یہ ہے کہ یزید کی مذمت میں تجویز پاس کی جائے۔ کل اگر خدانخواستہ رائے عامہ یزید کی حمایت میں پلٹ جائے تو دار العلوم کے ارباب حل و عقد کے لیے قطعاً" کوئی امر مانع نہ ہو گا کہ وہ اسی لب و لہجہ کے ساتھ حامیان حسین کی مذمت میں بھی کوئی قرارداد منظور کر لیں۔

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ علمائے دیوبند کا یہ کردار منافقانہ خصلت کی پردہ دری کرتا ہے یا نہیں۔ اور پھر یہیں سے یہ حقیقت بھی بالکل بے نقاب ہو جاتی ہے یا نہیں کہ علمائے دیوبند کا "مسلک اور دین" کتاب و سنت کے تابع نہیں بلکہ موسم اور رائے عامہ کے تابع ہے اور یہ الزام کسی تعصب کی پیداوار نہیں بلکہ اس تجویز کے ضمن میں دار العلوم دیوبند کے مزاج شناس حلقوں کا

Marfat.com

خود اپنا بیان ہے۔ الفاظ ملاحظہ ہوں۔

"ظاہر ہے کہ جس ادارے کا مدار ہی قوم کے چندے پر ہو، اسے حکمت و مصلحت کی نوک پلک درست رکھنی ہی چاہیئے۔ (تجلی دیوبند دسمبر ۱۹۵۹ء)

دوسرا واقعہ مصلحت ہی چونکہ علمائے دیوبند کا اصل دین ہے اس لیے ان کے یہاں ایمان کی بنیادی قدریں بھی مصلحت کے گرد گھومتی رہتی ہیں جیسا کہ اشرف السوانح کا مصنف دارالعلوم دیوبند کے ایک جلسۂ دستار بندی کا تذکرہ کرتے ہوئے اپنے پیر مغاں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کے متعلق لکھتا ہے کہ :۔

"دارالعلوم دیوبند کے ایک بڑے جلسۂ دستار بندی میں بعض حضرات اکابر نے ارشاد فرمایا کہ اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر جو وہابیت کا شبہ ہے وہ دور ہو۔ یہ موقع بھی اچھا ہے کیونکہ اس وقت مختلف طبقات کے لوگ موجود ہیں"۔

"حضرت والا (یعنی تھانوی صاحب) نے بہ ادب عرض کیا کہ اس کے لیے روایات کی ضرورت ہے اور وہ روایات مجھ کو مستحضر نہیں"۔

(اشرف السوانح جلد اول ص ۷۶)

یہ واقعہ پڑھنے کے بعد کوئی بھی خالی الذہن شخص یہ سوچے بغیر نہیں رہ سکتا کہ :۔

۱۔ ایک مسلمان کا اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ عشق و اخلاص کا جو والہانہ تعلق ہے اس کے نتیجے میں نبی کے جمال و کمال اور فضل و شرف کا تذکرہ خود فطری طور پر ہر مسلمان کے لیے دل کی فرحت، روح کی غذا، ایمان کی آسودگی

اور دینی ولولوں کی ترنگ ہے۔

لیکن حیرت ہے کہ جو کام برکت وسعادت، محبت والفت اور رضائے حق کے جذبے میں کرنا چاہیئے، اسے دیوبندی جماعت کے اکابر اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے کرنا چاہتے تھے اور بدبختیوں کی انتہا یہ ہے کہ وہ بھی نہ کر سکے. یہ واقعہ کھلے بندوں اس حقیقت کی نشاندہی کرتا ہے کہ دیوبندی اکابر نہ صرف یہ کہ حب رسول کی لذت سے محروم کر دیئے گئے تھے. بلکہ نفاق کی کدورت نے ان کے دلوں کو بالکل مسخ بھی کر دیا تھا۔

۲۔ اور پھر جماعت کے اصاغر واکابر کے درمیان فکر و اعتقاد کی شقاوت کا یہ اشتراک بھی نوٹ کرنے کے قابل ہے کہ جماعت کی مصلحت کے نام پر ذکرِ رسول کی فرمائش کرتے ہوئے نہ دیوبندی اکابر نے محسوس کیا کہ ہم مدینے کے منافقین کی زبان استعمال کر رہے ہیں اور نہ اصاغر نے یہ سوچنے کی زحمت گوارا فرمائی کہ جو کام حاصل زندگی اور سرمایہ آخرت ہے اسے فریب کارانہ نمائش اور مادی مصلحت کے لیے کیوں کیا جائے. عذر بھی کیا تو عقیدت کے خون میں ڈوبا ہوا کہ فضائل رسول کے سلسلے میں نہ ہمیں کوئی آیت یاد ہے اور نہ کوئی حدیث مستحضر. حالانکہ وہ حافظِ قرآن بھی تھے اور اپنے حلقے کے محدث بھی۔

اس قصے میں طرفین کی گفتگو کا جائزہ لینے کے بعد ایسا محسوس ہوتا ہے کہ دونوں فریق اپنے اپنے نفاق پیشہ ضمیر کی زبان میں بات کر رہے تھے اس لیے دونوں کو افہام وتفہیم میں کوئی اُلجھن نہیں پیش آئی۔

۳۔ ”اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل

بیان کیے جائیں تاکہ اپنے مجمع پر وہابیت کا جو شبہ ہے وہ دُور ہو۔“

یہ عبارت دو مستور حقیقتوں کے چہرے سے نقاب الٹتی ہے. ایک یہ کہ

Marfat.com

خود دیوبندی اکابر کو بھی اپنے بارے میں علم حضوری تھا کہ وہ وہابیت زدہ ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ فضائل رسول بیان کرنا یہ اہل سُنت کا شیوہ ہے اور بیان نہ کرنا یہ وہابیوں کا طریقہ ہے۔ اس لیے آج کے مجمع میں فضائل رسول بیان کر کے وہابیت کے چہرے پر سُنیت کا غلاف چڑھا دیا جائے تاکہ غلاف دیکھ کر ہمیں لوگ سنی سمجھنے لگیں۔ لیکن ہزار پردہ ڈالنے کے بعد بھی حقیقت کا چہرہ نہیں چھُپ سکا اور اس فقرے نے کہ "اپنی جماعت کی مصلحت کے لیے حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کیے جائیں"۔ یہ راز فاش کر دیا کہ وہابیوں کی طرح دیوبندی حضرات کا دل بھی فضائل رسول کی طرف سے صاف نہیں ہے۔

۴۔ اس واقعہ میں دیوبندی اکابر کا جو "مذہبی مزاج" ہمارے سامنے آیا ہے، اس سے پتہ چلتا ہے کہ جماعتی مصلحت اور کردار کی نمائش کا دائرہ فضائل رسول ہی تک محدود نہیں ہے بلکہ اگر یہ کہا جائے کہ علمائے دیوبند کے یہاں درس حدیث دین کی تبلیغ اور رسالت کا اقرار، ان میں سے ہر چیز جماعت کی مصلحت کے لیے ہے تو قطعاً غلط نہ ہوگا۔

تیسرا واقعہ ۱۳۱۹ھ میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے حفظ الایمان نام کی ایک کتاب لکھی۔ جس میں انہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم پاک کو پاگلوں اور جانوروں کے علم سے تشبیہ دے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس نہایت ایمان سوز اور دل آزار قسم کی گستاخی کی۔ اس کے خلاف سب سے پہلے بریلی سے صدائے احتجاج بلند ہوئی اور ان سے مطالبہ کیا گیا کہ انہوں نے توہین رسالت کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔ اس لیے بغیر کسی جھجک کے وہ توبہ شرعیہ کر کے اسلام کی طرف پلٹ آئیں۔ لیکن چونکہ وہ اپنے گروہ کے بہت بڑے مولانا تھے۔ اس لیے انہیں توبہ کرتے ہوئے عار ہوا اور ییچاتاویلوں

Marfat.com

کا سہارا لے کر انہوں نے امت میں ہمیشہ کے لئے فتنہ کھڑا کر دیا۔

جب فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان تھانوی صاحب کی طرف سے بالکل مایوس ہو گئے اور انہیں یقین ہو گیا کہ وہ اب کٹ حجتی پر اتر آئے ہیں تو انہوں نے حفظ الایمان کی اشاعت کے چار سال کے بعد یعنی ۱۳۲۳ھ میں حفظ الایمان کی اس اہانت آمیز عبارت کا عربی میں ترجمہ کر کے دنیائے اسلام کے دینی مشاہیر اور حرمین طیبین کے علماء مشائخ کے سامنے پیش کیا چنانچہ ۱۳۲۴ ہجری میں حسام الحرمین کے نام سے جب تھانوی صاحب کے خلاف حجاز مقدس اور بلاد اسلامیہ کے علماء و مشائخ کی تصدیقات کا مجموعہ شائع ہوا تو دیوبندی پیشواؤں کا شرعی جرم سب پر آشکارا ہو گیا اور برصغیر ہند کی مذہبی دنیا ان پر بالکل تنگ ہو گئی۔

جب دیوبندی رہنماؤں کو یقین ہو گیا کہ مفتیان حجاز و عرب کے فیصلے کی ان کے پاس کوئی کاٹ نہیں ہے تو انہوں نے بھی حفظ الایمان کی عبارت کا عربی میں ترجمہ کر کے علمائے حجاز و عرب کے سامنے پیش کیا۔ اور حفظ الایمان کی عبارت کو بے غبار ثابت کرنے اور اپنے عوام کو ٹوٹنے سے بچانے کے لئے انہوں نے بھی چار سال بعد یعنی ۱۳۲۸ ہجری میں "المہند" کے نام سے علمائے حجاز و عرب کی تصدیقات کا مجموعہ شائع کیا۔ اس مجموعہ کی تاریخی حیثیت کیا ہے یہ تو خدا ہی جانتا ہے لیکن اس وقت میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ علمائے حرمین کی عدالت میں حفظ الایمان کی عبارت کا عربی ترجمہ دونوں فریق نے پیش کیا تھا اور خدا کا شکر ہے کہ دونوں ہی فریق نے اپنی عربی عبارت اور اس کا اردو ترجمہ بھی شائع کر دیا ہے۔

اب میں قارئین کو صرف اتنی زحمت دینا چاہتا ہوں کہ وہ حفظ الایمان

Marfat.com

کی اصل عبارت کو سامنے رکھ کر دونوں فریق کے عربی اور اردو ترجموں کا موازنہ کریں۔ دلوں کا چھپا ہوا کفر و نفاق دوپہر کے سورج کی طرح عیاں ہو جائے گا۔ اور وہ ماتھے کی آنکھ سے اس حقیقت کا مشاہدہ کر لیں گے کہ علمائے دیوبند نے حجاز کی عدالت میں حفظ الایمان کی جو عبارت پیش کی تھی اس میں کتنی شرمناک چوری کی ہے۔

اب حفظ الایمان کی اصل عبارت ملاحظہ فرمائیے:

"آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس غیب سے مراد کل غیب ہے یا بعض غیب؟

اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے۔ "ایسا علم غیب" تو زید و عمرو بلکہ ہر صبی (بچہ) و مجنون (پاگل) بلکہ جمیع حیوانات و بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔ (حفظ الایمان ص۶)

اب سب سے پہلے امام اہل سنت حضرت فاضل بریلوی کا عربی ترجمہ ملاحظہ فرمائیے۔ واضح رہے کہ غیر عربی داں حضرات کے لیے اس کے مقابل میں اردو ترجمہ بھی درج کر دیا گیا ہے:

ان صح الحکم علیٰ ذات النبی	آپ کی ذات مقدسہ پر علم غیب کا
المقدسہ بعلم المغیبات کما	حکم کیا جانا اگر بقول زید صحیح ہو تو
یقول بہ زید فالمسئول عنہ	دریافت طلب یہ امر ہے کہ اس
انہ ماذا اراد بھذا ابعض	غیب سے مراد بعض غیب ہے
الغیوب ام کلھا فان اراد البعض	یا کل غیب؟ اگر بعض علوم غیبیہ
فای خصوصیۃ فیہ لحضرۃ	مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص

Marfat.com

الرسالة فان مثل هذا العلم	ہے۔ ایسا علم غیب تو زید و عمرو بلکہ
بالغيب حاصل لزيد وعمرو	ہر صبی و مجنون بلکہ جمیع حیوانات و
بل لكل صبی و مجنون بل	بہائم کے لئے بھی حاصل ہے۔
لجميع الحيونات والبهائم.	(مبین احکام صد۱۰۷)
(حسام الحرمین ص۱۰۶)	

حفظ الایمان کی اصل عبارت سے فاضل بریلوی کے اس عربی اور اردو ترجمے کی مطابقت کر لیجئے۔ آپ ایک حرف کا بھی فرق کہیں نہیں پائیں گے۔ عربی ترجمہ بھی لفظ بہ لفظ ہے اور اردو ترجمہ بھی بالکل حرف بحرف ہے۔

تصویر کا ایک رُخ دیکھ چکے اب تصویر کا دوسرا رُخ ملاحظہ فرمائیے۔ یہ علمائے دیوبند کا عربی ترجمہ ہے۔ غیر عربی داں حضرات کے لیے اس کے مقابل میں اردو ترجمہ بھی درج کر دیا گیا ہے۔

لو صح هذا الاطلاق على	حضرت کی ذات مقدسہ پر علم غیب
ذاته المقدسة صلى الله	کا اطلاق اگر بقول سائل صحیح ہو تو
عليه وسلم على قول السائل	ہم اسی سے دریافت کرتے ہیں
فلنستفسر منه ماذا اراد	کہ اس غیب سے مراد کیا ہے یعنی
بهذا الغيب هل اراد كل	غیب کا ہر فرد یا بعض غیب کوئی
واحد من افراد الغيب او	کیوں نہ ہو۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔
بعضه اى بعض كان فان	۔ ۔ ۔ ۔ ۔ پس اگر بعض غیب
اراد بعض الغيوب فلا اختصاص	مراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ
له بحضرة الرسالة صلى	علیہ وسلم کی تخصیص نہ رہی کیونکہ بعض
الله عليه وسلم فان علم	غیب کا علم اگرچہ تھوڑا سا ہو زید و

Marfat.com

بعض الغیوب فان کان	عمرو بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ
قلیلاً حاصل لزید وعمرو	جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو بھی
بل لکل صبی ومجنون بل	حاصل ہے۔
لجمیع الحیوانات والبھائم	(ماضی الشغر نبین صہ ۲۹)

(المھند صہ ۲۹)

اب ہر طرح کی عصبیت سے بالاتر ہو کر قلم کی چوری پکڑیئے۔ دیکھئے! سرے سے ترجمے میں وہ لفظ ہی نہیں ہے جس پر توہین کا دارو مدار تھا اور وہ ہے لفظ "ایسا"۔ اسی لفظ نے تشبیہ کے معنیٰ پیدا کئے تھے اور علم رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو رذیل چیزوں کے ساتھ تشبیہ دینے کے جرم میں مصنف سے توبۂ شرعیہ کا مطالبہ کیا گیا تھا لیکن ترجمے میں وہ لفظ ہی اڑا دیا گیا۔ یہانتک کہ حفظ الایمان کی اصل اردو عبارت بھی بدل دی گئی جس میں ترجمے کے نام پر تصرف کا کوئی سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا۔

حفظ الایمان کی اصل عبارت یہ تھی :-

"اگر بعض علوم غیبیہ مراد ہیں تو اس میں حضور کی کیا تخصیص ہے "ایسا علمِ غیب" تو زید وعمرو بلکہ ہر صبی ومجنون، بلکہ جملہ حیوانات وبہائم کے لیئے بھی حاصل ہے۔"

اور علمائے حرمین کے سامنے جب پیش کرنے کی نوبت آئی تو اسے یوں بدل کر پیش کر دیا گیا :-

"اگر بعض علوم غیب مراد ہے تو رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی تخصیص نہ رہی کیونکہ "بعض غیب کا علم" اگرچہ تھوڑا سا ہو زید وعمرو بلکہ ہر بچہ اور دیوانہ بلکہ جملہ حیوانات اور چوپاؤں کو

Marfat.com

بھی حاصل ہے"

یہ سوچ کر ہر غیرت مند مسلمان کی آنکھوں میں خون اتر آئے گا کہ حفظ الایمان کی اصل عبارت اگر بے غبار اور ایمان افروز تھی تو علمائے حرمین کے سامنے ہو بہو اسی عبارت کا ترجمہ کیوں نہیں پیش کیا گیا۔

آخر کس جرم کے احساس نے مجبور کیا کہ عبارت میں رد و بدل کر دیا جائے اور تھانوی صاحب کا اصلی جملہ "ایسا علم غیب" کاٹ کر اس کی جگہ یہ جعلی فقرہ "بعض غیب کا علم" رکھ دیا جائے، جبکہ اس ترمیم کے بعد اب وہ حفظ الایمان کی عبارت ہی نہیں رہی۔

کیا یہ چوری اس امر کا یقین نہیں دلاتی کہ رنگے ہاتھوں پکڑے لئے جانے والے ایک سنگین مجرم کی طرح مفتیان عرب کے سامنے جاتے ہوئے خود علمائے دیوبند کا دل بھی دھڑک رہا تھا اور خود ان کے تحت شعور میں بھی یہ یقین چھپا ہوا تھا کہ حفظ الایمان کی اصل عبارت اہانت رسول پر مشتمل ہے اگر یہ ہو بہو علمائے حرمین کی عدالت میں پیش ہو گئی تو ہمارے ایمان و اسلام کا سارا بھرم کھل جائے گا۔

اور اس سے بھی زیادہ شرمناک الزام تو یہ ہے کہ حفظ الایمان کی عبارت میں تحریف و خیانت کے باوجود دیوبندی فرقے کے جملہ اکابرین نے "المہند" میں اپنے اپنے دستخطوں کے ساتھ یہ جھوٹا اقرار کیا ہے کہ یہی ہماری کتابوں میں ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے۔ دستخط کرنے والوں میں مولوی محمود الحسن صاحب مفتی عزیز الرحمن صاحب، شاہ عبدالرحیم رائے پوری، مولوی حبیب الرحمن صاحب اور مفتی کفایت اللہ صاحب کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

اور لرزہ خیز بد دیانتی کا آخری نمونہ یہ ہے کہ اس تحریف شدہ عبارت

Marfat.com

کی خود حفظ الایمان کے مصنف مولوی اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی ان لفظوں میں توثیق کی ہے کہ یہی ہمارا عقیدہ ہے اور اسی کا ہم اقرار کرتے ہیں۔ اُن کے اپنے الفاظ یہ ہیں :۔

نقربہ ونعتقد ونکل امر المفترین الی اللہ و انا

اشرف علی التھانوی (المھند ص ۲۸)

اب آخر میں ہم اپنے قارئین کرام سے صرف اس نکتے پر ان کے ضمیر کا انصاف چاہتے ہیں کہ مفتیانِ عرب کی عدالت میں حفظ الایمان کی مسخ کردہ عبارت کو یہ کہہ کر پیش کرنا کہ یہی ہماری کتاب میں ہے اور یہی ہمارا عقیدہ ہے کیا یہ کھلا ہوا فریب اور شرمناک دجّالی نہیں ہے ؟

جو جماعت کعبے کی دہلیز پر کھڑے ہو کر حرم کے پاسبانوں کی آنکھوں میں دھول جھونک سکتی ہے، اس کے لیے ہند و پاک کے سادہ لوح مسلمانوں کو دھوکا دینا اور دھوکے میں مبتلا رکھنا کیا مشکل ہے۔ ؟

یقین کی ایک اور منزل

زبان جھوٹی ہو سکتی ہے۔ قلم جھوٹ لکھ سکتا ہے لیکن ضمیر کا احساس جھوٹ نہیں بولتا۔ حفظ الایمان کی عبارت کے متعلق ضمیر کے احساس کی ایک کہانی آپ پڑھ چکے ہیں۔ نگاہوں پر بوجھ نہ ہو تو ایک دوسری کہانی اور پڑھیئے۔

ماہ صفر ۱۳۴۲ ہجری میں حیدر آباد دکن سے تھانوی صاحب کے مخلصین نے ایک خط کے ذریعہ ان سے درخواست کی کہ حفظ الایمان کی عبارت میں ترمیم کردی جائے۔ ترمیم کی وجوہات کی تفصیل بیان کرتے ہوئے انھوں نے لکھا ہے کہ :۔

۱۔ ایسے الفاظ جس میں مماثلت علمیت غیبیہ محمدیہ کو علوم مجانین و بہائم سے

Marfat.com

تشبیہ دی گئی ہے جو بادی النظر میں سخت سوءادبی اور بے ادبی اکو مشعر ہے کیوں ایسی عبارت سے رجوع نہ کر لیا جائے۔

۴- جس میں مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دُشواری ہوتی ہے۔

مخلصین کا یہ لکھنا کہ حفظ الایمان کی عبارت میں گستاخی کے نہایت سخت الفاظ ہیں بلکہ یہاں تک اعتراف کرنا کہ شان رسالت میں تنقیص و اہانت کا مفہوم اتنا واضح ہے کہ مخلصین کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری پیش آتی ہے۔ یہ حفظ الایمان کی عبارت کے خلاف ضمیر کے احساس کی ایک کھلی ہوئی شہادت ہے۔

مخالفین کی بات ہوتی تو اسے عناد و تعصب پر محمول کیا جاسکتا تھا لیکن عقیدت مندوں کی التجا کو بدگوئی یا بدخواہی پر کبھی محمول نہیں کیا جائے گا یہ طبقہ تو اسی وقت زبان کھولتا یا قلم اٹھاتا ہے جب کہ حق کی مظلومی ناقابل برداشت ہوجاتی ہے۔

"مخلصین حامیین جناب والا کو حق بجانب جواب دہی میں سخت دشواری ہوتی ہے"۔

اس فقرے میں نیاز مندوں نے تھانوی صاحب کے سامنے اپنا کلیجہ نکال کر رکھ دیا ہے۔ لفظوں کے ذریعہ حقیقت کی اس سے بہتر تصویر نہیں کھینچی جاسکتی۔ تھانوی صاحب کے دل میں قبول حق کے لئے ذرا بھی گنجائش ہوتی تو وہ اس پر برملا سچائی کے اعتراف کے آگے پانی پانی ہوجاتے۔

لیکن موصوف اپنی وجاہت و ناموس کے معاملے میں اتنے سنگدل ہوگئے تھے کہ پیغمبر اسلام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عزت کے سوال پر مسلمانوں کی

Marfat.com

آسائش کا نشیمن جلتا رہا اور وہ اپنے وقار کے بُت کدے میں بیٹھے تماشا دیکھتے رہے۔ نہ بریلی والوں کی فہمائش کا انھوں نے کوئی اثر قبول کیا اور نہ اپنے مخلصین کی معروضات کے آگے وہ ٹس سے مس ہوئے۔

ایک اور شہادت

دہلی کے مشہور رہنما حضرت مولٰنا شاہ ابوالحسن زید فاروقی نے "مقامات ابوالخیر" کے نام سے اپنے والد ماجد حضرت مولٰنا شاہ ابوالخیر صاحب مجددی کی سوانح حیات تصنیف کی ہے جو کافی ضخیم اور معلومات کا بیش بہا ذخیرہ ہے۔

موصوف نے اپنی اس کتاب میں حیدر آباد کے ایک مشہور بزرگ حضرت سید محمد جیلانی رفاعی قادری خالدی نقشبندی حیدرآبادی ثم المدنی کا ایک ایمان افروز واقعہ ان کے پوتے حضرت مولانا سید شاہ نذیرالدین صاحب کی روایت سے نقل کیا ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں :۔

"میرے دادا کے پاس حیدرآباد کے لوگ مولوی اشرف علی کا رسالہ حفظ الایمان لائے اور اس کے متعلق آپ سے دریافت کیا آپ نے رسالہ پڑھ کر فرمایا۔ علم غیب کے متعلق مولوی اشرف علی نے نہایت قبیح عبارت لکھی ہے۔"

"اس کے چند روز بعد مکہ مسجد میں مولوی اشرف علی بیٹھے تھے۔ میرے دادا نے منبر پر کھڑے ہو کر مولوی اشرف علی کے رسالہ کی قباحت بیان کی۔ اور کہا کہ اس عبارت سے بوئے کفر آتی ہے۔"

"اور پھر چند روز کے بعد مولٰنا حافظ احمد فرزند مولٰنا قاسم نانوتوی کے مکان میں علماء کا اجتماع ہوا۔ چونکہ حافظ صاحب کو میرے دادا سے محبت تھی۔ اس لیے انھوں نے آپ کو بھی بلایا اور آپ تشریف

Marfat.com

لے گئے وہاں حفظ الایمان کی عبارت پر علماء نے اظہارِ خیال کیا آپ نے اس رسالہ کی قباحت کا بیان کیا اور رسالہ کے خلاف فتویٰ دیا۔ (مقامات ابوالخیر ص۶۱۶)

دیوبند ہی کے باخبر حلقے سے یہ بات بھی معلوم ہوئی ہے کہ حیدرآباد کے جن مخلصین نے تھانوی صاحب سے درخواست کی تھی کہ وہ حفظ الایمان کی اہانت انگیز عبارت سے رجوع کرلیں ان میں بھی "مولانا حافظ احمد صاحب" اور ان کے دیگر احباب پیش پیش تھے اور کچھ بعید نہیں ہے کہ اسی مجلس کی گفتگو کے نتیجے میں لوگوں کے اندر تحریک پیدا ہوئی ہو۔

بہرحال واقعہ کی تفصیل سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ پیر صاحب سے اکابر دیوبند کے نہایت خوش گوار تعلقات تھے اس لیے نہ ان کے اعتراض کو تعصب پر محمول کیا جاسکتا ہے اور نہ اس روایت کو اور چونکہ اس کتاب کے مصنف کے ساتھ بھی علمائے دیوبند کے اچھے مراسم ہیں اس لیے اس کتاب کے مشتملات کو بھی از راہ عناد نہیں کہا جاسکتا۔

حفظ الایمان کی مذمت کرنے والوں کو بارگاہِ رسالت سے خوشنودی کا پروانہ

اب اخیر میں ایک روح پرور بشارت سنیئے۔ واقعہ کے راوی اپنے دادا صاحب کے متعلق بیان کرتے ہیں کہ

"پھر تھوڑے دن کے بعد آپ نے خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے رسالہ حفظ الایمان کی عبارت رد کرنے اور اس کو قبیح کہنے پر اظہار خوشی فرما رہے ہیں اور آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے

Marfat.com

فرمایا ہم تم سے خوش ہوئے تم کیا چاہتے ہو۔ آپ نے عرض کیا کہ میری تمنا ہے کہ اپنی باقی زندگی مدینہ منورہ میں بسر کروں اور مدینہ کی پاک مٹی میں مدفون ہوں۔ آپ کی درخواست منظور ہوئی اور آپ اس کے بعد مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے۔ دس سال وہاں مقیم رہے اور ۱۳۳۴ ہجری میں رحلت فرما گئے۔ (مقامات ابوالخیر ص ۶۱۶)

مبارک ہو اہل بریلی کو! کہ بارگاہِ رسالت سے خوشنودی کا یہ پروانہ ان کے نام بھی ہے۔ ارباب وفا ناز کریں۔ اپنے مقدر پر کہ اپنے محبوب کے لیے سارے جہان سے خفا رہنے کا کتنا قابل رشک صلہ انہیں ملا ہے

تو تبسم بھی شریک نگہ ناز ہوا
آج کچھ اور بڑھا دی گئی قیمت اپنی

دیوبندی بریلوی اختلافات کی صحیح نوعیت

دیوبندی بریلوی نزاع کی صحیح نوعیت

اصل حقیقت تک پہنچنے میں جو دیوار اب تک حائل رہی ہے وہ یہ ہے کہ غلطی سے علمائے دیوبند کے مقابلے میں فاضل بریلوی کو ایک فریق سمجھ لیا گیا۔ ہے حالانکہ وہ فریق نہیں ہیں فریق کے صرف وکیل ہیں۔ کیونکہ دراصل فریق مقابل تو وہ ہوا کرتا ہے جو نزاع کے آغاز کے وقت فریقِ اول کے نشانے پر ہو اور یہاں قصہ یہ ہے کہ جس دن علمائے دیوبند نے ذات رسول کو اپنے قلم کا نشانہ بنایا۔ اس ابتدائی حملے کے وقت نہ فاضل بریلوی سامنے تھے اور نہ ان کا کہیں نام و ذکر تھا انہیں جب معلوم ہوا کہ اہلِ دیوبند کی طرف سے منصب رسالت کی عظمتوں پر حملہ ہوا ہے تو وہ اپنے محبوب پیغمبر کے ایک جانثار وکیل کی حیثیت سے اچانک منظر عام پر آ گئے۔ اس لیے انہیں ایک فریق کا ترجمان

Marfat.com

تو کہا جا سکتا ہے، پر فریق نہیں کہا جا سکتا۔ کیونکہ علمائے دیوبند کی اصل جنگ ان کے ساتھ نہیں ہے بلکہ پیغمبر خدا کے ساتھ ہے وہ تو ایک وفادار غلام کی حیثیت سے اپنے آقائے نعمت کی طرف سے صرف دفاع میں سامنے آئے ہیں۔

اس نزاع کا یہی وہ اصل رُخ ہے جسے نگاہ سے اوجھل کر دینے کے بعد مقدمے کا دو ٹوک فیصلہ کرنے میں ہزار دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ظاہر ہے کہ تخیل میں اگر نزاع کا نقشہ یہ ہو کہ امت کے دو مذہبی پیشواؤں کے درمیان یہ ایک فکری تصادم ہے تو ذہن کی قوت فیصلہ کا مفلوج ہو جانا ایک قدرتی امر ہے۔

جو لوگ اس صورت حال کا شکار ہیں وہ اپنی دانست میں اس نزاع کو چونکہ دو مولویوں کے وقار کی جنگ سمجھتے ہیں اس لیے دونوں کو خوشنود رکھنے میں۔ انہیں مذہب کا کوئی نقصان نہیں محسوس ہوتا۔ لیکن پردۂ ذہن پر اگر نزاع کی یہ صحیح تصویر اُبھر آئے کہ ایک طرف رسول کونین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت خداداد ہے اور دوسری طرف قلم کی تلوار لیے ہوئے سہارنپور کے حملہ آور ہیں اور بیچ میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی اپنے آقا کی حمایت میں سینہ سپر ہیں تو کون بے غیرت مسلمان ہے جو ایک لمحے کے لیے بھی اپنے محبوب پیغمبر کے حزب مخالف سے اپنے آپ کو وابستہ رکھے گا۔

اس لیے حقیقت کی یہ سچائی اب دلوں میں اتر جانی چاہیئے کہ دیوبندی علماء کا اختلاف براہ راست علمائے بریلی سے نہیں بلکہ منصب رسالت کی عظمتوں سے ہے۔

محبت کی ایک عبرت آموز کہانی

شانِ رسالت میں اہلِ دیوبند کی گستاخانہ عبارتوں کا کرب محسوس

Marfat.com

کرنے کے لیے صرف دل کی ضرورت ہے ایسا دل جو رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی والہانہ محبت سے بریز ہو۔

حُب رسول کا فرض انجام دینے پر جو لوگ ہم سے آزردہ ہیں، میں انہیں محبت کی ایک عجیب وغریب کہانی سنانا چاہتا ہوں جس سے وہ اندازہ لگالیں گے کہ محبّت کسے کہتے ہیں۔ محبّت کا مزاج کیا ہوتا ہے اور جس سے محبّت ہوجاتی ہے اُسے کس طرح مانا جاتا ہے۔

"معرفت حق" نام کا ایک رسالہ" مکتبہ وصیۃ العلوم" الہ آباد سے ہرماہ شائع ہوتا ہے۔ یہ ماہ نامہ تھانوی صاحب کے خلیفہ مولوی وصی اللہ صاحب کے ملفوظات وتعلیمات کی اشاعت کے لیے جاری کیا گیا ہے۔ مارچ ۱۹۷۶ء کے شمارہ میں کسی ترجمہ قرآن بہ" تعارفی کلمات" کی بابت ایڈیٹر صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"ابھی ماضی قریب ہی میں اردو کا ایک ترجمہ قرآن شائع ہوا۔ دستور زمانہ کے مطابق صاحب ترجمہ نے ایک فاضل نبیل عالم جلیل سے جوکہ حضرت حکیم الامت تھانوی کے مخصوص لوگوں میں سے تھے اس کے تعریف وتعارف کے سلسلے میں چند کلمہ خیر لکھنے کی خواہش کی۔ چنانچہ انھوں نے ان الفاظ میں لوگوں کو روشناس فرمایا۔

"مجھے تراجم میں بوجہ بلاغت، حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ترجمہ پسند تھا۔ لیکن یہ ترجمہ شگفتگی میں اس سے کچھ سوا ہی نظر آتا ہے۔"

اب دیکھئے کہ بادی النظر میں یہ مضمون اور یہ عنوان کتنا سبک اور خوشنما معلوم ہوتا ہے اور عجب نہیں کہ عوام اس پر پھڑک ہی جائیں۔ مگر لیکن

Marfat.com

کے بعد والے فقرہ نے خواص اور بالخصوص حکیم الامت حضرت تھانوی کے معتقدین کے قلوب کو مجروح کر دیا۔" (دعوت حق مارچ ۱۹۷۶ء صلا)

مجروح ہونے والوں میں تھانوی صاحب کے مشہور خلیفہ مولوی عبد الغنی صاحب پھولپوری خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔ موصوف کے دل میں تعارف نویس کی طرف سے اتنی سخت نفرت پیدا ہو گئی کہ ایک مدرسہ کے جلسہ میں صرف اس وجہ سے انہوں نے شرکت کرنے سے انکار کر دیا کہ مدعوین علماء میں تعارف نویس کا بھی نام تھا۔ چنانچہ اس غصہ کے سبب اراکین مدرسہ کو ان کے دعوت نامے کا جب انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا تو وہ لوگ خود آئے اور وجہ دریافت کی، آپ نے جواب میں فرمایا کہ :-

"بھائی تم لوگوں سے اور اس مدرسہ سے مجھے محبت ہے مگر اس جلسہ میں فلاں صاحب بھی آرہے ہیں اور انہوں نے ایک صاحب کے ترجمہ پر تقریظ لکھی ہے جس میں حضرت تھانوی کی تفسیر سے مقابلہ کر کے اس تفسیر کو ترجیح و فوقیت دی ہے۔"

"جب سے میں نے یہ تقریظ دیکھی ہے مجھے سخت تکلیف ہے تم لوگ جانتے ہو کہ میں حضرت تھانوی کی محبت میں باؤلا ہوں اور میرا مزاج بھی جانتے ہو۔ اس لیے میں نے خط کا جواب نہیں دیا بلکہ یہ کہتا ہوں کہ مجھے معاف کر دو۔" (معرفت حق صہ ۵)

Marfat.com

جلسہ کے موقعہ پر اراکین مدرسہ کے ذریعہ تعارف نویس کو پھولپوری صاحب کے نہ آنے کی اصل وجہ معلوم ہوئی تو انہیں بڑا قلق ہوا۔ اور انہوں نے پھولپوری صاحب کے نام ایک معذرت نامہ لکھا جس کا یہ حصہ خاص طور پر پڑھنے کے قابل ہے :۔

"کل یہاں حاضر ہوا۔ دل میں خوشی بھی محسوس کرتا ہوا آرہا تھا کہ مثل سابق اس دفعہ بھی زیارت میسر آئے گی لیکن عدم تشریف آوری سے تحیر ہوا اس سے بڑھ کر جو چیز وجہ تحیر ہوئی وہ عدم تشریف آوری کی وجہ اور بنا تھی۔ جو بعض اکابر مدرسہ کی زبانی سُنی اس سے واقعی اس قلق میں اضافہ ہی نہیں بلکہ بے چینی محسوس ہوئی۔ گستاخی وہ بھی اکابر کی شان میں کبھی میرا رویہ نہیں ہوا۔ چہ جائیکہ تنقیص کا کوئی پہلو اپنے ہی مربی اور مرشد کے حق میں استعمال کردں۔ (معرفت حق صہ ۵)

اس کے بعد کے فقرے چشم عبرت سے پڑھئے اور تجربہ کیجئے کہ اپنے گھر کے بزرگوں کے متعلق دیوبندی علماء کتنے حساس اور رقیق القلب واقع ہوئے ہیں۔ لیکن جیسے ہی دیوبند سے آگے بڑھئے اور کلیر، دہلی، اجمیر اور بغداد پہنچ جایئے۔ پھر نہ عقیدت کی وہ گرم جوشی ہے اور نہ احساس کی وہ چوٹ !

ایک ہی فقرہ جو اپنے خانوادے کے بارے میں ناقابل برداشت ہوجاتے۔ وہی دوسروں کے بارے میں خود استعمال کریں اور محسوس بھی نہ ہو کہ ہم نے کسی کا خون کیا۔

چنانچہ گستاخ تعارف نویس غم وغصہ کی جھنجلاہٹ میں دیوبندی علماء کے چہرے سے نقاب الٹتے ہوئے لکھتا ہے :۔

"بسا اوقات ایسا ہوا کہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب قدس سرہٗ کے

Marfat.com

کے ترجمہ کی زبان سے حضرت مولٰنا شبیر احمد اور بعض متاخرین مثل مولٰنا عاشق الٰہی میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ و بیان کو حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کی زبان پر ترجیح دی جاتی تھی اور اکابر کی زبان سے بھی اس قسم کے جملے کانوں میں پڑے ہوئے تھے۔ یہ صرف زبان اور طرز ادا کے لحاظ سے ہوتا تھا نہ کہ علم و حقائق کے لحاظ سے"۔

اس لئے [1]۔ صاحب کے ترجمہ کی بابت یہ جملہ استعمال کرتے ہوئے نہ دل میں کوئی خطرہ گزرا نہ جھجک ہوئی۔ کیونکہ قلب تنقیص کے پہلو سے خالی تھا اور یہ چیز اپنے سے ممکن بھی نہ تھی اور نہ کسی نے اب تک توجہ دلائی۔ (معرفت حق ص۱۶)

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ زبان کی شگفتگی اور طرز بیان کی دل کشی کے اعتبار سے تھانوی صاحب کے ترجمہ قرآن کے مقابلے میں کسی نئے ترجمے کی تعریف کر کے میں نے کوئی نیا گناہ نہیں کیا ہے۔ ہمارے اکابر نے بھی زبان کے رُخ سے شاہ عبدالقادر صاحب محدث دہلوی کے ترجمہ قرآن پر مولوی شبیر احمد عثمانی اور مولوی عاشق الٰہی میرٹھی کے تراجم کو فوقیت دی ہے۔ اس لیے دیوبند کے اکابر اگر اس بنیاد پر اپنے بڑوں کے گستاخ نہیں ہیں تو صرف مجھے گستاخی کی سزا کیوں دی جائے۔

اب ذرا جذبہ عقیدت کا کرشمہ دیکھئے کہ اپنی بے گناہی کے باوجود آخر دلِ نیاز مند کو تھانوی صاحب کی عظمت کے آگے جھکنا پڑا اور بغیر کسی پیچ و خم کے صاف صاف اعلان کرنا پڑا کہ میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں اور ان جملوں

---

[1] یہ نقل بمطابق اصل ہے۔

Marfat.com

کو حذف کرتا ہوں جن سے ہمارے اکابر اور احباب کو تکلیف پہنچی ہے "توبہ نامہ" کی عبارت یہ ہے :-

"تاہم جبکہ اس عنوان سے اکابر کو اور احباب کو تکلیف ہوئی تو میں اس تقریظ سے اس جملہ کو "مجھے تمام تراجم میں بوجہ بلاغت حضرت تھانوی قدس سرہٗ کا ترجمہ پسند تھا لیکن یہ ترجمہ شگفتگی میں اس سے کچھ سوا ہی نظر آتا ہے" حذف کرتا ہوں اور ارادہ ہے کہ اس حقیقت کو رسالہ میں شائع کردوں گا۔ نیز مولانا صاحب کو بھی اس کی اطلاع کردوں گا۔"

"امید ہے کہ آں محترم قلب اور قلب کے رُخ کو جو اس نالائق کی طرف تھا، بالکل صاف فرمادیں گے۔ میرے پاس بجز اکابر کی توجہ کے اور کوئی سرمایہ نہیں سو میں اسے کھونا نہیں چاہتا۔" (معرفت حق صلا)

اب اس کہانی کا نقطۂ عروج یہ ہے کہ حسرت وافسوس، عجز و درماندگی اور ندامت و پشیمانی کے اخلاص میں ڈوبا ہوا یہ توبہ نامہ تھانوی صاحب کے درباریوں نے قبول کرنے سے انکار کردیا۔ سورج مغرب سے طلوع نہیں ہوا لیکن اس بدنصیب پر توبہ کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر دیا گیا۔

تھانوی صاحب کے خلیفہ مولوی وصی اللہ صاحب توبہ نامہ کی عبارت پڑھ کر غضب ناک ہوگئے اور آتش غیظ میں سلگتے ہوئے ارشاد فرمایا :-

"یہ فرماتے ہیں کہ قلب تنقیص کے پہلو سے خالی تھا۔ جب صریح الفاظ سے ۔۔۔[1] کی تفسیر اور مولانا تھانوی کی تفسیر میں مقابلہ کیا جارہا ہے اور اس کو بڑھایا جارہا ہے تو یہ صاف تنقیص ہے اور ہر فعل عاقل بالغ کا مسبوق بالارادہ ہوتا ہے۔ لہذا ارادہ ایسا ہوا۔ یہ دلیل عقلی ہے اس

[1] یہ نقطے اصل کتاب سے نقل کیے گئے ہیں ایسا لگتا ہے کہ صاحب تفسیر کا نام لینا خلاف مصلحت

کی لہٰذا تنقیص کے پہلو سے خالی ہونے کا دعویٰ مسلّم نہ ہوگا۔"

نیز یہ کہا کہ اس میں تنقیص کا کوئی پہلو نہیں تھا۔ یہ صحیح نہیں۔ کیونکہ اگرچہ حضرت کی تنقیص نہ مقصود ہو لیکن بیان القرآن کی تنقیص تو اس سے نکلی جو کہ حضرت کا کلام ہے اور کسی کلام کی تنقیص تو مستلزم ہے اس کے متکلم کی تنقیص کو۔" (معرفت حق ص۸)

محبت میں بھیگی ہوئی عقل اسی کو کہتے ہیں کہ الفاظ کے روزن سے دلوں کا چھپا ہوا نفاق تک معلوم کر لیا اور گستاخ کو ملزم ثابت کرنے کے لیے بال کی کھال تک نکال کر رکھ دی۔ لیکن اس مقام پر محسوس کرنے کی چیز یہ ہے کہ کیا اسی ذہانت کے ساتھ کبھی ان لوگوں نے تھانوی صاحب کا بھی احتساب کیا ہے۔ آخر ان پر بھی تنقیص رسالت کا الزام ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ بسط البنان میں ان کا "حاشا وکلّا" تو قبول کر لیا گیا لیکن اس غریب کی توبہ تک نہیں قبول ہوئی اس کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہوسکتی ہے کہ وہ شانِ رسالت کے گستاخ تھے۔ اس لیے ان کی پردہ پوشی کی گئی اور یہ "پیر مغاں" کا گستاخ ہے اس لیے اس کی پردہ دری کی جارہی ہے۔

اب آخر میں مولوی وصی اللہ صاحب کے تاثرات پر معرفت حق کے ایڈیٹر کا یہ تبصرہ پڑھیے۔

"ملاحظہ فرمایا آپ نے کلام کی یہ شدت اور بیان کا یہ جوش، اس تعلق بشیخ کا ثمرہ ہے جس کو حضرت پھولپوری نے یوں ظاہر فرمادیا تھا کہ میں تو حضرت تھانوی کی محبت میں باؤلا ہوں۔"

بشیخ کا تعلق اور اس سے محبت وعقیدت کا مسئلہ ہی بڑا نازک ہے انسان اس کے خلاف سننا کسی طرح گوارا نہیں کر سکتا اور یہ تو بھی کیسے

Marfat.com

سکتا ہے کہ آدمی کسی سے محبت بھی کرے اور اس کی مذمت کو بھی محبوب رکھے۔ (معرفت حق ص۱۹۰)

رسول عربی کی محبت کا دم بھرنے والو! ذرا چشم عبرت سے اپنی بے حسی کا تماشا دیکھو!

یہ تھانوی صاحب کے متوسلین تھے۔ جنہوں نے توبہ کرنے کے باوجود اپنے شیخ کے گستاخ کو معاف نہیں کیا اور ایک تم ہو کہ اپنے نبی کے گستاخوں سے توبہ تو کیا کرواتے کہ گستاخی کو گستاخی کہتے ہوئے بھی مصلحت نے تمہاری زبانوں پر مہر لگا دی۔ وہ لفظوں کی راہ سے دل تک پہنچ گئے اور تم ابھی تک الفاظ کے تنور ہی پر بحث کر رہے ہو۔ اپنے خلاف انصاف کرو کہ وہ صرف مرید ہو کر کتنے غیور ثابت ہوئے اور تم امتی ہو کر کس درجہ بے غیرت نکلے۔

یہ صحیح ہے کہ شیخ کی محبت بڑا نازک مسئلہ ہے۔ لیکن اسی کے ساتھ ایڈیٹر صاحب اتنا اور لکھ دیتے کہ رسول کی محبت سرے سے کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے۔ تو دیوبندی مذہب کی تصویر بالکل مکمل ہو جاتی۔

محبت کی غیرت کا ایک اور قصہ

اسی "معرفت حق" میں مولوی وصی اللہ صاحب کی زبانی محبت کی غیرت کا ایک قصہ اور نقل کیا گیا ہے کہ بانی دارالعلوم مولوی محمد قاسم نانوتوی کے زمانہ میں ایک آریہ تھا جو بہت زیادہ بسیار خور تھا۔ ایک دن نانوتوی صاحب کے شاگرد نے اس کا تذکرہ کرتے ہوئے کہا کہ ہمارے حضرت کے ساتھ اگر اس کا مناظرہ کھانے میں ہو جائے تو ہمارے حضرت اس سے جیت نہیں سکیں گے۔ اب اس کے بعد کا واقعہ خود راوی کی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں کہ :-

"جب حضرت مولانا محمد قاسم صاحب کو اس کی یہ بات پہنچی تو مکدر

Marfat.com

ہوئے اور اس شاگرد پر مواخذہ کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے معتقد فیہ (یعنی جس سے تمہیں عقیدت ہے) کے متعلق شکست کا خیال ہی تم کو کیوں آیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے محبت میں اور اس کی معرفت میں ابھی کمی ہے۔" (معرفت حق صد ۴۲)

ایک طرف اپنی عظمت کے تحفظ کی یہ کوشش دیکھئے کہ باوجودیکہ زیادہ کھانا اہل علم کے لیئے کمال کی بات نہیں بلکہ عیب کی بات ہے۔ پھر بھی صرف اس لیے شاگرد کا مواخذہ ہوا کہ کسی نوعیت سے بھی ہو اپنے بزرگ کی طرف نقص کی نسبت بہر حال ہو گئی۔

اور دوسری طرف براہین قاطعہ کی وہ اہانت انگیز عبارت ملاحظہ فرمایئے جس سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور مولوی خلیل احمد صاحب انبیٹھوی اکابر دیوبند نے روئے زمین کے علم پر بحث کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ شیطان لعین کا علم حضور پاک صاحب لولاک صلی اللہ علیہ وسلم کے علم سے زیادہ ہے اور شیطان لعین کے علم کی زیادتی قرآن و حدیث سے ثابت ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی زیادتی کے لیے نہ قرآن میں کوئی دلیل ہے اور نہ حدیث میں۔

اس پر اہلِ حق کی طرف سے جب مواخذہ کیا جاتا ہے کہ رسول انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں تنقیص کے یہ جملے کیوں لکھے گئے تو یہ حضرات جواب میں کہتے ہیں کہ :-

"براہین قاطعہ میں ملک الموت اور شیطان کے لیے (ان دلائل کی بنا پر جو مولوی عبد السمیع صاحب مصنف انوار ساطعہ نے پیش کئے ہیں) صرف علم زمین کی وسعت (زیادتی) تسلیم کی گئی ہے اور اسی مخصوص وسعت (علم کی زیادتی) کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے غیر ثابت بالنص

Marfat.com

(یعنی قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے) کہا گیا ہے۔"

(فیصلہ کن مناظرہ ص ۱۱۰ مصنفہ مولوی منظور نعمانی)

سوال یہ ہے کہ ایک شاگرد کو اپنے استاد سے عقیدت و محبت کا جو تعلق ہے کیا اتنا بھی تعلق ان حضرات کے نزدیک ایک امتی کا اپنے نبی سے نہیں ہے؟ اگر ہے تو کیا وجہ ہے کہ جس طرز بیان کو استاد نے اپنے لیے موجب تنقیص سمجھا وہی طرز بیان نبی کے حق میں موجب تنقیص کیوں نہیں سمجھا گیا۔

اگر دیوبندی مذہب کے وکلا بُرا نہ مانیں تو اس مقام پر میں انہی کا سوال ان پر دہرا رہا ہوں کہ اپنے نبی کے متعلق علم کی کمی کا خیال ہی کیوں آیا اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس سے محبت میں اور اس کی معرفت میں ابھی کمی ہے۔

شان رسالت میں اہانت آمیز عبارتوں پر مناظرہ کرنے کے بجائے دیوبندی علماء اسی جذبہ محبت کا مظاہرہ کرتے جو نانوتوی صاحب اپنے حق میں اپنے شاگردوں کے اندر پیدا کرنا چاہتے ہیں تو دیوبند اور بریلی کا فاصلہ کب کا مٹ گیا ہوتا۔

کیا معزز قارئین ان سوالات پر میرے ساتھ انصاف کریں گے؟

چوتھا واقعہ ۱۹۷۶ء میں حکومت ہند کی طرف سے خاندانی منصوبہ بندی کی مہم اس زور و شور سے چلائی گئی تھی کہ لوگوں کا جینا دوبھر ہو گیا تھا۔ واضح رہے کہ خاندانی منصوبہ بندی میں نس بندی کی اسکیم بہت نمایاں طور پر شامل تھی۔

اس موقع پر علمائے دیوبند نے جس بے دردی کے ساتھ اپنے علم و دیانت کا خون کیا۔ اسے ضمیر فروشی کی تاریخ میں ایک جاندار اضافہ کہا جائے گا۔

منافقانہ کردار کی یہ شرمناک کہانی خود ایک دیوبندی فاضل ماہنامہ تجلی دیوبند کے ایڈیٹر کی زبانی سنیے۔ مدیر موصوف کے تجزیہ کے مطابق ہندوپاک کے

Marfat.com

دیوبندی حلقے میں چار شخصیتیں ایسی ہیں جن کی اجارہ داری پوری جماعت پر قائم ہے ان حضرات کے نام یہ ہیں۔ (۱) مولانا زکریا سرپرست تبلیغی جماعت (۲) مولانا محمود صدر مفتی دارالعلوم دیوبند (۳) مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ علمائے ہند (۴) قاری طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند ــــ اس نوٹ کے ساتھ آپ مدیر تجلی کا یہ بیان پڑھیئے۔

"سب سے پہلے مولانا زکریا کی سنئے! قوم کے چند افراد انتہائی اضطراب و پریشانی کے عالم میں مولانا زکریا صاحب کی خدمت میں پہنچے اور صورت حال کا ذکر کرنے کے بعد کہا کہ حضرت مسلمان بہت پریشان ہیں کیا کریں؟ حضرت بولے نماز پڑھو۔
لوگوں نے عرض کیا حضرت نماز تو پڑھ رہے ہیں۔ حضرت نے فرمایا دل سے پڑھو اللہ مدد کرے گا۔ اس کے بعد خاموشی طاری ہوگئی۔"

(تجلی دیوبند نومبر ۱۹۷۶ء صہ ۱۵)

اس جواب پر مدیر موصوف کے تاثرات پڑھنے کے قابل ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں:۔

"صاف سی بات یہ ہے کہ مولانا زکریا صاحب مسئلہ کی صحیح نوعیت ظاہر کرنا مصلحت کے خلاف سمجھتے تھے۔ انہیں حکومت کا مزاج بھی معلوم تھا اور قوم کا مزاج بھی۔ انہیں یقین تھا کہ اگر منصوبہ بندی کو جائز کہا تو عقیدت کا تاج محل ڈھیر ہو جائے گا اور قوم بگڑ جائے گی۔ اور اگر منصوبہ بندی کو ناجائز کہہ دیا تو حکومت خفا ہو جائے گی اور ان رعایتوں اور سہولتوں سے محروم کر دے گی جن کی موجودگی عبادات کو باغ و بہار بنائے ہوئے ہے۔" (تجلی دیوبند نومبر و دسمبر ۱۹۷۶ء صہ ۱۶)

اب دارالافتاء دارالعلوم دیوبند کے ناموس اکبر مفتی محمود صاحب کا حلیہ ملاحظہ فرمایئے۔ مدیر موصوف تحریر فرماتے ہیں :-

"اب مفتی محمود صاحب کا حدود اربعہ بھی دیکھ لیجئے۔ چند ماہ پیشتر ایک کتابچہ بعنوان "فیملی پلاننگ کا شرعی حکم" مکتبہ نعمانیہ (دیوبند) سے شائع ہوا۔ اس کتابچہ میں دارالعلوم دیوبند کے مفتیوں کا متفقہ فتویٰ درج تھا۔ یہ کتابچہ کسی طرح قانون کی زد میں آگیا اور کتابچے کے خالقین کی تلاش شروع ہوئی۔"

"حضرت مفتی محمود صاحب سے علاقائی حاکموں نے پوچھ تاچھ کی تو مفتی صاحب نے دلیرانہ انداز میں ارشاد فرمایا اس کتابچہ میں جو فتویٰ درج ہے وہ تو ہم نے ۷۸ھ میں بیان کیا تھا۔ ناشر کی غلطی ہے کہ اس نے فتوے کو ان حالات میں چھاپ دیا۔ ہم اس سے بری الذمہ ہیں۔"

(تجلی ص ۱۶)

لہذا ناشر (یعنی پبلیشر) کو سولی پر چڑھایا جائے کہ اس کم بخت نے یہ سمجھنے میں کیوں غلطی کی کہ ہماری طرح ہمارا فتویٰ بھی ابن الوقت ہے۔ ایک ہی چیز ماحول سازگار ہے تو کفر بھی ہے۔ شرک بھی ہے اور حرام بھی۔ لیکن قہر و جبر کی تلوار اگر سروں پہ لٹک رہی ہو تو کفر کو اسلام، شرک کو ایمان اور حرام کو حلال بنا دینا ہماری تاریخ کا ایک جانا پہچانا کردار ہے۔

اب واقعات کے آئینے میں مولوی اسعد گیلانی کے اصل چہرے کا خدوخال ملاحظہ فرمایئے۔ مدیر موصوف تحریر فرماتے ہیں :-

"اب مولانا اسعد مدنی صدر جمعیۃ علماء ہند کی ثبات قدمی بھی دیکھئے کہ جس موقع پہ امت مسلمہ انتہائی پریشانی اور تذبذب کا شکار تھی۔ اس

Marfat.com

موقع پر بجائے اس کے کہ آپ اُمت مسلمہ کی رہنمائی کرتے اس کو دلاسا دیتے۔ ہندوستان ہی سے رفوچکر ہوگئے۔ یہ طریقہ سب سے زیادہ موثر تھا کہ نہ ہندوستان میں ہوں گا نہ مسلمانوں کا کوئی مسئلہ حل کرنا پڑے گا۔ (تجلی دیوبند ص۱۶)

مدنی صاحب کی طرف۔ یہ الزام غلط ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کا یہ مسئلہ حل نہیں کیا۔ کیونکہ خود مدیر موصوف نے آگے چل کر بیان کیا ہے کہ :۔

"مولانا اسعد مدنی تو مدت ہوئی میرٹھ کی سرزمین پر جمعیۃ العلماء کے سالانہ اجلاس میں کھلے عام منصوبہ بندی کی تائید کر چکے ہیں اور دبے لفظوں میں اس بات کا اظہار بھی کر چکے ہیں کہ مسلمان منصوبہ بندی کی تحریک میں بھرپور حصہ لیں اور اسے کامیاب بنانے کی ہر ممکن کوشش کریں۔ (تجلی دیوبند ۱۹۷۷ء ص۱۸)

اب آخر میں دیوبندی جماعت کے ناموس اعظم قاری طیب صاحب کا "مجاہدانہ کردار" ملاحظہ فرمایئے۔ "تجلی" کے مدیر موصوف تحریر فرماتے ہیں :۔

"۱۹ اکتوبر ۱۹۷۶ء کی شام کو آل انڈیا ریڈیو سے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب کا انٹرویو نشر ہوا ہے اس انٹرویو نے پورے ملک میں ہلچل مچادی ہے، شہر شہر، گاؤں گاؤں گلی گلی اور گھر گھر اس انٹرویو کا چرچا تھا۔ بیس اکتوبر کی شام کو کسی مکان کا کوئی مکین ایسا نہیں تھا جس کا موضوع گفتگو حضرت موصوف کا انٹرویو نہ ہو۔ (تجلی دسمبر نومبر ۱۹۷۶ء ص۸)

وہ انٹرویو کیا تھا اور عام مسلمانوں پر اس کا ردعمل کیا ہوا۔ ان ساری باتوں کو جاننے کے لیے ان خطوط کے اقتباسات پڑھیے جو ملک کے طول و عرض سے خود

Marfat.com

تجلی کے اوراق میں شائع ہوئے ہیں :-

پہلا خط قاری طیب صاحب نے جو کچھ ارشاد فرمایا ہے، اگر وہ سچائی لیے ہوئے ہے تو پھر یہ بات بالکل ثابت ہوجاتی ہے کہ نس بندی قطعی طور پر جائز ہے بلکہ مستحسن ہے اگر جائز و مستحسن نہ ہوتی تو قاری طیب صاحب کو اس بارے میں زوردار انٹرویو دینے کی ضرورت ہی نہ پڑتی اور اب یہ بات کلیئر (صاف) ہوگئی ہے کہ مولویوں نے نس بندی کے مسئلے کو خواہ مخواہ ہوّا بنا رکھا ہے۔ حالانکہ نس بندی حرام نہیں تھی۔ (تجلی دسمبر نومبر ۱۹۷۶ء ص ۱۱)

دوسرا خط شری قاری طیب صاحب کو یہ حق کس نے دیا کہ وہ ایک ناجائز چیز کو جائز اور حلال بنا دیں۔ وہ اگر مفتی ہونگے تو اپنے گھر کے مفتی ہونگے ہم انہیں مفتی ماننے کیلئے تیار نہیں۔ لہذا نس بندی کے بارے میں جو کچھ انہوں نے فرمایا ہے وہ انکے گھر والوں ہی کیلئے قابل قبول ہوسکتا ہے اور کسی کو اس بات کا پابند نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ان کے بتائے ہوئے فتوے پر عمل کرے۔ (تجلی مذکور ص ۱۱)

تیسرا خط یہ قاری طیب وہی تو ہے جس نے درگاہ شاہ ولی اللہ میں نس بندی کو ناجائز بتایا تھا اور اسی نس بندی کو اب جائز کون سے منہ سے کہہ رہا ہے۔ (تجلی مذکور ص ۱۱)

چوتھا خط (مہتمم صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے) مسلمانوں کو آپ کے بیان سے سخت صدمہ ہوا ہے اور آپ نے ایک بیان میں اپنی عمر بھر کی کاوشوں اور محنتوں کو خاک میں ملا دیا ہے۔ اس بیان نے یہ سبق دیا ہے کہ آپ پر علمی بھروسہ نہ کیا جائے۔ آپ نے

Marfat.com

ایک تاریخ ساز غلطی کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی غلطی کو معاف فرمائے اور آپ اپنے بیان کی تردید فرمائیں تو بہتر ہے۔ (تجلّی مذکور صد ۱۲)

پانچواں خط "حکیم الامت حضرت مولٰنا قاری محمد طیب نے نس بندی کے بارے میں جو خیالات پیش کئے ان سے صاف طور سے نہ سہی مبہم انداز میں یہ بات ثابت ہو جاتی ہے کہ نس بندی کوئی ایسا فعل نہیں جس سے عقیدے کو ٹھیس پہنچتی ہو، زیادہ سے زیادہ نس بندی کو احتیاط اور پرہیزگاری کے منافی کہا جاسکتا ہے۔"

مہتمم صاحب کے بیان کے بعد تمام علماء کے لیے ضروری ہے کہ نس بندی کے خلاف کوئی ہنگامہ برپا نہ کریں اور مہتمم صاحب کے بیان کو "راسخ العلم" تصور کرتے ہوئے اس سلسلے میں یا تو خاموشی اختیار کرلیں یا لوگوں کو نس بندی کی ترغیب دیں۔

(تجلّی مذکور صد ۱۲)

چھٹا خط دیوبندیوں نے ہمیشہ ہی وقت کی حکومت کے قدموں پر اپنی ناک رگڑی ہے یہ کوئی پہلا واقعہ نہیں۔ اس سے پہلے بھی ان لوگوں نے حکومت کو خوش کرنے کی خاطر الٹے سیدھے فتوے صادر کئے ہیں جن میں چاول برابر بھی حقانیت موجود نہیں تھی۔ (تجلّی مذکور صد ۱۲)

ساتواں خط یہ عریضہ خصوصیت سے میں آپ کو مبارکباد دینے کے لیے لکھ رہا ہوں۔ مبارکباد اس بات پر کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ان تمام مفتیان کرام نے اپنی نسبندی کرائی ہے جو کل تک اس کے خلاف فتوے دیتے رہے۔ (تجلّی مذکور صد ۱۲)

Marfat.com

یہ رہا علمائے دیوبند کا منافقانہ کردار جس کی شہادت میں ان کے گھر کی یہ دستاویز ہی بہت کافی ہے۔

لیکن اس مسئلے میں علمائے بریلی کا کردار معلوم کرنا چاہتے ہوں تو بریلی کے مرکزی دارالافتاء اور اعلان حق کی پاداش میں سنٹرل جیل ایزٹ نگر کی دیواروں کے نقوش پڑھئے۔ قدم قدم پر دیانت وتقویٰ خشیت الٰہی اور حق وصداقت کے رنگا رنگ جلوے بکھرے نظر آئیں گے۔

پانچواں واقعہ اب اخیر میں "توریہ" کی زبان کا ایک شرمناک واقعہ اور سن لیجئے۔

بہ الزام بغاوت انگریزی عدالت میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کی حاضری اور سوال وجواب کی تفصیل بیان کرتے ہوئے گنگوہی صاحب کے سوانح نگار مولوی عاشق الٰہی میرٹھی تحریر فرماتے ہیں :۔

"جس وقت حاکم کے حکم سے عدالت میں بلائے جاتے تو ظاہر ہو کر بے تکلف گفتگو کرتے اور جو وہ دریافت کرتے بے تکلف اس کا جواب دیتے تھے"۔

"آپ نے کبھی کوئی کلمہ دبا کر یا زبان کو موڑ کر نہیں کہا۔ کسی وقت جان بچانے کے لئے تقیہ نہیں کیا۔ جو بات کہی سچ کہی۔ جس بات کا جواب دیا خدا کو حاضر وناظر سمجھ کر بالکل واقعہ کے مطابق اور حقیقت حال کے موافق۔"

"کبھی آپ سے سوال ہوا کہ رشید احمد تم نے مفسدوں کا ساتھ دیا اور فساد کیا۔ آپ جواب دیتے ہمارا کام فساد کا نہیں اور نہ ہم مفسدوں کے ساتھی۔ کبھی دریافت ہوتا کہ تم نے سرکار کے مقابلے میں ہتھیار

Marfat.com

اٹھائے آپ اپنی تسبیح کی طرف اشارہ کر کے فرماتے کہ ہمارا ہتھیار تو یہ ہے۔ کبھی عالم دھمکاتا کہ ہم تم کو پوری سزا دیں گے۔ آپ فرماتے کیا مضائقہ ہے۔ مگر تحقیق کر کے۔ (تذکرۃ الرشید جلد ۱ صہ ۸۵)

سوال وجواب کی یہ عبارت پھر پڑھئے اور بغیر کسی رو رعایت کے سچائی کے ساتھ فیصلہ کیجئے کہ کیا یہ صحیح ہے کہ انھوں نے کوئی کلمہ دبا کر یا زبان کو موڑ کر نہیں کہا۔ اگر یہ امر واقعہ ہے کہ انھوں نے انگریزی سرکار کے خلاف باغیوں کا ساتھ دیا تھا اور میدان جنگ میں ہتھیار بھی اٹھائے تھے تو ماننا پڑے گا کہ نہ صرف یہ کہ کلمہ دبا کر اور نہ زبان کو موڑ کر سوالوں کے جوابات دیئے تھے بلکہ عدالت کے سامنے خوبصورت جھوٹ بول کر انھوں نے نہایت شرمناک طریقے پر اپنی جان بھی بچائی۔ یہ صرف بزدلی نہیں ہے بلکہ اخلاقی اعتبار سے بھی کسی جماعت کے سربراہ کے حق میں ایک نہایت گری ہوئی بات ہے۔

دینی جلالت کا ایک تاریخی واقعہ

البتہ مجاہدانہ کردار مرد مومن کی شوکت فکر اور علم ودیانت کے تقدس کا بے مثال نمونہ دیکھنا چاہتے ہوں تو علمائے بریلی کے مقتدائے اعظم حضرت علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کی جلالت علم وفکر کا یہ تاریخی واقعہ پڑھئے جسے سیر العلماء کے حوالہ سے شیخ دیوبند مولوی حسین احمد صاحب نے بھی اپنی کتاب "نقش حیات" میں بیان کیا ہے۔ لکھا ہے کہ :-

"۱۸۵۹ء میں سلطنت مغلیہ کی وفاداری یا فتویٰ جہاد کی پاداش یا جرم بغاوت میں مولانا ماخوذ ہو کر سیتا پور سے لکھنؤ لائے گئے۔ مقدمہ چلا۔ مولانا موصوف کے فیصلے کے لیے جیوری بیٹھی۔ ایک اسیر نے واقعات سن کر بالکل چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ سرکاری وکیل کے مقابل خود مولانا بحث

Marfat.com

کرتے تھے۔ بلکہ لطف یہ تھا کہ چند الزام اپنے اوپر خود قائم کیئے اور پھر خود ہی مثل تارِ عنکبوت عقلی و قانونی ادلہ سے توڑ دیئے۔"

جج یہ رنگ دیکھ کر پریشان تھا اور ان سے ہمدردی بھی تھی۔ یہ جج نے صدر الصدری کے عہد میں مولنا سے کچھ عرصہ کام بھی سیکھا تھا۔ وہ مولنا کی عظمت و تبحر سے بھی واقف تھا وہ دل سے چاہتا تھا کہ مولنا بری ہو جائیں۔ کرے تو کیا کرے۔ ظاہر یہ ہو رہا تھا کہ مولنا بری ہو جائیں گے۔ سرکاری وکیل لاجواب تھے۔"

"دوسرا دن آخری دن تھا۔ مولانا نے اپنے اوپر جس قدر الزام لیے تھے ایک ایک کر کے سب رد کر دیئے۔ جس مخبر نے فتوے کی خبر دی تھی (مولانا نے) اس کے بیان کی تصدیق و توثیق کی۔ فرمایا کہ پہلے اس گواہ نے سچ کہا اور رپورٹ صحیح لکھوائی تھی (کہ میں نے انگریزوں کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا تھا) اب عدالت میں میری صورت دیکھ کر مرعوب ہو گیا اور جھوٹ بولا۔"

"وہ فتویٰ صحیح ہے، میرا لکھا ہوا ہے اور آج اس وقت بھی میری یہی رائے ہے۔

"جج بار بار علامہ کو روکتا تھا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ مخبر نے عدالت کا رُخ اور علامہ کی بارعب و پُر وقار شخصیت دیکھ کر شناخت کرنے سے گریز کرتے ہوئے کہہ ہی دیا تھا کہ یہ وہ مولانا فضل حق نہیں ہیں وہ دوسرے تھے۔ گواہ حسن صورت اور پاکیزگی سیرت سے بے انتہا متاثر ہو چکا تھا۔ مگر علامہ کی شان استقلال کے قربان جایئے خدا کا شیر گرج کر کہتا ہے "وہ فتویٰ صحیح ہے۔ میرا لکھا ہوا ہے۔ اور آج اس

Marfat.com

وقت بھی میری وہی رائے ہے" ؎

نالہ از بہر رہائی نہ کند مرغ اسیر
خورد افسوس زمانے کہ گرفتار نہ شد

(بحوالہ سیر العلماء نامقش حیات جلد ۲ ص ۵۳)

انگریزی سرکار کے خلاف اہلِ سُنت کے ایک عظیم مقتدا کا یہ ولولہ انگیز فتوٰے دیکھئے جو دار و رسن اور طوق و سلاسل کی دہشت کے آگے بھی تبدیل نہ ہو سکا۔ لیکن نس بندی کے خلاف مفتیان دیوبند کا فتویٰ صرف حاکمانہ تیور کے سامنے چشم زدن میں تبدیل ہوگیا۔ آخر کیوں ؟

اپنے موضوع سے ہٹ کر میں ایک ذیلی بحث میں بہت دُور نکل گیا اب پھر آپ اسی مقام پر لوٹ آئیں۔

چھٹا جواب زلزلہ میں سوانح قاسمی کے حوالہ سے دیوبند کے دیوان جی کا کشفی مشاہدہ نقل کیا گیا تھا کہ نصرانیت اور تجدد و آزادی کے آثار دارالعلوم دیوبند میں ظاہر ہوں گے۔ اس کشفی مشاہدہ پر زلزلہ میں جو تبصرہ کیا گیا اس کے الفاظ یہ ہیں :-

"مجھے اس مقام پر اس کے سوا اور کچھ نہیں کہنا ہے کہ جو لوگ اپنا عیب چھپانے کے لیے دوسروں پر انگریزوں کی کاسہ لیسی اور سازباز کا الزام عائد کرتے ہیں وہ گریبان میں منہ ڈال کر ذرا اپنے گھر کا یہ کشف نامہ ملاحظہ فرمائیں۔ کتاب کے مصنفین کو اس کشف پر اگر اعتماد نہ ہوتا تو وہ ہرگز اسے شائع نہ کرتے۔ (زلزلہ ص ۹۵)

سنبھلی صاحب نے اس الزام کے بھی دو جوابات دیئے ہیں :-

پہلا جواب تو یہ ہے کہ ہندوستان میں جس طبقے نے انگریزوں کے خلاف

Marfat.com

آزادی کی جنگ لڑی ہے۔ وہ انگریزی تعلیم یافتہ طبقہ ہے اس لیے انگریزی تہذیب سے متاثر ہوتا، انگریزوں کے خلاف صف آرا ہونے سے مانع نہیں ہے۔

جواباً عرض کروں گا کہ یہاں سوال نصرانیت کا ہے۔ انگریزی تعلیم کا نہیں ہے۔ کسی بھی جماعت کے اندر نصرانیت کے آثار پیدا ہی اس وقت ہوں گے جب کہ وہ اپنے آپ کو نصرانیوں کا خوشہ چیں، کاسہ لیس اور نیازمند تصوّر کرے۔

سنبھلی صاحب نے ہندوستان کے کانگریسیوں کی کھدّر کی ٹوپی، کھدّر کا کرتا اور کسی کھدّر بھنڈار کا سازو سامان ہی دیکھ لیا ہوتا یا کسی آشرم ہی میں چلے گئے ہوتے تو انہیں انگریزی تعلیم اور انگریزی تہذیب کا فرق معلوم ہوجاتا۔ اور یہ زحمت بھی گوارا نہ تھی تو خود ان کے اکابر ہی میں ایک سے ایک کھدّر دھاری گزرے ہیں۔ انہی میں وہ شیخ صاحب بھی ہیں جو کھدّر کے کفن کے بغیر جنازہ کی نماز ہی نہیں پڑھاتے تھے۔ یہاں تک کہ ان کے مرنے کے بعد ایک مسخرے شاعر نے یہ طنزیہ شعر بھی ان کی شان میں کہا تھا کہ ؎

بولے فرشتے اس کے گنہ سب معاف ہیں
کھدّر کا پورا تھان لپیٹے کفن میں ہے

دوسرا جواب انہوں نے یہ دیا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنی امّت کو مستقبل میں پیش آنے والے مذہبی فتنوں اور دینی خطروں سے باخبر کیا ہے۔ ہمارے اکابر کی پیشین گوئی بھی حضور ہی کے نقش قدم پر ہے۔

میں عرض کروں گا کہ سنبھلی صاحب نے صرف آدھی بات کہی ہے۔ انہیں یہ بھی کہنا چاہیے تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دی ہوئی مخبر پر اعتماد کرتے ہوئے

Marfat.com

جس طرح امت کے خیر پسند طبقے نے ہر دور میں ان فتنوں سے اپنے آپ کو اور افراد مسلمین کو بچانے کی کوشش کی ہے۔ اسی طرح دیوبندی فرقے کے جو لوگ اپنے اکابر کی اس پیشین گوئی پر اعتماد رکھتے ہیں انہیں بھی چاہیئے کہ دارالعلوم دیوبند کے فتنے سے اپنے آپ کو بھی بچائیں اور امت مسلمہ کو بھی۔

ساتواں جواب شیخ دیوبند مولوی حسین احمد صاحب کی خود نوشت سوانح "نقش حیات" کے حوالے سے زلزلہ میں جناب سید احمد صاحب بریلوی کے متعلق ان کی یہ عبارت نقل کی گئی تھی۔

"سید صاحب کا اصل مقصد چونکہ ہندوستان سے انگریزی تسلط اور اقتدار کا قلع قمع کرنا تھا جس کے باعث ہندو اور مسلمان دونوں ہی پریشان تھے۔ اس بنا پر آپ نے اپنے ساتھ ہندوؤں کو شرکت کی دعوت دی اور صاف صاف انہیں بتادیا کہ آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے۔

اس کے بعد حکومت کس کی ہوگی اس سے آپ کو غرض نہیں ہے۔ جو لوگ حکومت کے اہل ہوں گے ہندو یا مسلمان یا دونوں وہ حکومت کریں گے۔ (نقش حیات)

اس عبارت پر زلزلہ میں جو تنقید کی گئی تھی اس کا متن یہ ہے:۔

آپ ہی انصاف سے بتایئے! کہ مذکورہ بالا حوالہ کی روشنی میں سید صاحب کے اس لشکر کے متعلق سوا اس کے اور کیا رائے قائم کی جاسکتی ہے کہ وہ ٹھیک انڈین نیشنل کانگریس کے رضا کاروں کا ایک دستہ تھا جو ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنے کے لیے اٹھا تھا۔ (زلزلہ)

Marfat.com

اس کے جواب میں سنبھلی صاحب نے پہلے تو زلزلہ کے مصنف کو دیوبندی تہذیب کے تبرکات سے سرفراز کیا ہے۔ اس کے بعد مولوی حسین احمد صاحب کا ایک خط نقل کیا ہے جو اسی طرح کے اعتراض کے جواب میں کسی معترض کے نام انہوں نے لکھا ہے۔ سنبھلی صاحب کے کہنے کے مطابق وہ خط دعوت اخبار دہلی اور "الفرقان" میں چھپ چکا ہے۔

معترض کے نام خط کا یہ ٹکڑا پوری توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے۔ تحریر فرماتے ہیں کہ :-

"آپ کا یہ اعتراض کہ حضرت سید صاحب کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کا ارادہ کرنیوالا اور صرف انگریزوں کو نکالنے والا میں قرار دیتا ہوں بالکل خلاف واقعہ اور تصریحات سے روگردانی ہے۔ بہرحال یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں ہے۔ اور اگر بالفرض کوئی عبارت ایسی ہے جس کی دلالت مطابقی یہی ہے۔ دوسری توجیہہ اس میں نہیں ہو سکتی تو میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ (بریلوی فتنہ: ص ۱۹۶)

یہ خط پڑھ کر میں محو حیرت رہ گیا کہ دیوبندی جماعت کے شیخ الاسلام ہو کر اتنی نچلی سطح پر اتر آئے کہ خود اپنے آپ کو جھٹلا دیا۔ کسی کا بدعقیدہ ہونا الگ بات ہے اور اپنے منصب کے اعتبار سے اخلاقی قدروں کا تحفظ بالکل دوسری چیز ہے۔

ان کی کتاب نقش حیات کی عبارت ہو بہو میں نے نقل کر دی ہے آپ اس کا ایک ایک لفظ پڑھ کر خود ہی فیصلہ کریں کہ اس عبارت میں انہوں نے سید صاحب کو سیکولر اسٹیٹ بنانے کا ارادہ کرنے والا اور صرف انگریزوں کو نکالنے والا قرار دیا ہے یا نہیں ؟

"آپ کا واحد مقصد ملک سے پردیسی لوگوں کا اقتدار ختم کرنا ہے"۔ اس کا

Marfat.com

کھلا ہوا مطلب صرف انگریزوں کو نکالنے والا قرار دینا ہے یا نہیں؟ اور ہندو مسلم اشتراک سے جو ملی جلی سرکار وہ بنانا چاہتے تھے۔ اُسے سیکولر اسٹیٹ نہیں کہا جائیگا تو اور کیا کہا جائے گا۔

گروہی عصبیّت سے بالاتر ہو کر ذرا سوچئے کہ جب دیوبندی فرقے کے بڑوں کا یہ حال ہے کہ آنکھوں میں دھول نہیں کنکر جھونک رہے ہیں تو دروغ بیانی میں ان کے چھوٹوں کا کیا حال ہوگا۔

ٹھیک ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ آدمی کتنی ہی چالاکی سے جھوٹ بولے لیکن ضمیر بہرحال ملامت کرتا ہے اور شاید ملامت ہی کا نتیجہ ہے کہ اخیر میں انہیں اقرار کرنا پڑا کہ "میں اس سے رجوع کرتا ہوں"۔ سوال یہ ہے کہ آں جناب نے کوئی بات ہی نہیں کی ہے تو رجوع کس چیز سے کرتا ہوں"؟

انکار کیوں؟

سنبھلی صاحب اگر برا نہ مانیں تو اخیر میں ان سے یہ سوال کرنے کی اجازت چاہوں گا کہ سید احمد صاحب بریلوی کے خلاف اس الزام پر کہ وہ ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ قائم کرنا چاہتے تھے۔ آپ حضرات اس قدر چراغ پا کیوں ہیں۔

اگر آپ حضرات کے نزدیک یہ کوئی خلاف شرع اقدام تھا تو بقول آپ کے انڈین نیشنل کانگریس کے ترنگے جھنڈے کے نیچے آپ کے علماء نے ۴۷ء میں جو جہاد کیا تھا اس کا مقصد ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنا نہیں تھا تو اور کیا تھا۔ خود آپ کے شیخ صاحب کے متعلق ان کے ایک رفیق نے ۴۷ء میں کانگریسی امیدواروں کی کنویسنگ کے سلسلے میں ان کے انتخابی دورے کی جو یہ رپورٹ شائع کی ہے۔ اس کا بھی مدعا بجز اس کے اور کیا تھا کہ ہندوستان میں ایک لادینی حکومت قائم کی جائے رپورٹ کے الفاظ یہ ہیں:-

Marfat.com

جائس اور نصیر آباد حلقے میں دورہ تھا۔ کار کا سفر تھا۔ امیدوار صاحب جو یوپی کے ایک مشہور مسلمان بیرسٹر ہیں، ہمراہ تھے۔ اس سفر سے اندازہ ہوا کہ مولانا (حسین احمد صاحب) اس کام کو اپنا ایک دینی فرض اور ایک عقیدہ دارادہ کے تحت کر رہے ہیں"۔

(مقدمہ مکتوبات شیخ الاسلام جلد ۱)

یہ سوال اپنی جگہ پر ہے کہ کس آیت یا کس حدیث میں کانگریسی امیدواروں کے لیے انتخابی دورے کا حکم دیا گیا ہے کہ وہ ایک دینی فرض کی طرح ان پر عائد ہو گیا تھا۔ سردست سنبھلی صاحب سے صرف اتنا ہی دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ لادینی حکومت کے قیام کے لئے جو دینی فرض مولوی حسین احمد صاحب، اور دیگر علمائے دیوبند پر عائد ہوا تھا وہ سید احمد صاحب بریلوی کے حق میں قابل اعتراض کیوں بن گیا۔ ؟

کہیئے ! اب تو مان لیا آپ نے کہ دیوبندی مذہب تضادات کا مجموعہ ہے؟

آٹھواں جواب

زلزلہ میں تقویۃ الایمان کے حوالے سے نقل کیا گیا تھا کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے کشف کا دعویٰ کرنے والوں اور استخارہ کا عمل سکھانے والوں کو جھوٹا اور دغا باز لکھا ہے۔

اس کے جواب میں سنبھلی صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ شاہ اسمٰعیل صاحب دہلوی کشف اور استخارہ کے منکر نہیں ہیں بلکہ جھوٹا اور دغا باز انہوں نے ان لوگوں کو لکھا ہے جو پیشے کے طور پر عوام کو لوٹنے کے لئے اس طرح کا دھندا کرتے ہیں۔

میں عرض کروں گا کہ مولوی اسمٰعیل نے کشف کو بھی علم غیب کے زمرے میں شمار کیا ہے، جس کا حوالہ پچھلے اوراق میں گذر چکا ہے۔ لہذا اس بنیاد پر علم غیب

Marfat.com

کی طرح کشف کے بھی وہ یقیناً منکر ہیں اور اگر وہ منکر نہ ہوں تو خود اپنی تکذیب کا الزام ان پر عائد ہو جائے۔

واضح رہے کہ سنبھلی صاحب نے اپنے دعوے کے ثبوت میں تقویۃ الایمان کی جو عبارت پیش کی ہے اس کا تعلق کشف سے نہیں بلکہ الہام سے ہے۔

اظہارِ معذرت

"خاتمۂ کلام" میں انہوں نے مولوی ابوالحسن علی صاحب ندوی کے حوالے سے اس واقعہ کا انکار کیا ہے جو سیرت سید احمد شہید کے ایک حوالے کے سلسلے میں پیش آیا تھا۔

میں عرض کروں گا وہ آپ ہی کے آدمی ہیں آپ جس طرح کا بیان چاہیں ان کی طرف منسوب کر دیں آپ کا قلم کون پکڑ سکتا ہے۔ لیکن اس طرح کی حرکتوں سے اصل حقیقت پر پردہ نہیں ڈالا جا سکتا۔

خاتمۂ کلام میں دوسری قابل ذکر بات یہ ہے کہ زلزلہ کے متعلق یونائیٹڈ امریکہ کی لائبریری آف کانگریس کے مراسلے پر انہوں نے اپنے سخت غم و غصہ کا اظہار کیا ہے مجھے اگر معلوم ہوتا کہ اس خط سے ان حضرات کو اتنی تکلیف پہنچے گی تو یقین کیجئے میں ہرگز زلزلہ میں اس کا ترجمہ شائع نہ کرتا۔

بہر حال زلزلہ کے متعلق لوگوں کے خوشگوار تاثرات کے اظہار سے اگر انہیں تکلیف پہنچی ہے تو میں انتہائی خلوص کے ساتھ اس کی معذرت چاہتا ہوں۔

سنبھلی صاحب نے اپنی کتاب میں اکابر دیوبند کے خلاف زلزلہ کے عائد کردہ سیاسی الزمات کے جو جوابات دیئے تھے۔ آپ نے دیکھ لیا کہ ان کے پرزے اڑ گئے اور دلائل کی روشنی میں یہ بات اظہر من الشمس ہو گئی کہ زلزلہ کے قائم کردہ الزامات ناقابلِ تردید ہیں۔ اب دیوبندی مصنفین کیلئے سوا اس کے اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ وہ تاریخ کی سچائیوں کا انکار کرنے کے بجائے حقائق کے سامنے گھٹنے ٹیک دیں۔

Marfat.com

چوتھی بحث

عُلمائے بریلی کے خلاف الزامات کے بیان میں

بریلوی فتنہ کے مصنفین نے زلزلہ میں دیوبندی مذہب کے خلاف لگائے گئے الزامات سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لئے اپنی کتاب کے اخیر میں ایک ضمیمہ لگایا ہے اور اس میں علمائے بریلی کے خلاف دل کھول کر زہر افشانی کی ہے۔ ان کی شرارتوں کے مفصل جواب کے لئے ایک مستقل تصنیف کی ضرورت محسوس کرتا ہوں۔ خدا نے توفیق بخشی تو مستقبل قریب میں اس فرض سے سبکدوش ہونے کی کوشش کروں گا۔

لیکن سردست نہایت اختصار کے ساتھ ان تین الزامات کا تنقیدی جائزہ لے رہا ہوں جو علمائے بریلی کے خلاف ضمیمہ میں لگائے گئے ہیں۔

پہلا الزام علمائے بریلی کے خلاف پہلا الزام تکفیر مسلمین کا ہے یہ اتنا بھیانک اور شرمناک جھوٹ ہے جس کی پیداوار دیوبند ہی کی سرزمین میں ہو سکتی ہے ورنہ امر واقعہ یہ ہے کہ علمائے بریلی نے کسی مسلمان کو ہرگز کافر نہیں بنایا ہے۔ یہ ان کے خلاف نہایت شر انگیز، گمراہ کُن اور بے بنیاد پروپیگنڈہ ہے۔ البتہ جن لوگوں نے قولاً، عملاً یا اعتقاداً کفر کا ارتکاب کر کے خود اپنا رشتہ اسلام سے توڑ لیا ہے۔ علمائے بریلی نے ان پر شریعت اسلامی کا حکم ضرور نافذ کیا ہے۔ قانون کے نفاذ کا یہ عمل اگر قابلِ مذمت ہے تو خود علمائے دیوبند بھی اس الزام

Marfat.com

کی زد میں ہیں۔ انہوں نے بھی مرزائیوں کی تبرائی شیعوں کی اور بہت سے فرقہ ہائے باطلہ کی تکفیر کی ہے اور ان کے مذہب کی بنیادی کتاب تقویۃ الایمان کی رُو سے تو روئے زمین پر شاید ہی کوئی مسلمان ایسا ملے جس پر شرک و کفر کا الزام نہ عائد ہوتا ہو۔

یہیں تک نہیں بلکہ علمی دنیا کی مشہور شخصیتوں کی بھی انہوں نے تکفیر کی ہے جیسے مولانا شبلی نعمانی، مولانا حمید الدین فراہی اور مولوی عبید اللہ سندھی وغیرہ بلکہ اس شوق میں وہ یہاں تک آگے بڑھ گئے ہیں کہ انجانے میں اپنے گھر کے بزرگوں کو بھی انہوں نے کافر بنا ڈالا ہے جیسے تصفیہ العقائد کے مصنف مولوی قاسم صاحب نانوتوی اور "اسلام اور مغربی تہذیب" کے مرتب قاری طیب صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند۔

لہذا دوسروں کو ہدف ملامت بنانے کے بجائے دیوبندی مصنفین کو چاہیے کہ پہلے وہ اپنے بزرگوں کا چہرہ صاف کریں۔

دوسرا الزام دوسرا الزام فاضل بریلوی پر ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کی تنقیص شان کا ہے یہ الزام بھی انتہائی شر انگیز، گمراہ کن اور قطعاً بے بنیاد ہے۔

میں ساری دیوبندی برادری کو چیلنج کرتا ہوں کہ ان میں ذرا بھی علم و دیانت کی غیرت ہو تو حدائق بخشش حصہ سوم سے جو اشعار انہوں نے اس الزام کے ثبوت میں نقل کیے ہیں اس کے متعلق ثابت کریں کہ وہ اشعار فاضل بریلوی نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالٰے عنہا کی شان میں کہے ہیں

میں کن لفظوں میں بریلوی فتنہ کے مصنفین کے خلاف اس ظلم و بد دیانتی کی شکایت کروں کہ انہوں نے اس الزام کو ثابت کرنے کے لیے جس کتاب کا

Marfat.com

حوالہ دیا ہے اس کے متعلق وہ پوری تفصیلات سے واقف ہیں کہ وہ کتاب نہ فاضل بریلوی کی حیات میں شائع ہوئی نہ اس کی ترتیب و اشاعت میں ان کے خاندان کے لوگوں کا کوئی ہاتھ ہے اور نہ بریلی کے مرکز سے اس کی توثیق کا اعلان ہوا۔ اس لیے اس کتاب کے مشتملات، اس کی ترتیب اور ماخذ و مسودات کے سلسلے میں جو کچھ بھی ذمہ داری عائد ہوتی ہے وہ تنہا کتاب کے مرتب پر عائد ہوتی ہے۔ جبکہ ۳۰ سال سے زائد کا عرصہ ہوا کہ کتاب کے مرتب نے اپنا توبہ نامہ شائع کر کے اشعار کی ترتیب میں جو ان سے لغزش واقع ہوئی تھی، اس کا کھلے دل سے اعتراف کر لیا اور اچھی طرح واضح کر دیا کہ جن اشعار کو مخالفین اپنی شقاوت قلبی کے نتیجے میں حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی شان میں سمجھ رہے تھے۔ دراصل وہ اشعار تشبیب کے ہیں۔ ان کا تعلق حضرت صدیقہ کی ذات سے ہرگز نہیں ہے بلکہ عرب کی ان گیارہ مشرکہ عورتوں سے ہے جن کی پوری تفصیل مسلم شریف کی صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

"شقاوت قلبی" میں نے اس لئے کہا کہ خود کتاب کے مرتب نے جہاں وہ اشعار درج کیے ہیں وہاں "علیحدہ" کی موٹی سرخی لگا دی ہے تاکہ پڑھنے والے سمجھ جائیں کہ ان اشعار کا تعلق حضرت صدیقہ کی ذات سے نہیں ہے بلکہ یہ اشعار بالکل الگ ہیں جن کا اوپر کے سلسلے سے کوئی معنوی ربط نہیں ہے۔ لیکن اسے دل کی سیاہی کے علاوہ اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ اتنے واضح قرینے کے باوجود دیوبندی حضرات ان اشعار کو صرف اس لئے حضرت صدیقہ کی ذات پر ڈھالتے ہیں۔ تاکہ ہر طرف وہ نقارہ پیٹ سکیں کہ حضرت صدیقہ کی شان میں علمائے بریلی کی یہ گستاخی دیکھئے۔

تازیانے | پوچھئے تو کتاب کے مرتب کی دیانت، خدا ترسی اور نسبت

Marfat.com

رسالت کا جذبۂ احترام اس دور میں ضرب المثل بنانے کے قابل ہے کہ انہوں نے تاویل کی گنجائش کے باوجود صرف اتنی سی لغزش پر کہ دستور کے مطابق تشبیب کے اشعار قصیدے کے شروع میں ہونے اور ترتیب دیتے وقت غلطی سے یہ اشعار درمیان میں آگئے تھے۔ انہوں نے بلاپس و پیش اپنا توبہ نامہ چھپوا کر ہزاروں کی تعداد میں عامۂ مسلمین کے درمیان تقسیم کرادیا۔

اپنی نادانستہ غلطی کے اعتراف میں نہ ان کی علمی وجاہت مانع ہوئی اور نہ ہی اپنے لاکھوں عقیدت مندوں کے درمیان ان کی بلند قامت شخصیت کا وقار و اعتماد اس راہ میں حائل ہوا بلکہ وہ ایک بے نفس مردمومن کی طرح بیساختہ حق کے آگے جھک گئے۔

ان کا یہ عظیم کردار ان تمام اکابر دیوبند کی غیرت کو ایک کھلا ہوا چیلنج ہے۔ جنھیں اپنی کفری عبارتوں اور شان رسالت میں کھلی ہوئی اہانت آمیز تحریروں سے آج تک توبہ نصیب نہیں ہوئی۔ جبکہ نصف صدی سے عرب وعجم کے قائدین علماء اور اہل سنت کے اکابر ان سے ہزاروں بار توبہ کا مطالبہ کرچکے۔

تاریخ کتاب کے مرتب غازی ملت حضرت علامہ الحاج مفتی محبوب علی خاں قادری رضوی علیہ الرحمۃ والرضوان کی خداترسی اور حق پرستی کو جہاں خراج عقیدت پیش کرے گی وہیں دیوبندی علماکی بددیانتی پر بھی ہمیشہ نفرین وملامت کرتی رہے گی کہ توبہ صحیحہ شرعیہ واضحہ کے بعد بھی انہوں نے اپنا الزام واپس نہیں لیا اور وہ آج تک ایک مخلص تائب اور رقیق القلب وناکیش کی دل آزاری اور دشمنی کا مظاہرہ کررہے ہیں۔ جبکہ قرآن کی صراحت کے مطابق خداوند کریم توبہ کرنے والوں کو محبوب رکھتا ہے۔

اصل مجرم آپ ذراسا اپنے ذہن پر زور دیں اور جذبۂ انصاف سے کام لیں

Marfat.com

تو آپ پر یہ حقیقت بالکل واضح ہو جائے گی کہ دیوبندی علماء کا یہ رویہ خود حضرت ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب میں بھی انتہائی اہانت آمیز ہے۔ ان کے اس عمل کے پیچھے عقیدت کا جذبہ نہیں بلکہ دل کی کدورت کا شیطان کارفرما ہے۔ اس طرح کی ناپاک سرگرمیوں سے ان کا مدعا صرف حدائق بخشش کے مصنف اور مرتب سے انتقام لینا نہیں ہے۔ بلکہ تشبیب کے اشعار کو مرتب اور مصنف کی مراد کے خلاف زبردستی حضرت ام المومنین کی ذات پر ڈھال کر خود ان کی تنقیص شان کا ارتکاب ہے۔

لرزہ خیز توہین

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے علمائے دیوبند کو ذرا بھی عقیدت ہوتی تو وہ سب سے پہلے مولوی اشرف صاحب تھانوی کے خلاف احتجاج کرتے جنہوں نے الخطوب المذیبہ نامی کتابچہ میں نام لے کر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی شان میں کھلی ہوئی گستاخی کی ہے۔ ذیل میں اس لرزہ خیز واقعہ کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

کہتے ہیں کہ تھانہ بھون میں جہاں وہ رہتے تھے ایک لڑکی ان سے پڑھتی تھی جب وہ عنفوان شباب کی منزل میں پہنچی تو ان سے مرید ہو گئی۔ اس کے بعد کیا حالات پیش آئے۔ خدا ہی کو معلوم ہیں لیکن کچھ عرصے کے بعد اچانک معلوم ہوا کہ انہوں نے اپنی پرانی بیوی کی موجودگی میں اس سے نکاح کر لیا

نکاح کی خبر مشتہر ہوتے ہی سارے محلے میں آگ سی لگ گئی۔ ہزار منہ ہزار طرح کی باتیں بہت دنوں تک یہ قصہ عوام و خواص کے درمیان موضوع سخن بنا رہا "اصلاح انقلاب" نامی کتاب میں اپنے ایک رسالہ "الخطوب المذیبہ" کے اندر انہوں نے خود اپنے قلم سے ان افواہوں کی جو اس وقت عام طور پر تھانہ بھون کی عورتوں کی زبانوں پر تھیں تصویر کھینچی ہے۔

Marfat.com

"ہائے! بیٹی بیٹی کہا کرتے تھے۔ جورو بنا کر بیٹھ گئے۔ ہائے استاد ہو کر شاگردنی کو کر بیٹھے، اور مریدنی بھی تو تھی۔ پیر اور باپ میں کیا فرق ہوتا ہے؟ معلوم ہوتا ہے پہلے سے سازباز رہا ہوگا۔" (الخطوب المذیبہ ص۲۶)

آنکھوں سے لہو کی بوند

اس واقعہ کے بعد لوگوں کے طعن و تشنیع سے جب تنگ آگئے تو اپنی رسوائیوں پر پردہ ڈالنے کے لیے انہوں نے ایک غیبی الہام تراشا اور خود ہی اس کی تعبیر بھی بیان کی۔ انہی کے قلم سے الہام اور الہام کی تعبیر ملاحظہ فرمائیں، لکھتے ہیں:-

"ایک ذاکر صالح کو مکشوف ہوا کہ احقر کے گھر حضرت عائشہ آنے والی ہیں۔ انہوں نے مجھ سے کہا۔ میرا ذہن معاً اس طرف منتقل ہوا کہ کمسن بیوی ملے گی (اس مناسبت سے کہ حضور صلی اللہ علیہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے جب نکاح کیا تھا تو حضور کا سن شریف پچاس سے زیادہ تھا اور حضرت عائشہ بہت کم عمر تھیں۔ وہی قصہ یہاں ہے۔

غیرت ایمانی کو آواز

اس مقام پر پہنچ کر ام المومنین کے وفادار فرزندوں کو آواز دینا چاہتا ہوں۔ دنیائے اسلام کی مادر مشفقہ کے لیے احترام و ادب کا کوئی جذبہ ان کے سینے میں موجود ہو تو وہ خود ہی فیصلہ کریں کہ اس مصنوعی کشف اور اس کی تعبیر سے ایمان و عقیدت کے جذبے کو ٹھیس لگتی ہے یا نہیں؟

تھانہ بھون کے سوا مشکل ہی سے کہیں ایسا بے غیرت انسان ملے گا جس کا ذہن اپنی ماں کی آمد کی خبر سن کر کسی کم سن بیوی کی طرف منتقل ہو جائے۔ اس مناسبت سے کہ جب وہ اس کے باپ کے گھر آئی تھی تو اس کی عمر بہت کم تھی۔

Marfat.com

اور "وہی قصہ یہاں ہے" اس فقرے نے تو امتیاز و ادب کی وہ دیوار ہی گرا دی ہے جو پیغمبر اور امتی کے درمیان روز اول سے کھڑی ہے۔ کہاں حضرت عائشہ صدیقہ کے ساتھ حضور احمد مختار صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے عقد نکاح کا قصہ جس کے پیچھے رب العالمین کا اشارہ کار فرما ہے اور مصلحت خداوندی کے ایماء پر خود روح الامین اس کے پیامبر ہیں۔ اور کہاں تھانہ بھون کے ایک رنگین مزاج شیخ فرتوت کا ایک کمسن مریدنی کے ساتھ شادی کا واقعہ جو سرتاسر خواہش نفسانی اور جذبہ شہوانی کی تحریک پر عمل میں آیا۔

پس "وہی قصہ یہاں ہے" کہہ کر جو ان دونوں قصوں کے درمیان یکسانیت پیدا کرنا چاہتا ہے، وہ دوسرے لفظوں میں اپنے داغدار دامن کا غبار رسول معصوم صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن اطہر پر اڑانا چاہتا ہے۔

عبرت کا مقام اس مقام پر قارئین سے درخواست ہے کہ وہ اپنی خوں آلود آنکھوں سے ناپاک عبارت کی ذرا یہ تصویر دیکھیں کہ اپنی شقاوتوں کا داغ مٹانے کے لیے ظالم نے ایک ہی وار میں دو حرمتوں کو گھائل کیا ہے "وہی قصہ یہاں ہے" کہہ کر سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی الگ تنقیص کی ہے اور کمسن بیوی کی تعبیر نکال کر حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب میں الگ گستاخی کا ارتکاب کیا ہے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

اس ملعون عبارت کی ہزارہا تاویل کے باوجود یہ سوال اپنی جگہ ہر غیرت مند مسلمان کو تڑپا دینے کے لیے کافی ہے کہ "وہی قصہ یہاں ہے" کیا واقعتہً یہ صحیح ہے؟ کیا سچ مچ دونوں واقعے ایک دوسرے کے بالکل مطابق ہیں واضح رہے کہ تھانوی صاحب نے یہ نہیں لکھا ہے کہ ویسا ہی قصہ یہاں ہے "وہی" اور "ویسا ہی" کے درمیان جو جوہری فرق ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے۔

Marfat.com

دو چیزوں کے درمیان ایک آدھ وصف کا اشتراک بھی" ویسا ہی" کا لفظ بولنے کے لیے کافی ہے۔ لیکن دو چیزوں کے متعلق "وہی" کا لفظ صرف اسی حالت میں بولا جا سکتا ہے۔ جبکہ ان دونوں چیزوں کے درمیان جملہ اوصاف و حالات کُلیتہً مطابق ہوں۔

معاذ اللہ کوئی کافر ہی اُسے تسلیم کرے گا کہ نکاح ثانی کے سلسلے میں مولوی اشرف علی صاحب تھانوی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جملہ اوصاف و حالات میں کلیتہً مطابقت رکھتے ہیں۔

تیسرا الزام تیسرا الزام بریلوی فتنہ کے مصنفین نے وقعات السنان نامی کتاب پر عائد کیا ہے کہ اس کی زبان سوقیانہ اور غیر مہذب ہے۔ لیکن یہ الزام عائد کرتے وقت وہ یہ بتانا بھول گئے ہیں کہ یہ کتاب جن کے جواب میں لکھی گئی ہے خود ان کی زبان کیسی تھی اور کس طرح کے مضامین سے انہیں دلچسپی تھی۔

دیوبندی مذہب کے مشہور پیشوا مولوی اشرف علی صاحب تھانوی کی دل آزار کتاب حفظ الایمان کا نام آپ نے سنا ہوگا جس میں انہوں نے مسلمانوں کے آقا پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں نہایت لرزہ خیز گستاخی کی ہے اس کتاب کی تردید میں علمائے بریلی کی طرف سے متعدد رسائل شائع کیے گئے جس میں ان سے مطالبہ کیا گیا کہ وہ بغیر کسی پس و پیش کے اپنی ایمان سوز تحریر سے توبہ کریں اور ایسی دل آزار کتاب کو دریا برد کر دیں یا پھر اپنے سر سے الزام اٹھائیں جب موصوف علمی زبان میں بات نہیں سمجھ سکے اور بالکل ہٹ دھرمی پر اُتر آئے تو مجبوراً اسی زبان میں ان سے بات کرنی پڑی جو زبان وہ اپنی نجی گفتگو میں استعمال کرتے تھے۔

اگر یہ خیال نہ ہوتا کہ میرے قلم کی طہارت و نفاست کو ٹھیس پہنچے گی تو میں

Marfat.com

ان کے ملفوظات سے فاحشانہ ذہنیت، غیر شریفانہ زبان اور گندہ مضامین کے کچھ نمونے ضرور پیش کرتا جس سے قارئین کرام ان کے ذوق طبع کا اچھی طرح اندازہ لگا لیتے۔ تاہم جو لوگ میرے بیان کی تصدیق کرنا چاہیں، وہ مندرجہ ذیل حوالوں کا ضرور مطالعہ کریں۔ الافاضات الیومیہ حصہ ششم جزو دوم ص۳۶۶، ۰۶ ۴۴/ الافاضات الیومیہ حصہ ہشتم جزو اول ص۱۶، ۲۶، ۶۹، ۹۲، ۱۱۵، ۲۰۱/ الافاضات الیومیہ حصہ ہفتم جزو ثانی ص۲۷۲، ۲۷۴۔

دیوبندی مصنفین کے لیے یہ اشارات اگر کافی نہیں ہوئے اور انہوں نے ہمیں مجبور کیا تو پھر ایک بار سارے ملک میں ایک نئے زلزلہ کی دھمک محسوس کی جائے گی۔

Marfat.com

Marfat.com

تیسرا باب

زلزلہ در زلزلہ کا تنقیدی جائزہ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرّحیم

پیش لفظ

"زلزلہ در زلزلہ" کے مصنف مبارک پور کے مولوی نجم الدین احیائی نام کے کوئی فاضل دیوبند ہیں۔ اسے بھی دورِ حاضر کا تماشا ہی کہا جائے گا کہ جو لوگ صحیح طور پر کتاب کا نام تک نہیں رکھ سکتے وہ مصنف بن بیٹھے ہیں۔

"زلزلہ" کا مفہوم تو سمجھ میں آتا ہے لیکن بتایا جائے کہ "زلزلہ در زلزلہ" اردو زبان کا کون سا محاورہ ہے اور واقعاتی سطح پر "زلزلہ میں زلزلہ" کا آخر مفہوم کیا ہے؟

میرا اپنا خیال ہے کہ مصنف نے شاید یہ سوچا کہ کتاب کا نام ایسا رکھا جائے جس میں زلزلہ کا لفظ ایک بار نہیں، دو بار آجائے تاکہ نام ہی سن کر لوگ چونک جائیں کہ جب ایک زلزلہ نے ایشیاء سے یورپ تک ہر طرف تہلکہ مچا دیا تو دو زلزلہ نے کیا غضب ڈھایا ہوگا۔

اسی طرح کا لطیفہ مجھے یاد آیا، آج سے دس پندرہ سال پیشتر میں

ایک لطیفہ ایک بار مدھیہ پردیش کے شہر بالا گھاٹ ایک جلسہ میں گیا ہوا تھا۔ قیام گاہ پر ایک صاحب اپنی چھوٹی سی بچی کو دم کرانے کے لیے میرے پاس لائے۔ میں نے بچی کا نام دریافت کیا۔ انہوں نے بتایا کہ اس بچی کا نام "دصغیرہ بیگم" ہے۔ میں نے سوال کیا کہ نام میں "دا" کیوں بڑھایا ہے۔ فرمانے لگے، اس بچی کی پیدائش ۱۳۸۲ ہجری میں ہوئی۔ تاریخی نام میں چونکہ چھ عدد کم ہوتے تھے اس

Marfat.com

پہلے واؤ بڑھا کر میں نے اس کمی کو پورا کر دیا۔

میں نے انہیں مشورہ دیا کہ تاریخ ہی میں نام رکھنا تھا تو بہت سے نام ہو سکتے تھے، لیکن شروع میں یہ واؤ کا پیوند اچھا نہیں لگتا۔ انہوں نے جواب دیا کہ نام تو اور بھی ہو سکتے تھے لیکن مشکل یہ ہے کہ اس کی بڑی بہن کا نام کبیرہ بیگم ہے۔ اگر کوئی اور نام رکھتے تو دونوں بہنوں کا وزن باقی نہیں رہتا اور واؤ ہٹا دیتے تو تاریخی نام میں چھ عدد کی کمی ہو جاتی۔

غرض تاریخ اور وزن کے چکر میں انہوں نے بھی نام کھلیہ بگاڑا اور یہاں احیائی صاحب نے بھی جھوٹی شہرت کی لالچ میں اپنی کتاب کا ایسا مہمل نام رکھ دیا کہ کتاب کا نام ہی سن کر مصنف کی علمی لیاقت کا حلیہ سمجھ میں آجاتا ہے۔

تبصرے پر تبصرہ

کتاب کے مصنف اپنے بارے میں بدترین قسم کی غلط فہمی کا شکار ہیں۔ انہیں غرّہ ہے کہ "زلزلہ" میں دیئے گئے حوالوں میں غلطیوں کی نشاندہی کر کے انہوں نے "زلزلہ" کے مصنف کی شرمناک چوریاں پکڑی ہیں۔ اپنی جماعت کے جن لوگوں سے انہوں نے کتاب پر تبصرہ لکھوایا ہے۔ انہوں نے بھی اس خصوص میں انہیں پوری دیوبندی برادری کے اندر چمپئن مان لیا ہے۔

ان کی کتاب پر قاضی اطہر مبارک پوری کے تبصرے کا یہ حصہ پڑھیے، تحریر فرماتے ہیں:۔

"دیوبندی حلقے سے اس کتاب (زلزلہ) کے کئی جواب لکھے گئے۔ زیرِ تبصرہ کتاب "زلزلہ در زلزلہ" اسی سلسلے کی کتاب ہے جو ہمارے نزدیک سب سے کامیاب اور بہتر جواب ہے اور علم و تحقیق کے انداز میں زلزلہ کے مؤلف کی افترا پردازیوں و عیاریوں کا پردہ چاک کیا گیا ہے جگہ جگہ

Marfat.com

علمائے دیوبند کی کتابوں کی اصل عبارتیں اور زلزلہ میں ان کی نقل شدہ عبارتیں آمنے سامنے لکھ کر بتا دیا گیا ہے کہ کہاں کہاں تحریف و خیانت کی گئی ہے"۔ (روزنامہ انقلاب بمبئی ۲۰ مئی ۱۹۷۵ء)

ماہنامہ دارالعلوم دیوبند کے تبصرے کا یہ ٹکڑا بھی غور سے پڑھنے کے قابل ہے۔

"زلزلہ کے رد میں متعدد کتابیں نکل چکی ہیں۔ یہ کتاب بھی اسی قبیل کی اچھی کتابوں میں سے ہے اس میں زلزلہ کا بھرپور جائزہ لیا گیا ہے اور غلط طریقے سے جو حوالے دیئے گئے ہیں اور غلط ترجمانی کر کے علمائے دیوبند پر جو الزامات لگائے گئے ہیں ان کا تحقیقی جواب دیا گیا ہے۔"

"قادری صاحب کے فنکار قلم نے حوالے کی نقل میں جو چابک دستی دکھائی ہے۔ مولانا نجم الدین احیائی نے ایک طرف محولہ عبارت کو اصل کتاب سے اور اس کے برابر میں انھیں حوالوں کو زلزلہ سے نقل کر کے عبارت کی تراش خراش اور حذف و اضافہ کو اچھی طرح نمایاں کر دیا ہے اور زلزلہ کے مصنف کی ایمان داری کے لیے بہتر ثبوت فراہم کر دیا۔

(دارالعلوم ستمبر ۱۹۷۵ء)

یہ تبصرے اگر ان لوگوں نے کتاب پڑھ کر کیے ہیں تو مجھے نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ پوری برادری یا تو بصیرت کے افلاس کا شکار ہے یا پھر تعصب نے فکر اور نظر دونوں طرح کی بینائی چھین لی ہے۔

آنے والے اوراق میں آپ کھلی آنکھوں سے مشاہدہ کر لیں گے کہ زلزلہ کے مصنف نے موضوع بحث کو سامنے رکھ کر حوالہ کی جتنی عبارتیں نقل کی ہیں وہ بالکل اصل کے مطابق ہیں۔

ناسمجھی کی پیداوار زلزلہ در زلزلہ کے مصنف احیائی صاحب نے اپنے نئے

پیش نفظ میں "مجدد اسلام" نامی کتاب کے حوالے سے لکھا ہے کہ اعلیٰ حضرت نے "تقویۃ الایمان" کو "تفویتہ الایمان" "حفظ الایمان" کو "خبط الایمان" اور "نصیحۃ المسلمین" کو "فضیحۃ المسلمین" لکھا ہے۔ اسی طرح کسی بدعقیدے کی کتاب جس کا نام "القاسم" تھا اس کے نیچے "محروم" لکھ دیا۔ یہ سارے حوالے پیش کر کے احیائی صاحب نے دعویٰ کیا ہے کہ ناموں میں یہ تبدیلی یا اضافہ کر کے اعلیٰ حضرت نے خیانت کے جرم کا ارتکاب کیا ہے۔

جواباً عرض کروں گا کہ اس طرح کے لطائف و تفنن کو وہی شخص خیانت کہہ سکتا ہے جو یا تو خیانت کے مفہوم سے ناواقف ہے یا پھر اہلِ علم کی لطیف تعریضات و تلمیحات کے سمجھنے کی بھی جس کے اندر صلاحیت نہیں ہے۔

میں حیران ہوں کہ مبارک پور سے دیوبند تک کیا پوری برادری میں کوئی بھی ایسا دانشور نہیں تھا جو احیائی صاحب کو مشورہ دیتا کہ وہ ایسی کچی بات منہ سے نہ نکالیں۔

آنکھوں کا شہتیر

اپنے حسن ظن کی بنیاد پر "الجامعۃ الاشرفیہ" مبارک پور کے شیخ الحدیث مفتی عبدالمنان صاحب نے "تبلیغی جماعت" نامی کتاب کے مقدمہ میں مصنف زلزلہ کی بابت لکھا تھا کہ :-

"مولانا موصوف الخطاط کے اس دور میں نئی پود کے اندر حق پرستوں اور شوریدہ سروں کے قافلہ سالار ہیں بلکہ خود قافلہ بھی۔ اب تو ابتدا اور انتہا سب انہی پر ختم ہے۔" (مقدمہ تبلیغی جماعت ص۱۲)

خط کشیدہ فقرے پر احیائی صاحب نے خاص طور پر نوازش فرمائی ہے۔ یہاں تک کہ ہاتھ اٹھا کر دعا بھی مانگی ہے کہ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔

لیکن میں انہیں خبردار کرنا چاہتا ہوں کہ صرف اتنی سی بات پر گھی کا چراغ

Marfat.com

نہ جلائیں۔ مفتی صاحب نے "ہر گلے را رنگ و بوئے دیگر است" کی زبان میں گفتگو کی ہے۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ جب تک قیامت نہیں قائم ہو جاتی روئے زمین پر حق پرستوں کا قافلہ بھی رہے گا اور قافلہ سالار بھی۔

البتہ اگر انہیں تبرّا ہی کا شوق پورا کرنا ہے تو مولوی حسین احمد صاحب کی شان میں قصیدہ مدحیہ کے دو شعر جو "الجمعیۃ شیخ الاسلام" نمبر میں شائع ہوئے ہیں میں ان کی نظر کرتا ہوں۔ تبرّا کیجئے، سینہ پیٹیئے، اور جواب سوچئے ؎

اے مسیحا نفس و شیخ مجیب الدعوات ؛ اثر و کیف سے خالی ہے دعا تیرے بعد

اور دوسرا شعر یہ ہے ؎

خوگر مہر و وفا پیکر تسلیم و رضا = اب کسے بندہ بنائے گا خدا تیرے بعد؟

(شیخ الاسلام نمبر صہ ۲۷)

کہئے! اب تو غالباً سمجھ میں آگیا ہوگا کہ شیشے کے گھر میں بیٹھ کر دوسروں پر پتھر چلانا کتنا خطرناک کام ہے۔

پاگل پن

"زلزلہ در زلزلہ" کے مصنف نے اہلِ سُنت کے معتقدات کی مذمت میں ماہنامہ تجلی دیوبند سے چند اقتباسات نقل کئے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ یہ اقتباسات انہوں نے کس مقصد سے پیش کئے ہیں۔ اگر ان کا مدعا یہ ہے کہ تجلی کے آنجہانی ایڈیٹر ہمارے مسلک کے خلاف اپنی رائے رکھتے ہیں تو مجھے سخت تعجب ہے۔ مصنف کی سادہ لوحی اور کج فہمی پر کہ ان اقتباسات کے ذریعہ ہمیں کیا نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ جبکہ تجلی کے ایڈیٹر عقیدتاً ہمارے نہیں بلکہ انہیں کے آدمی ہیں اور ان کی یہ حیثیت آفتاب نیم روز کی طرح سب پر عیاں ہے۔ اس لیے ہمارے مسلک کے خلاف ان کی کوئی تحریر قطعاً ایسی چیز نہیں ہے جو قابل ذکر ہو یا ہمیں الزام دینے کے لیے استعمال کی جائے۔

Marfat.com

البتہ زلزلہ پر ان کا دیوبندیت سوز تبصرہ یقیناً اہمیت کا حامل تھا کہ "مسلکاً دیوبندی ہوتے ہوئے بھی انہوں نے دیوبندی لٹریچر کو چولہے پر رکھ کر جلا دینے کا مشورہ دیا تھا۔ اپنے مکتبِ فکر کے خلاف ایسا کھلا ہوا اقدام وہی کر سکتا ہے جس پر اندرون خانہ کی کوئی سنگین چوری کھل گئی ہو اور جس کا ہضم کرنا خود اس کے لیے بھی ناممکن ہو جائے۔

یا بُنَیَّ تعلَّم ثم تکلَّم

مصنف نے اپنی کتاب میں صاحب زلزلہ کے ایک سنگین کفر کی نشاندہی فرمائی ہے۔ آپ بھی دیوبند کے اس مایۂ ناز فرزند کے مبلغ علم اور پرواز فکر کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیں۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

زلزلہ میں مولانا عامر عثمانی کے لیے لفظ "مولانا" اتنی کثرت سے استعمال کیا گیا ہے کہ ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ حسام الحرمین کے مصنف مولوی احمد رضا خاں صاحب کی روح کہاں قید ہو گئی جو اپنے اس روحانی پوتے کی گردن نہ مروڑ سکی حسام الحرمین کے علمبردار! طرفدار! اسلام و کفر کے ٹھیکیدار، قبوری شریعت کے مفتیان کرام آئیں اور اپنے اس قلم کار کا قلم پکڑ لیں، جو ایک دیوبندی ہی نہیں "گاڑھے دیوبندی کو مولانا کہنے میں کوئی حرج نہیں سمجھتا آئیں اور لگا دیں "زلزلہ" کو آگ اور دیں اس کے مصنف پر کفر وارتداد کا کا فتویٰ!" (از لزلہ در زلزلہ صد ۱۲)

حیرت ہے! فکر و نظر کی اسی پونجی پر دیوبند کے اصحاب قلم نے اس کتاب کو علم و تحقیق کا شاہکار قرار دیا ہے۔

اب آپ ہی بتائیے! میں اپنی مظلومی کی فریاد کہاں لے جاؤں؟ ایک عربی مدرسہ کے فاضل کو میں نے مولوی، مولانا اور مُلّا کہہ دیا تو میرے گلے کفر اور ارتداد

Marfat.com

کا فتویٰ ہے اور پچاس سال سے یہ لوگ شری مدن کو مولوی، اور شری آنند نرائن کو مُلا کہہ رہے ہیں تو یہ پکے مسلمان ہیں :-

مصنف کو اگر یہ معلوم ہوتا کہ مولوی، مولانا اور مُلّا یا یہ الفاظ اسلام وایمان کی سند کے طور پر استعمال نہیں کئے جاتے بلکہ ایک ٹائیٹل ہے اجو ایک مخصوص فن کی تکمیل کے بعد لوگوں کو ملا کرتا ہے تو وہ ایسی کچی بات ہرگز مُنہ سے نہیں نکالتے۔

سچ ہی کہا ہے کہنے والوں نے کہ یبنی تعلم ثم تکلم بیٹے! پہلے سیکھو اس کے بعد زبان کھولو یا قلم اٹھاؤ۔

الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے

اجیاگی صاحب نے زلزلہ کے دوسرے ایڈیشن کے مقدمہ سے یہ اقتباس اپنی کتاب میں نقل فرمایا ہے۔

اپنی اس کتاب کا نام "زلزلہ" رکھتے وقت زلزلہ کا مفہوم واضح طور پر میرے ذہن میں موجود تھا۔ مجھے توقع تھی کہ یہ کتاب افکار وتصورات کی دنیا میں تہلکہ خیز ثابت ہوگی۔ خیالات کے پرانے پیمانے ٹوٹیں گے، نظریات کی بنیادیں متزلزل ہوں گی۔ مسلمات کی عمارتوں میں شگاف پڑے گا اور اذہان کی کی آبادیاں تہہ وبالا ہوکر رہیں گی۔" (زلزلہ صد ۲)

اس پر اجیاگی صاحب کا تبصرہ ملاحظہ فرمایئے، ارشاد فرماتے ہیں :-

"بات بات میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفاداری کا دم بھرنے والے قیامت کے دن جب حساب کتاب ہوگا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کیا جواب دیں گے جب وہ سوال کریں گے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہیں قلم کی دولت کیا اس لئے دی تھی کہ تم اس کے ذریعہ مسلمات کی عمارتوں میں شگاف کرو، ذہن کی آبادیوں کو تہہ وبالا کرو، خیالات کے پرانے

Marfat.com

پیمانے توڑ دو۔" (زلزلہ در زلزلہ ص۱۸)

مجھ سے تو یہ سوال نہیں ہوگا۔ لیکن آپ سے بد دیانتی کا سوال ضرور کیا جائیگا کیوں کہ اس کے چند سطر کے بعد ہی میں نے اپنی اس عبارت کا مدعا ظاہر کر دیا ہے جسے آپ نے از راہ خیانت چھوڑ دیا۔ دوسروں کی چوری پکڑنے والے اپنا ہاتھ کیوں نہیں قلم کر والتے۔ میرا مدعا پڑھئے۔

"دیوبندی علماء کے بارے میں جن حضرات کو خوش فہمی تھی کہ عقیدۂ توحید کے صحیح علمبردار وہی ہیں اور انبیاء و اولیاء کے متعلق جن عقیدوں کو وہ کفر و شرک قرار دیتے ہیں وہ کسی قلبی تکدر کے نتیجے میں نہیں بلکہ عقیدۂ توحید کی حمایت کے جذبے میں ہے۔ کتاب (زلزلہ) کے مطالعہ کے بعد انہیں بھی کچھ اس طرح ذہنی تصادم سے دوچار ہونا پڑا کہ دیوبندی مذہب کے متعلق ان کے پچھلے تصورات کے سارے تار و پود بکھر گئے۔" (زلزلہ ص۳)

افکار و تصورات، نظریات کی بنیادیں، خیالات کے پرانے پیمانے اور مسلمات سے میری مراد واضح ہو جانے کے بعد اب بتایئے کہ مجھ سے سوال ہوگا یا آپ سے؟

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا مصنف نے اپنی کتاب میں مدیر تجلی کے تبصرہ سے چند اقتباسات نقل کئے ہیں — جن میں انہوں نے صاحب زلزلہ کی ادبی اور لفظی غلطیوں کی نشاندہی کی ہے وہ اقتباسات یہ ہیں۔

۱۔ اگر با اثر کی جگہ موثر کا لفظ ہوتا تو ان سطروں کو اردوئے معلّٰی کا بے عیب نمونہ کہہ سکتے تھے۔

۲۔ کہیں کہیں قلم نے زبان کے رُخ سے بھی ٹھوکر کھائی ہے۔

۳۔ کہیں کہیں اسلوب تحریر گھٹیا ہو گیا ہے۔

Marfat.com

زبان و ادب کی ان تین غلطیوں کو نقل کرنے کے بعد "زلزلہ در زلزلہ" کے مصنف نتیجے کے طور پر تحریر فرماتے ہیں :-

"دیکھ لیا آپ نے ان کی اور ان کی کتاب کا بُرا حال" (صد ۳۳)

میں عرض کروں گا کہ یہ تو تین ہی غلطیاں ہیں، اس سے بھی زیادہ غلطیوں کی وہ نشاندہی کرتے تو مجھے قطعاً کوئی ملال نہ ہوتا۔ کیونکہ انہوں نے ایک "گاڑھا دیوبندی" ہوتے ہی خود علمائے دیوبند پر جو کاری ضرب لگائی ہے یہ اس کے مقابلے میں کچھ بھی نہیں ہے۔

پھر بھی میں "زلزلہ در زلزلہ" کے مصنف کو متنبہ کروں گا کہ اس موقع پر آپ خود اپنا شجرہ کیوں بھول گئے ؟ کئی سو صفحے کی کتاب میں صرف تین غلطیوں پر تو میرا بُرا حال ہو گیا۔ لیکن مدیر تجلی نے آپ کی کتاب "زلزلہ" میں جو ۳۲ غلطیاں زبان و ادب اور علم و اعتقاد کی نکالی ہیں تو اب آپ کا ٹھکانہ جہنم کے کس طبقے میں ہے ؟ نمونے کے طور پر چند غلطیوں کی فہرست ملاحظہ فرمائیں ،

صد ۹ پر ہے۔ ہمارے نزدیک قبولیت کا یہ مفہوم ہرگز نہیں۔ مفہوم کا نہیں معیار کا محل تھا۔

صد ۴۲ پر ہے۔ نگاہ ہوگی۔ غلط ہے، نگاہ پڑے گی ہونا چاہیئے۔

صد ۹۴ پر ہے۔ پہاڑوں پر کود رہا ہے۔ غیر درست ہے۔ پہاڑوں سے کود رہا ہے درست ہے۔

صد ۹۸ پر ہے۔ صوفی کی جمع اصفیا تحریر کی گئی ہے۔ صوفی کی جمع صوفیاء آتی ہے

صد ۱۳۷ پر ہے فَلَمَّا رَاٰی اَیْدِیُہِمْ غلط ہے اَیْدِیَہُمْ ٹھیک ہے

یہ زبان و ادب کی غلطیاں تھیں۔ اب علم و اعتقاد کی غلطیوں اور گمراہیوں کی نشاندہی ملاحظہ فرمائیے :-

Marfat.com

دھجیوں کا ڈھیر

پہلے "زلزلہ در زلزلہ" کی یہ عبارت پڑھیے۔
"ہم قوم کے سامنے کھلے عام یہ اعلان کرتے ہیں کہ علمائے دیوبند کا معاذ اللہ یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ان کے وفات یافتہ بزرگ ان معنوں میں زندہ ہیں۔ جن معنوں میں عام طور پر زندہ کا لفظ بولا جاتا ہے اور نہ وہ صاحب اختیار ہیں اور نہ انہیں ہر طرح کے تصرف کی قدرت حاصل ہے۔" (از لزلہ در زلزلہ صہ ۹)

اس عبارت پر تبصرہ کرتے ہوئے مدیر تجلی رقم طراز ہیں:۔

اس جملہ سے صاف طور پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ دیوبندی حضرات بھی کسی نہ کسی درجہ میں اس بات کے قائل ہیں کہ مرنے کے بعد بزرگوں کو تصرف و اختیار کی قدرت حاصل رہتی ہے۔ اگر قائل نہ ہوتے تو نجم الدین اصلاحی اتنی ڈھٹائی کے ساتھ یہ اعلان کیسے کر دیتے جس کا پس منظر یہ ظاہر کر رہا ہے کہ مرنے کے بعد بزرگوں کو ہر طرح کے تصرفات کی قدرت حاصل رہے یا نہ رہے۔ لیکن کسی نہ کسی قسم کے تصرف کی قدرت لازماً حاصل رہتی ہے۔ (تجلی دیوبند ستمبر ۱۹۷۵ء صہ ۴۶)

"زلزلہ در زلزلہ" کے صفحہ ۱۰۱ کی یہ عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

"علمائے دیوبند ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اللہ کے علاوہ غیب کی کوئی بات کسی کو معلوم نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح وہ اس بات کے قائل بھی نہیں ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد سرے سے کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔" (از لزلہ در زلزلہ صہ صہ ۱۰۱)

اب اس عبارت پر مدیر تجلی کی بے لاگ تنقید پڑھیے۔

"اس بات کو ہم ماننے کے لیے تیار نہیں ہیں اور اس وقت تک نہیں

Marfat.com

مانیں گے۔ جب تک قرآن و احادیث سے ایسے نظائر نہ پیش کیے جائیں جن سے یہ ثابت ہوتا ہو کہ مرنے کے بعد بھی بزرگان دین تصرفات کی قدرت رکھتے ہیں"۔

"محترم نجم الدین صاحب سے مؤدبانہ گذارش ہے کہ وہ قرآن و حدیث سے یہ ثابت کر دکھائیں کہ مرنے کے بعد بزرگوں کو ادنیٰ درجہ کے تصرف کرنے کا اختیار حاصل رہتا ہے۔ اس سلسلہ میں یہ ضروری بات گوش گزار کر لیجئے کہ بزرگوں کے واقعات کو کوئی اہمیت نہیں دی جائے گی۔ معاملہ مسائل کا نہیں بلکہ عقائد کا ہے۔ (تجلی دیوبند ستمبر ۱۹۷۵ء صد ۶۴)

اب "زلزلہ در زلزلہ" کے صد ۱۰۲ کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیے۔

"ہر انسان کو چاہے وہ اس دنیا میں ہو یا عالم برزخ میں اسے اللہ کی اجازت اور اس کا فیض ضروری ہے جب تک اجازت ہے تب تک عالم برزخ سے بھی کچھ روحیں آکر دنیا والوں کی مدد کرتی ہیں اور انہیں بعض باتیں بتا دیتی ہیں۔ (تجلی صد ۶۵)

اب اس عبارت پر مدیر تجلی کا شاندار ریمارک ملاحظہ فرمائیں :۔

"قابلِ افسوس بات یہ ہے کہ جو آدمی خود بھی صحیح العقیدہ ہے اور صحیح عقیدہ جماعت کا دفاع کر رہا ہے۔ اس کے قلم سے واہی اور خام باتیں خارج ہو رہی ہیں جن کا ناقص اور بے بنیاد ہونا اظہر من الشمس ہے۔ (تجلی صد ۶۵)

عبرتناک تازیانہ

اب اخیر میں مدیر تجلی نے احیائی صاحب کی نخوت فکر پر جو کاری ضرب لگائی ہے اس کی دردناک چوٹ سے وہ ساری عمر تلملاتے رہیں گے۔ احیائی صاحب اشکبار آنکھوں سے اپنے خلاف اپنے مرکز کا یہ فیصلہ پڑھیں۔ وہ حق ہی کیا جو سر پہ چڑھ کے آواز نہ دے۔!

Marfat.com

"ص۹۶ اور ص۱۱۱ پر جو واقعات زلزلہ کے حوالہ سے نقل کئے گئے ہیں انہیں قبول کرنے میں ہمیں تردد ہے۔ بہتر تو یہ ہے کہ ان واقعات کو دیوار پر دے ماریئے اس لیے کہ یہ ہمارے بنیادی عقائد سے متصادم ہیں ان کو ذکر کرنے کے بعد ارشد القادری صاحب نے جو ریمارک دیا ہے۔ اس سے ہمیں کامل اتفاق ہے اور اس ریمارک پر آپ نے جو لب کشائی کی ہے وہ خواہ مخواہ والی حیثیت رکھتی ہے اور اس پر سرتا پا ہٹ دھرمی کا اطلاق ہوتا ہے اپنی اور اپنے من پسند گروہ کی کسی بھی غلطی اور معصیت کا اعتراف نہ کرنا ہٹ دھرمی نہیں تو پھر اور کیا ہے"؟

"آپ نے اپنی تالیف میں ایک جگہ بھی تو یہ تحریر نہیں فرمایا کہ یہاں ارشد القادری صاحب کا ریمارک عدل و دیانت پر مبنی ہے اور یہاں واقعتاً ہمارے بڑوں سے بھول ہوگئی تھی۔ کاش سہواً ہی کہیں آپ نے اپنی غلطی تسلیم کرلی ہوتی تو یہ آپ کی انصاف پسندی پر دلالت کرتا (تجلی دیوبند ستمبر ۷۵ء ص۴۵)

کہیئے احیائی صاحب! اب تو آپ کے دماغ کا بخار اتر گیا ہوگا۔ کیونکہ آپ کی تحریر میں یہ کیڑے میں نے نہیں نکالے ہیں کہ تبرا پڑھ دیجئے اور معاملہ رفع دفع ہوجائے۔ بلکہ آپ پر خود آپ کے مرکز کی پھٹکار نازل ہوئی ہے۔

"زلزلہ در زلزلہ" ص۱۱۱ پر درج کئے گئے جس واقعہ کی طرف مدیر تجلی نے اپنے اس تبصرے میں اشارہ کیا ہے وہ واقعہ اور اس پر "زلزلہ" کا ریمارک نیچے نقل کر رہا ہوں تاکہ قارئین کرام تنقید اور تبصرے کی معقولیت کا اندازہ لگا سکیں۔ احیائی صاحب زلزلہ سے یہ واقعہ نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"علم مَا فِی الْاَرحَام (یعنی یہ علم کہ ماں کے پیٹ میں کیا ہے) کی بحث چل پڑی ہے تو لگے ہاتھوں عقیدۂ توحید کا ایک اور خون ملاحظہ فرمایئے۔

Marfat.com

یہی مولوی قاسم صاحب نانوتوی اپنی جماعت کے ایک شیخ کا تذکرہ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں کہ :-

شاہ عبدالرحیم ولایتی کے ایک مرید تھے جن کا نام عبداللہ خان تھا اور قوم کے راجپوت تھے اور یہ حضرت کے خاص مریدوں میں تھے۔ ان کی حالت یہ تھی کہ اگر کسی کے گھر میں حمل ہوتا اور تعویذ لینے آتا تو آپ فرما دیا کرتے تھے کہ تیرے گھر میں لڑکی ہوگی یا لڑکا اور جو آپ تبلا دیتے تھے وہی ہوتا تھا (ارواح ثلاثہ صہ۱۶۳) زلزلہ در زلزلہ صہ۱۱۱)

اب اس واقعہ پر زلزلہ کی تنقید ملاحظہ فرمایئے۔ جسے احیائی صاحب نے بھی اپنی کتاب کے صہ۱۱۲ پر نقل کیا ہے۔

"یہاں تو حسن اتفاق کا بھی معاملہ نہیں ہے اور ایسا بھی نہیں ہے کہ خواب کی بات ہو بلکہ پوری صراحت ہے اس امر کی کہ ان کے اندر ما فی الارحام کے علم و انکشاف کی ایک ایسی قوت ہی بیدار ہو گئی تھی کہ وہ ہر وقت ایک شفاف آیئنہ کی طرح پیٹ کے اندر کی چیز دیکھ لیا کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح کی قوت جیسے ہماری آنکھوں میں دیکھنے اور کانوں میں سننے کی ہے۔ نہ جبریل کا انتظار نہ الہام کی احتیاج !

(زلزلہ در زلزلہ صہ۱۱۲ بحوالہ زلزلہ صہ۸۹)

اس مقام پر ذرا احیائی صاحب کی بددیانتی اور مجرمانہ ذہنیت ملاحظہ فرمائیں۔ زلزلہ کی تنقید اتنے پر نہیں ختم ہو گئی ہے بلکہ اس کے بعد یہ بھی ہے جسے احیائی صاحب نے ازراہ خیانت چھپا لیا ہے۔

"ان موحدین کے طلسم فریب کا مزید تماشہ دیکھنا چاہتے ہوں تو ایک طرف عبداللہ خاں راجپوت کے متعلق نانوتوی صاحب کی بیان کردہ یہ

Marfat.com

روایت پڑھئے اور دوسری طرف دیوبندی مذہب کی بنیادی کتاب، تقویۃ الایمان کا یہ فرمان ملاحظہ فرمائیے کہ:۔

"اسی طرح جو کچھ مادہ کے پیٹ میں ہے اس کو بھی (خدا کے سوا) کوئی نہیں جان سکتا کہ ایک ہے یا دو، نر ہے یا مادہ، کامل ہے یا ناقص، خوبصورت ہے یا بدصورت؟ (صد ۲۲)

اس الزام سے چونکہ دیوبندی مذہب کا تضاد ثابت ہوتا تھا اس لیے احیائی صاحب اسے بالکل ہضم کر گئے۔ میں کہتا ہوں کہ زلزلہ کا یہ الزام اگر غلط تھا اور وہ اپنی برادری کی طرف سے زلزلہ کا قرض اتارنے بیٹھے تھے تو انہوں نے اُسے بھی نقل کر کے اس کی تردید کیوں نہیں کی۔

اب عبداللہ خاں نومسلم راجپوت کی غیب دانی کے متعلق ان کا جواب ملاحظہ فرمائیے اور قابلیت کی داد دیجئے۔

عبداللہ خاں کے بارے میں نہ تو یہ دعویٰ کیا ہے کہ وہ خود بخود جان لیتے تھے کہ لڑکا ہوگا یا لڑکی اور نہ ہی یہ دعوی کیا گیا ہے کہ وہ تمام علوم غیبیہ جانتے تھے۔ دعویٰ صرف اتنا ہے کہ وہ کوئی تعویذ لینے آتا تو بتلا دیتے تھے۔ بتلانے سے یہ کہاں سے ثابت ہو جاتا ہے کہ انہیں جان لینے کی قدرت حاصل تھی۔ (زلزلہ در زلزلہ صد ۱۱)

اگر یہ جواب ہے تو مجھے بھی کہنے دیجئے کہ اگر خود بخود کا دعوی نہیں ہے تو یہی دعویٰ دکھلا دیجئے کہ اس غیب کا علم انہیں ہر بار خدا کی طرف سے عطا کیا جاتا تھا اور کسی چیز کا بتلانا یہ اس کے جاننے کی دلیل نہیں ہے تو اور کیا ہے؟

سیدھی بات یہ ہے کہ "ان کی حالت یہ تھی" کا مفہوم سوا اس کے اور کچھ ہو ہی نہیں سکتا کہ ان کے اندر مافی الارحام کے علم انکشاف کی ایک غیبی قوت ادراک ہی پیدا

Marfat.com

ہوگئی تھی اور وہ ہر وقت اس قوت سے کام لینے پر قادر تھے اگر یہ علم کسی وقتی الہام کا محتاج ہوتا تو پھر "حالت" کی خصوصیت کیا رہتی۔ اور واقعہ بھی کبھی کبھار کا نہیں تھا۔ بلکہ ہر حاملہ کے ساتھ ان کا یہی معاملہ تھا۔

افسوسناک واقعہ میرے لئے یہ ایک ناخوشگوار حادثہ سے کم نہیں ہے کہ ایک ایسی کتاب کے رد میں مجھے قلم اٹھانا پڑ رہا ہے جو خود اپنے حلقے میں بے آبرو ہوگئی ہے۔ سچ پوچھئے تو کوئی نیچے نیچے اتر کر صرف اس غرور کا بت توڑنے کے لیے مجھے قلم کا تیشہ اٹھانا پڑا کہ "زلزلہ" کے اس نام نہاد جواب کو کوئی چیلنج نہیں کر سکتا۔

احیائی صاحب نے اپنی کتاب میں موضوع بحث سے ہٹ کر جو جارحانہ حملے کئے ہیں یا جو مہمل اور لغو قسم کے اعتراضات کئے ہیں، میں نے انہیں قصداً نظر انداز کر دیا ہے کہ یہ موصوف کے ظرف اور خمیر کی بات ہے۔

اپنی عادت کے مطابق اس کتاب کے جواب میں بھی باہر کا کوئی مواد میں نے استعمال نہیں کیا ہے کیونکہ دیوبندی مذہب کو مسمار کرنے کے لیے خود گھر ہی کا ساز و سامان بہت کافی ہے۔

حوالوں کی خیانتوں سے متعلق ان کے سارے الزامات میں نے اس طرح چکنا چور کر دیے ہیں کہ سطر سطر سے گرد اڑ رہی ہے۔ جبکہ زلزلہ کے بہت سارے سنگین الزامات اب تک دیوبندی مصنفین کے سروں پر عذاب کی طرح مسلط ہیں۔ یقین نہ آئے تو "زلزلہ" اور اس کے جواب میں لکھی ہوئی جملہ کتابوں کا تقابلی مطالعہ کر کے خود فیصلہ کر لیجئے۔

"زیر و زبر" کا یہ تیسرا باب تین مباحث اور ایک خاتمہ پر مشتمل ہے۔

یہ مصنف کے پیش لفظ کا تنقیدی جائزہ تھا۔ اب ورق الٹ کر آپ اصل

Marfat.com

کتاب کا مطالعہ فرمائیں۔ واضح رہے کہ اپنے جواب میں ہم نے "زلزلہ در زلزلہ" کی صرف انہی عبارتوں کو پیش نظر رکھا ہے جن کا براہ راست تعلق "زلزلہ" سے ہے باقی رہ گئے وہ الزامات جن کا تعلق "زلزلہ" کے مباحث سے نہیں ہے ان کے متعلق خاتمہ میں چند سطریں سپرد قلم کر دی ہیں تاکہ غلط فہمیوں کا ازالہ ہو جائے۔

ارشدُ القادری۔ جمشید پور

Marfat.com

پہلی بحث

حوالے کی خیانتوں کے الزامات میں

پہلا الزام "زلزلہ" کے پیش لفظ میں "سیرت سید احمد شہید" کی ایک عبارت کے متعلق آپ نے وہ قصہ پڑھا ہوگا کہ کچھ لوگوں نے مجھے اطلاع دی کہ "زلزلہ" میں جو عبارت نقل کی گئی ہے اس میں اور اصل کتاب میں دو لفظ کا فرق نکل آیا ہے لیکن جس مطبع والی کتاب سے وہ عبارت نقل کی گئی تھی جب اس سے ملایا گیا تو عبارت حرف بحرف اصل کتاب کے مطابق تھی۔

لیکن احیائی صاحب کی ذرا قابلیت ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے اس واقعہ کو بھی خیانت کی فہرست میں شمار کیا ہے۔ حالانکہ خود انہوں نے میری عبارت کا یہ حصہ کہ "مجھے تھوڑی دیر کے لیے پریشانی ضرور لاحق ہوئی لیکن حوالہ کی اصل کتاب دیکھنے کے بعد فوراً زائل ہوگئی"۔ نقل کرکے بات صاف کردی ہے۔ لیکن یہ کتنی بڑی بد دیانتی ہے کہ "پریشانی ضرور لاحق ہوئی"۔ یہ فقرہ تو انہیں یاد رہا لیکن حوالہ کی اصل کتاب دیکھنے کے بعد فوراً زائل ہوگئی"۔ کی طرف سے انہوں نے اپنی دونوں آنکھیں بند کرلیں۔

احیائی صاحب خیانت کے مفہوم سے ناواقف ہیں تو وہ باخبر ہوجائیں کہ جو حرکت انہوں نے یہاں کی ہے اسی کا نام خیانت ہے۔

دوسرا الزام "زلزلہ" میں مولوی حسین احمد صاحب کی نقش حیات کے حوالے سے سید احمد صاحب بریلوی کے متعلق یہ بات نقل کی گئی تھی کہ ان کا

Marfat.com

مقصد ہندوستان میں سیکولر اسٹیٹ (لادینی حکومت) قائم کرنا تھا۔ اس عبارت پر "زلزلہ" میں یہ اعتراض کیا گیا تھا کہ کسی ملک میں لادینی حکومت قائم کرنے کے لئے جو لڑائی لڑی جائے اسے جنگ آزادی تو کہہ سکتے ہیں لیکن "اسلامی جہاد" ہرگز نہیں کہہ سکتے اور اس فوج کے سپاہیوں کو انڈین نیشنل کانگریس کے رضاکاروں کا دستہ تو کہا جاسکتا ہے پر "اسلامی مجاہدین" کا لقب ہرگز نہیں دیا جاسکتا۔

احیائی صاحب نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ "زلزلہ" میں "نقش حیات" سے جو عبارت نقل کی گئی ہے وہ مولوی حسین احمد کی نہیں ہے بلکہ ماہنامہ "برہان" دہلی کا اقتباس ہے۔ اس جواب کا مدعا یہ ہے کہ الزام جو کچھ بھی ہو سکتا ہے وہ "برہان" والوں پر ہو سکتا ہے۔ مولوی حسین احمد کا دامن اس الزام سے پاک ہے۔

میں جواباً عرض کروں گا کہ "نقش حیات" کی وہ عبارت اگر مولوی حسین احمد صاحب کی نہیں تھی اور بحیثیت ناقل ہونے کے ان پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی تو انہوں نے اپنے اس مراسلے میں جو "دعوت" اور "الفرقان" میں شائع ہوا ہے اور جس کی نقل "بریلوی فتنہ کا نیا روپ" کے صد ۱۹۶ پر درج کی گئی ہے، "میں اس سے رجوع کرتا ہوں" کیوں لکھا ہے۔ یہیں سے احیائی صاحب کی غلط بیانی کا پردہ چاک ہو جاتا ہے۔

اور دوسری بات یہ بھی کہ نہ بھی کوئی عبارت کسی کی اپنی ہو لیکن اگر وہ اس کے مضمون سے متفق ہو تو مضمون کی ساری ذمہ داری اس پر بھی عائد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ خود مولوی حسین احمد صاحب ماہنامہ "برہان" سے اقتباسات نقل کرنے کے بعد نتیجہ اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :۔

"مذکورہ بالا اقتباس سے بہت سے امور پر روشنی پڑتی ہے"
اس عنوان کے ضمن میں دفعہ " و " کے تحت لکھا ہے :۔

Marfat.com

"یہ تجربہ شخصی یا کسی فرقے کی حکومت، فسطائیت کے لیے نہیں عمل میں لائی گئی تھی۔ بلکہ حقیقی جمہوریت اس کا مطمح نظر تھا" (نقش حیات جلد ۲ ص)

اب آپ ہی انصاف کیجیے کہ جس ملک میں غیر مسلموں کی اکثریت ہو، وہاں حقیقی جمہوریت کا مفہوم سوا سیکولر اسٹیٹ کے اور کیا ہو سکتا ہے۔ یہ عبارت خود مولوی حسین احمد صاحب کی ہے۔ یہاں اس تاویل کی بھی کوئی گنجائش نہیں ہے کہ انہوں نے کسی دوسرے کا اقتباس نقل کیا ہے۔ اس سلسلے میں احیائی صاحب نے "زلزلہ" کے مصنف پر خیانت کا الزام عائد کرتے ہوئے طنز کیا ہے کہ:

"مولانا ارشد القادری صاحب کی نگاہیں اعتراض کے شوق میں اندھی ہو رہی تھیں انہیں کیسے دکھائی پڑتا یا ہو سکتا ہے کہ دکھائی پڑا ہو مگر قصداً انہوں نے نظر انداز کر دیا ہو۔ (زلزلہ در زلزلہ ص ۴۱)

اب میں یہی الزام احیائی صاحب پر الٹ رہا ہوں کہ عقیدت کی ترنگ میں ان کی آنکھیں اندھی ہو گئی تھیں کہ انہیں مولوی حسین احمد صاحب کا یہ بیان نظر نہیں آیا اور انہیں پھر متنبہ کر رہا ہوں کہ جو حرکت آپ نے یہاں کی ہے اسی کا نام خیانت ہے۔

بلیسر الالزام جو لوگ تصنیف و تالیف کا تجربہ رکھتے ہیں وہ مصنفین کے اس دستور سے اچھی طرح واقف ہوں گے کہ کسی دعوے کے ثبوت میں جب کسی کتاب کی عبارت بہ طور حوالہ نقل کی جاتی ہے تو کتاب کا اتنا ہی حصہ نکل کیا جاتا ہے جتنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پوری کتاب کوئی بھی نقل نہیں کرتا چنانچہ خود احیائی صاحب نے بھی الزام قائم کرنے کے لیے اپنی اس کتاب میں "زلزلہ" کی عبارت کا اتنا ہی حصہ نقل کیا ہے جتنے حصے کی انہوں نے ضرورت محسوس کی ہے۔ پوری کتاب انہوں نے بھی نقل نہیں کی ہے

Marfat.com

اب رہ گئی یہ بات کہ درمیان سے عبارت کا کوئی حصہ حذف کر دیا جائے۔ تو اس کے متعلق یہ ضابطہ ذہن نشین کر لینا چاہیئے کہ اگر وہ اتنا ضروری حصہ ہے کہ اس کے حذف کر دینے سے پوری عبارت کا مفہوم مسخ ہو جاتا ہے تو یقیناً" اُسے خیانت و تحریف کہا جائے گا۔ اور اگر ایسا نہیں ہے تو اسے ہرگز خیانت و تحریف نہیں کہا جاسکتا۔ بشرطیکہ علامتوں کے ذریعہ واضح کر دیا جائے کہ یہاں سے عبارت کا کچھ حصہ حذف کیا گیا ہے۔

یہ نکتے سمجھ لینے کے بعد اب تقویۃ الایمان کی عبارتوں میں اجیائی صاحب نے خیانت کا جو الزام عائد کیا ہے اس کی حقیقت ملاحظہ فرمایئے۔

"زلزلہ" کے صـ ۵۵ پر تقویۃ الایمان کی یہ عبارت نقل کی گئی ہے :۔

"جو کوئی کسی کا نام اُٹھتے بیٹھتے لیا کرے اور دور و نزدیک سے پکارا کرے .....

یا اس کی صورت کا خیال باندھے اور یوں سمجھے کہ جب میں اس کا نام لیتا ہوں زبان سے یا دل سے یا اس کی صورت کا یا اس کی قبر کا خیال باندھتا ہوں تو وہیں اس کو خبر ہو جاتی ہے اور اس سے میری کوئی بات چھپی نہیں رہ سکتی اور جو مجھ پر احوال گذرتے ہیں جیسے بیماری و تندرستی وکشائش و تنگی مرنا جینا غم و خوشی سب کی ہر وقت اُسے خبر رہتی ہے اور جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہوں اور جو خیال و وہم میرے دل میں گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔ خواہ یہ عقیدہ انبیاء و اولیاء سے رکھے خواہ پیر و مرشد سے خواہ امام و امام زادے سے خواہ بھوت و پری سے پھر خواہ یوں سمجھے کہ یہ بات ان کو اپنی ذات سے ہے خواہ اللہ کے دینے سے غرض اس عقیدے سے ہر طرح شرک

Marfat.com

ثابت ہوگا۔" (تقویۃ الایمان ملخصاً ص ۱۰)

آپ دیکھ رہے ہیں کہ اس لمبی عبارت میں جو حصہ چھوڑا گیا ہے وہاں نقطوں کی علامت کے ذریعہ واضح کر دیا گیا ہے کہ یہاں عبارت کا کچھ حصہ حذف کر دیا گیا ہے اس لیے اسے چوری یا خیانت نہیں کہہ سکتے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ جو حصہ حذف کیا گیا ہے پوری عبارت میں اس کی حیثیت کیا ہے۔ پہلا حذف شدہ حصہ یہ ہے۔

اور بلا کے مقابلے میں اس کی دہائی دیوے اور دشمن پر اس کا نام لے کر حملہ کرے اور اس کے نام کا ختم پڑھے یا شغل کرے۔

یہ حصّہ صرف اس بات کو ظاہر کرتا ہے کہ مصنف تقویۃ الایمان کے نزدیک غیراللہ کے حق میں یہ عقیدہ بھی شرک ہے جس طرح اس کے بعد ذکر کردہ عقیدے شرک ہیں۔ اس لیے اس حصے کو حذف کر دینے کے بعد باقی عقیدوں کے شرک ہونے کے دعوے پر نہ کوئی اثر پڑتا ہے اور نہ عبارت کا مفہوم مسخ ہوتا ہے۔

اب عبارت کا دوسرا حصّہ جو حذف کیا گیا ہے اور جسے نقطوں کی علامت کے ذریعہ ظاہر کر دیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

"اس کو اشراک فی العلم کہتے ہیں یعنی اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا سو اس عقیدہ سے آدمی البتہ مشرک ہو جاتا ہے۔"

اس حذف شدہ حصّے میں بھی کوئی نئی بات نہیں کہی گئی ہے بلکہ اوپر والی عبارت میں جن عقیدوں کو شرک کہا گیا ہے۔ اُن کے متعلق صرف یہ بتایا گیا ہے کہ ان عقیدوں کا نام "اشراک فی العلم" ہے۔ اور یعنی کے بعد "اللہ کا سا علم اور کو ثابت کرنا"۔ یہ اشراک فی العلم کا اردو ترجمہ ہے۔

اور ظاہر ہے کہ جب ایک جگہ ان عقیدوں کو شرک کہہ دیا گیا تو اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کا سا علم ہے جو مخلوق کے لیے ثابت کیا جا رہا ہے۔ کیونکہ اگر وہ اللہ کا سا علم نہ ہو تو اسے شرک ہی کیوں کہا جائے گا۔

Marfat.com

اس لیے اس حصے کو حذف کر دینے کے بعد بھی چونکہ عبارت کا مفہوم اپنی جگہ پر ہے۔ لہٰذا اس عمل کو بھی خیانت، چوری اور تحریف نہیں کہہ سکتے۔

چوتھا الزام "زلزلہ" میں "ارواحِ ثلاثہ" کے حوالے سے ولی اللٰہی خاندان کے شاہ عبدالقادر صاحب سے متعلق کشف کے متعدد واقعات نقل کرنے کے بعد تقویۃ الایمان کی مندرجہ ذیل عبارت نقل کی گئی تھی جس میں مولوی اسماعیل دہلوی نے کشف کا دعوی کرنے والوں کو جھوٹا اور دغاباز لکھا ہے۔ نقل کردہ عبارت یہ ہے۔

"یہ سب جو غیب دانی کا دعوی کرتے ہیں کوئی کشف کا دعوی رکھتا ہے کوئی استخارہ کا عمل سکھاتا ہے۔ یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز"!

(تقویۃ الایمان ص ۲۳)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد علمائے دیوبند سے یہ سوال کیا گیا ہے کہ :-

"علمائے دیوبند کے معتمد شاہ عبدالقادر صاحب بھی ہیں اور شاہ اسمٰعیل دہلوی بھی۔ اب اس امر کا فیصلہ انہی کے ذمّہ ہے کہ دونوں میں کون جھوٹا ہے اور کون سچا ؟ (زلزلہ ص ۲۴)

"زلزلہ در زلزلہ" کے مصنف نے تقویۃ الایمان کی نقل کردہ عبارت میں تحریف و خیانت ثابت کرنے کے لیے تقویۃ الایمان کی جو پوری عبارت نقل کی وہ یہ ہے

"اس آیت سے معلوم ہوا کہ یہ سب جو غیب دانی کا دعوی کرتے ہیں کوئی کشف کا دعوی رکھتا ہے کوئی استخارہ کا عمل سکھاتا ہے، کوئی تقویم اور پترا نکالتا ہے کوئی رمل کا قرعہ پھینکتا ہے کوئی فالنامہ لئے پھرتا ہے یہ سب جھوٹے ہیں اور دغاباز، ان کے جال میں ہرگز نہ پھنسنا چاہیئے۔"

"لیکن جو شخص آپ غیب دانی کا دعویٰ نہ رکھتا ہو اور غیب کی بات

Marfat.com

معلوم کرنی اختیار میں نہ کہتا ہو بلکہ اتنی ہی بات بیان کرتا ہو کہ کچھ بات کبھی اللہ کی طرف سے معلوم ہو جاتی ہے سو وہ میرے اختیار میں نہیں کہ جو بات چاہوں تو معلوم کر لوں یا جب چاہوں تو دریافت کر لوں، یہ بات ہو سکتی ہے کہ شاید وہ سچا ہو یا مکار"۔

(تقویۃ الایمان ص۲۳)

اب آپ ہی انصاف سے بتایئے کہ پوری عبارت نقل کرنے کے بعد کیا یہ دعویٰ غلط ثابت ہو گیا کہ مولوی اسماعیل دہلوی کشف کے منکر ہیں اور کشف کا دعوی کرنے والوں کو وہ جھوٹا اور دغاباز سمجھتے ہیں۔ جب پوری عبارت نقل کرنے کے بعد بھی یہ دعویٰ اپنی جگہ پر ہے تو ثابت ہوا کہ عبارت کا جو حصہ حذف کیا گیا تھا اس دعوے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔

اور "لیکن" کے بعد جو باتیں انہوں نے بیان کی ہیں ان کا تعلق کشف سے نہیں بلکہ وحی اور الہام سے ہے۔ کیونکہ انہوں نے کشف کو بھی علم غیب کے زمرے میں شمار کیا ہے جس کا حوالہ پچھلے اوراق میں کہیں گذر چکا ہے۔ لہذا جس طرح وہ مخلوق کے حق میں علم غیب کے منکر ہیں اسی طرح کشف کے بھی منکر ہیں۔

اس بحث سے پوری وضاحت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ احیائی صاحب نے مصنف "زلزلہ" پر خیانت و تحریف کا جو چوتھا الزام لگایا ہے، وہ بھی بالکل بے بنیاد اور افترا ہے۔

پانچواں الزام "زلزلہ" میں دیوبندی مذہب کا تضاد ثابت کرنے کے لیئے "تذکرۃ الرشید" کے حوالے سے گنگوہی صاحب کے مرید کا یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ:-

"ایک روز خانقاہ میں لیٹے ہوئے اپنے شغل میں مشغول تھے کہ کچھ سکر

Marfat.com

پیدا ہوا اور حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کو دیکھا کہ سامنے تشریف لے جا رہے ہیں چلتے چلتے ان کو مخاطب بنا کر اس طرح امر فرمایا کہ دیکھو جو چاہو حضرت مولانا رشید احمد سے چاہنا" (تذکرۃ الرشید جلد ۲ ص ۳۰۹)

اس واقعہ پر "زلزلہ" کا تنقیدی تبصرہ یہ تھا:-

"شاہ ولی اللہ صاحب اور ان کا گھرانہ ہندوستان میں عقیدۂ توحید کا سب سے بڑا محافظ سمجھا جاتا ہے۔ لیکن سخت تعجب ہے کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ کر مولوی رشید احمد صاحب سے سب کچھ چاہنے کی ہدایت فرمائی شاہ صاحب کی طرف اتنا بڑا شرک منسوب کرتے ہوئے واقعہ کے راویوں کو کچھ تو شرم محسوس کرنی چاہیے تھی"۔

ایک طرف تو "اپنے مولانا" کو با اختیار اور صاحب تصرف ثابت کرنے کے لیے شاہ ولی اللہ صاحب کی زبانی یہ کہلوایا جاتا ہے اور دوسری طرف اپنی توحید پرستی کا ڈھونگ رچانے کے لیے عقیدہ یہ ظاہر کیا جاتا ہے"۔

(زلزلہ ص ۱۴۲)

"ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنی حاجت کی چیزیں اپنے رب سے مانگے۔ یہاں تک کہ نون (نمک) بھی اسی سے مانگے اور جوتی کا تسمہ جب ٹوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے"۔ (تقویۃ الایمان ص ۳۴)

"زلزلہ در زلزلہ" کے مصنف نے تقویۃ الایمان کی نقل کردہ عبارت میں خیانت و تحریف ثابت کرنے کے لئے جو پوری عبارت نقل کی ہے، وہ یہ ہے:-

"مشکوٰۃ کی کتاب الدعوات میں لکھا ہے کہ ترمذی نے ذکر کیا کہ پیغمبر خدا نے فرمایا کہ ہر کسی کو چاہیئے کہ اپنی سب حاجت کی چیزیں اپنے رب سے مانگے یہاں تک کہ نون (نمک) بھی اسی سے مانگے اور جوتی کا تسمہ جب

Marfat.com

لوٹ جائے وہ بھی اسی سے مانگے۔" (تقویۃ الایمان ص ۹۲)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد اچیالوی صاحب نے مصنف "زلزلہ" پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"نقل کیا گیا تھا اس حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان اور منسوب کردیا قادری صاحب نے مولانا شہید کی طرف، کیا یہ حوالہ کی غلطی نہیں ہے۔"

(زلزلہ در زلزلہ ص ۱۵۲)

اس کے بعد دیوبندی تہذیب کی نمائش ان الفاظ میں کی ہے :-

"اے بریلوی جماعت کے لوگو! کیا تم میں ایک بھی ہدایت یافتہ آدمی نہیں ہے جو زلزلہ کے مصنف کو پھٹکارنے کے لیے تیار ہو جائے۔" (ص ۵۲)

اگر مصنف "زلزلہ" پر صرف اس لیے خیانت کا الزام ہے کہ اس نے حضور علیہ السلام کے فرمان کو صاحب تقویۃ الایمان کا عقیدہ قرار دے دیا ہے تو اچیالوی صاحب صرف اتنا اعلان کر دیں کہ حضور کا یہ فرمان صاحب تقویۃ الایمان کا عقیدہ نہیں ہے تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ کھلے بندوں تحریف و خیانت کا الزام قبول کر لوں گا۔ لیکن اگر وہ یہ اعلان نہیں کر سکتے تو پھر بتائیں کہ میں نے کون سا غلط عقیدہ ان کی طرف منسوب کیا ہے۔

یہیں سے اپنے اور بیگانے کا فرق بھی واضح ہو گیا کہ دیوبند کے اکابر نے اپنی کتابوں میں جو عقیدے لکھے ہیں۔ آج جب ہم ان عقیدوں کو دیوبندیوں کا عقیدہ کہتے ہیں تو کوئی یہ سوال نہیں اٹھاتا کہ یہ فلاں کی تحریر ہے، ہماری طرف کیوں منسوب کی جا رہی ہے۔ لیکن افسوس کہ پیغمبر اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کو دیوبندیوں کا عقیدہ کہہ دینے پر اچیالوی صاحب اتنے مشتعل ہو گئے کہ انہیں لکھنؤ کے بھٹیاروں کی زبان استعمال کرنی پڑی۔

Marfat.com

اب اس کی وجہ سوا اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ جسے اپنا سمجھا گیا اس کی ہر بات بھی اپنی سمجھی گئی اور جو اپنا نہیں تھا اس کی ایک بات بھی اپنی نہیں ہو سکی۔

اجیاوی صاحب کی صریح خیانتوں کے نمونے

پھر کسی کتاب سے اسی طرح کا اقتباس اگر تحریف و خیانت ہے تو اجیاوی صاحب سنبھل جائیں کہ میں انہی کی کتاب سے تحریف و خیانت کا نقد الزام ان کے خلاف عائد کرنے جا رہا ہوں۔ انہوں نے اپنی کتاب میں اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے ملفوظ سے دو عبارتیں نقل کی ہیں۔ اب انہی کے بنائے ہوئے نقشے کے مطابق آمنے سامنے دونوں عبارتیں ملاحظہ فرمائیں۔

الملفوظ کی اصل عبارت	زلزلہ در زلزلہ کی نقل کردہ عبارت
سیدی شریف عبدالعزیز رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق و دق میدان میں ایک چھلا پڑا ہو۔	خان صاحب کی مندرجہ ذیل بات ملاحظہ فرمائیں۔ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں مومن کامل کی وسعت نگاہ میں ایسے ہیں جیسے کسی لق و دق میدان میں چھلا پڑا ہو۔
(الملفوظ حصہ چہارم ص۶۵)	(زلزلہ در زلزلہ ص۱۳۸)

اس عبارت میں ذرا کھلی ہوئی خیانت ملاحظہ فرمائیے کہ اول تو حذف کردہ فقرے کی کوئی علامت بھی یہاں ظاہر نہیں کی گئی ہے کہ پڑھنے والا اصل کتاب سے معلوم کر سکے اور دوسرا غضب یہ کیا گیا ہے کہ جو بات سیدی شریف عبدالعزیز رضی اللہ تعالےٰ عنہ کی تھی۔ وہ صریح لفظوں اعلیٰ حضرت کی طرف منسوب کر دی گئی

اب دوسرا نمونہ ملاحظہ فرمائیے :۔

Marfat.com

الملفوظ کی اصل عبارت	زلزلہ در زلزلہ میں نقل کردہ عبارت
ایک بزرگ فرماتے ہیں وہ مرد نہیں جو تمام دنیا کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے انہوں نے سچ فرمایا اپنے مرتبہ کا اظہار کیا	.... وہ مردِ نہیں جو تمام کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے ....
ان کے بعد حضرت شیخ بہاء الملۃ و الدین نقشبند قدس سرہ نے فرمایا میں کہتا ہوں مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو ایک انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے	.... یا مرد وہ نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔
(الملفوظ حصہ اول صہ)	(از زلزلہ در زلزلہ صہ ۱۴۱)

خالی جگہوں میں یہ نقطے احیائی صاحب نے نہیں لگائے ہیں کہ حذف کی علامت سمجھی جائے بلکہ انہوں نے ملفوظ کی جو عبارت نقل کی ہے وہ صرف اتنی ہے "وہ مرد نہیں جو تمام کو مثل ہتھیلی کے نہ دیکھے یا وہ مرد نہیں جو تمام عالم کو انگوٹھے کے ناخن کے مثل نہ دیکھے۔"

دیکھ رہے ہیں آپ احیائی صاحب کی بے حیائی! کہ بغیر کسی علامت کے فقرے کے فقرے حذف کر دیئے ہیں اب آپ ہی انصاف سے بتایئے کہ اسے صریح چوری اور بدترین خیانت کے سوا اور کیا کہیں گے؟

حوالے کی اس صریح چوری اور کھلی ہوئی خیانت کے بعد اگر میں بھی احیائی صاحب کی زبان میں دیوبندی جماعت کے لوگوں کو للکاروں تو کیسا لگے گا؟

چھٹا الزام

"زلزلہ" کا جن حضرات نے مطالعہ کیا ہے، وہ اس بات سے اچھی طرح واقف ہیں کہ "زلزلہ" میں دیوبندی مذہب کی تصویر کے دو رخ پیش کئے گئے ہیں پہلے رخ میں علمائے دیوبند کا مسلک و عقیدہ بیان

Marfat.com

کیا گیا ہے اور دوسرے رخ میں عقیدہ و مسلک کے خلاف علمائے دیوبند کا عمل بتایا گیا ہے۔

اتنا سمجھ لینے کے بعد اب تصویر کے پہلے رخ میں تقویۃ الایمان کی ایک عبارت ملاحظہ فرمائیے :۔

اور اس بات میں (یعنی غیب کی بات نہ جاننے میں) اولیاء و انبیاء اور جن و شیطان اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں! (تقویۃ الایمان)

("زلزلہ" صہ ۵۵)

یعنی غیب کی بات نہ جاننے میں) یہ فقرہ تقویۃ الایمان کا نہیں مصنف "زلزلہ" کا ہے جسے ہلالین کے ذریعہ واضح کر دیا گیا ہے۔ لیکن مجھے نہایت افسوس ہے کہ اجیانی صاحب نے اپنی کتاب میں یہ عبارت نقل کرتے وقت "ہلالین" کی علامت کو حذف کر دیا ہے۔ یہ نقل کی بدترین خیانت ہے یہ ناپاک حرکت انہوں نے اس لیے کی ہے تاکہ قارئین کو وہ دھوکہ دے سکیں کہ مصنف "زلزلہ" نے "تقویۃ الایمان" کی عبارت میں اپنی طرف سے ایک فقرے کا اضافہ کر دیا۔ حالانکہ وہ اضافہ نہیں بلکہ "اس بات" کی تفصیل ہے۔

اب رہ گیا اجیانی صاحب کا یہ الزام کہ یہ تفصیل "تقویۃ الایمان" کی عبارت کے کسی فقرے سے نہیں نکلتی تو اس کے جانچنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ "تقویۃ الایمان" کی پوری عبارت نقل کر دی جائے اور قارئین خود فیصلہ کر لیں کہ یہ تفصیل "تقویۃ الایمان" کی عبارت کے کسی فقرے سے نکلتی ہے یا نہیں "تقویۃ الایمان" کی عبارت یہ ہے:

شرک کے معنیٰ یہ کہ جو چیزیں اللہ نے اپنے واسطے خاص کی ہیں اور اپنے بندوں پر نشان بندگی ٹھہرائے ہیں۔ وہ چیزیں اور کسی کے واسطے کرنی جیسے سجدہ کرنا اور اس کے نام کا جانور ذبح کرنا اور اس کی منت ماننا

Marfat.com

اور مشکل کے وقت پکارنا اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا اور تصرف قدرت کی ثابت کرنی سو ان باتوں سے شرک ثابت ہو جاتا ہے۔ گو کہ پھر اس کو اللہ تعالیٰ سے چھوٹا سمجھے اور اسی کا مخلوق اور اسی کا بندہ اور اس بات میں اولیاء انبیاء میں اور جن و شیطان میں اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں۔" (تقویۃ الایمان)

غور فرمایئے! "اور ہر جگہ حاضر و ناظر سمجھنا" اس فقرے کا مفہوم سوا اس کے اور کیا ہے کہ اسے غیب دان سمجھنا کیونکہ کسی کے متعلق ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے کا عقیدہ صاحب "تقویۃ الایمان" کے نزدیک اسی بنیاد پر شرک ہے کہ وہ علم غیب کو مستلزم ہے۔ منجملہ دیگر عقاید کے اس عقیدے کو بھی انہوں نے مخلوق کے حق میں شرک قرار دیا ہے اور آخیر میں کہا ہے کہ "اس بات میں اولیاء انبیاء اور جن و شیطان اور بھوت و پری میں کچھ فرق نہیں۔"

اب "تقویۃ الایمان" کی مذکورہ بالا عبارت کو سامنے رکھ کر آپ ہی فیصلہ کریں کہ "اس بات میں" کہہ کر ان کا اشارہ عقیدہ علم غیب کی طرف بھی ہے یا نہیں؟ اور اگر "اس بات" سے ان کی مراد مخلوق کے حق میں علمِ غیب اور تصرف کی قدرت کا نہ ہونا نہیں ہے تو پھر بتا دیا جائے کہ وہ اولیا و انبیاء اور جن و شیطان اور بھوت و پری کے درمیان برابری کس چیز میں ثابت کر رہے ہیں۔

مذکورہ بالا توضیح کے بعد آفتاب نیمروز کی طرح ثابت ہو گیا کہ اس عبارت میں بھی "زلزلہ" کے مصنف پر تحریف و خیانت کا الزام قطعاً بے بنیاد، خلاف واقعہ اور افترا محض ہے۔

ساتواں الزام

زلزلہ میں "مولانا محمد احسن نانوتوی" نام کی ایک کتاب کے حوالہ سے مدرسۂ دیوبند کے متعلق ایک انگریز کا یہ معائنہ نقل کیا

Marfat.com

گیا ہے کہ یہ مدرسہ خلاف سرکار نہیں بلکہ ممد و معاون سرکار ہے۔ کتاب کے مصنف کا تعارف کراتے ہوئے زلزلہ میں لکھا گیا تھا کہ :۔

"ایک دیوبندی فاضل نے "مولانا محمد احسن نانوتوی" کے نام سے موصوف کی سوانح حیات لکھی ہے۔" (زلزلہ ص۹۴)

اب اس پر احیائی صاحب کا اعتراض ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں :۔

کتاب کے پیش لفظ میں یہ صاف صاف لکھا ہوا ہے کہ کتاب کے مصنف کتاب لکھتے وقت صرف بی اے تھے۔ وہ فاضل دیوبند تو الگ رہا کسی اسلامی درس گاہ کے بھی فاضل نہ تھے۔ بعد میں پھر انہوں نے ایم اے کیا۔ بھلا ہو ہمارے قادری صاحب کا کہ انہوں نے مولانا محمد احسن نانوتوی کے مصنف کو فاضل دیوبند کی سند بھی عنایت فرمادی"۔ (زلزلہ در زلزلہ ص۵۰)

عقل و فہم کی اس یتیمی پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے کہاں "دیوبندی فاضل" اور کہاں "فاضل دیوبند" دونوں کو احیائی صاحب نے ایک سمجھ لیا۔ حالانکہ "فاضل" کا لفظ دانشور کے معنیٰ میں عام طور پر مستعمل ہے، جیسا کہ "فاضل جج" کہا جاتا ہے۔

لیکن احیائی صاحب کی کھوپڑی میں جس ساخت کی عقل ہے میرا خیال ہے کہ وہ فاضل جج کا مفہوم "مولانا جج" سمجھتے ہوں گے۔ "فاضل دیوبند" اگر لکھا ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ میں نے انہیں مدرسہ دیوبند کا فارغ التحصیل لکھ دیا۔ لیکن دیوبندی فاضل کا مفہوم صرف اتنا ہے کہ ایک دانشور جو مسلکاً دیوبندی ہے۔ احیائی صاحب نے اسے بھی تحریف و خیانت ہی کے زمرے میں شمار کیا ہے۔ اب رہ رہ کر مجھے پچھتاوا ہو رہا ہے کہ مولانا احسن نانوتوی کے مصنف کی نشاندہی کرتے ہوئے میں نے اہلِ علم کی زبان کیوں استعمال کی جس کے یہ لوگ قطعاً اہل نہیں تھے۔

Marfat.com

آٹھواں الزام زلزلہ میں فتاویٰ رشیدیہ سے مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کا ایک فتویٰ نقل کیا گیا ہے جو یہ ہے :-

"جو شخص اللہ جل شانہٗ کے سو علم غیب کسی دوسرے کو ثابت کرے -- ...... وہ بیشک کافر ہے۔ اس کی امامت اور اس سے میل جول، محبت و مودت سب حرام ہے۔" (فتاویٰ رشیدیہ جلد ۱ صـ۱۴۱)

اس فتوے میں جہاں نقطے لگے ہوئے ہیں وہ اس بات کی علامت ہیں کہ یہاں عبارت کا کچھ حصہ محذوف ہے۔ اس واضح نشاندہی کے بعد اسے نقل کی چوری یا خیانت کہنا انتہا درجہ کی بددیانتی ہے۔

فتاویٰ رشیدیہ کی اس عبارت کے سلسلہ میں اعتراض اور جواب کی پوری تفصیل دوسرے باب میں گذر چکی ہے۔ میں احیائی صاحب سے درخواست کروں گا کہ وہ اس مقام کی پوری بحث پڑھ ڈالیں اور اس کے بعد بتائیں کہ اب انہیں کیا اعتراض ہے۔؟

نواں الزام زلزلہ میں فتاویٰ رشیدیہ کے حوالہ سے علم غیب کے سلسلے میں ایک عبارت اور نقل کی گئی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں :-

"پس اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے۔"

اس پر احیائی صاحب نے خیانت کا الزام عائد کرتے ہوئے فتوے کی پوری عبارت نقل کی ہے، وہ یہ ہے۔

"علم غیب میں تمام علماء کا عقیدہ اور مذہب یہ ہے کہ سوائے حق تعالیٰ کے اس کو کوئی نہیں جانتا وَعِنْدَهٗ مَفَاتِیْحُ الْغَیْبِ لَا یَعْلَمُهَا اِلَّا هُوَ خود حق تعالیٰ فرماتا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے پاس علم غیب کا ہے کوئی نہیں جانتا سوائے اس کے پس اثبات علم غیب

Marfat.com

غیر حق تعالیٰ کو شرک صریح ہے مگر ہاں جو بات کہ حق تعالیٰ اپنے کسی مقبول کو بذریعہ وحی یا کشف بتا دیوے وہ اس کو معلوم ہو جاتی ہے۔

(فتاویٰ رشیدیہ جلد ۳ صٓ)

اس عبارت کے نقل کرنے کے بعد احیائی صاحب تحریر فرماتے ہیں :-

مولانا گنگوہی صاحب نے صاف صاف فرما دیا کہ غیب کی بات خدا کے بتائے بغیر کوئی نہیں جان سکتا۔ اگر کوئی آدمی ایسا عقیدہ رکھتا ہے تو وہ شرک صریح کا مرتکب ہے۔ ہاں اللہ تعالیٰ غیب کی باتیں وحی کشف الہام وغیرہ کے ذریعہ انسان کو بتا دیتا ہے۔"

"لیکن قادری صاحب بھی کیا کرتے مجبور تھے۔ اگر بعد والی عبارت بھی نقل کر دیتے تو زلزلہ کا سارا پلان ہی بلبلے کی طرح بیٹھ جاتا۔

(زلزلہ در زلزلہ صـ۶۲)

"زلزلہ" کا پلان کیا ہے؟ یہ ثابت کرنا کہ علمائے دیوبند کے نزدیک کسی بھی مخلوق کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھنا شرک ہے۔ بعد والی عبارت نقل کی جائے یا نہ کی جائے اس پلان پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ کیونکہ سوال یہاں وحی یا کشف کے ذریعہ چھپی بات کے جاننے کا نہیں بلکہ کسی مخلوق کے حق میں علم غیب کا عقیدہ رکھنے کا ہے۔ اسی کو گنگوہی صاحب نے اپنے فتوے میں شرک قرار دیا ہے۔

اگر فتویٰ نقل کر کے احیائی صاحب یہ ثابت کرنا چاہتے ہیں کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک اثبات علم غیب غیر حق تعالیٰ کو صریح شرک نہیں ہے، تو وہ فتوے کے کسی بھی فقرے سے یہ ثابت کر دکھائیں۔ میں حوالے کی خیانت تسلیم کر لوں گا اور اگر وہ یہ نہیں ثابت کر سکتے تو پورا فتویٰ نقل کیا جائے یا صرف اتنا ہی حصہ، اصل مسئلے کی حقیقت پر کیا اثر پڑتا ہے ۔ کیونکہ پورا فتویٰ نقل کرنے کے بعد بھی

Marfat.com

زلزلہ میں جو بات نقل کی گئی ہے وہ اپنی جگہ پر ہے۔

واضح رہے کہ گنگوہی صاحب کے نزدیک وحی اور کشف کے ذریعہ کسی مخفی بات کا جو علم حاصل ہوتا ہے۔ اسے علم غیب نہیں کہا جاسکتا۔

(حوالہ کے لیے دیکھئے "بریلوی فتنہ کا نیا روپ")

دسواں الزام فتاوی رشیدیہ کے حوالے سے "زلزلہ" میں گنگوہی صاحب کا یہ فتوی نقل کیا گیا ہے کہ :-

جب انبیاء علیہم السلام کو بھی علم غیب نہیں ہوتا تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا! (از زلزلہ ص ۵۸)

اس اقتباس پر خیانت کا الزام عائد کرتے ہوئے احیائی صاحب نے جو پورا فتوی نقل کیا ہے وہ یہ ہے :-

"جب انبیاء علیہم السلام کو بھی علم غیب نہیں ہوتا تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ اگر یہ عقیدہ کرکے کہے کہ وہ دور سے سنتے ہیں بسبب علم غیب کے تو خود کفر ہے اور جو عقیدہ نہیں تو کفر نہیں مشابہ بہ کفر ہے البتہ اگر اس کلمہ کو درود شریف کے ضمن میں کہے اور یہ عقیدہ کرے کہ ملائکہ اس درود شریف کو آپ کے پیش عرض کرتے ہیں تو درست ہے۔ الخ

(فتاوی رشیدیہ جلد ۳ ص ۸۰)

پورا فتوی غور سے پڑھیے اور بتایئے کہ ہم نے کہاں خیانت کی ہے جب انبیاء علیہم السلام کو بھی علم غیب نہیں ہوتا تو یارسول اللہ کہنا بھی ناجائز ہوگا۔ یہ فقرہ اچھی طرح واضح کررہا ہے کہ علم غیب کا عقیدہ رکھ کر یارسول اللہ کہنا ناجائز ہے۔ پورا فتوی نقل کرنے کے بعد بھی ان کا یہ مسلک اپنی جگہ پر ہے۔ ہاں اگر ایسا ہوتا کہ فتوے کا ایک ٹکڑا کچھ بتاتا اور پورا فتوی کچھ بتاتا تو البتہ اسے خیانت

Marfat.com

کہہ سکتے تھے۔ لیکن جب فتوے کا نقل کردہ ٹکڑا بھی یہی بتاتا ہے کہ علم غیب کی بنیاد پر یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے اور پورا فتویٰ بھی یہی ظاہر کرتا ہے کہ علم غیب کی بنیاد پر یا رسول اللہ کہنا یا تو کفر ہے یا کفر کے مشابہ ہے تو اب خیانت کے الزام کی گنجائش ہی کہاں باقی رہتی ہے۔

احیائی صاحب نے مصنف زلزلہ پر خیانت کا الزام عائد کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے:-

"قادری صاحب نے فتاویٰ رشیدیہ کا ایک جملہ نقل کر کے قارئین کو یہ کتنا غلط تاثر دینے کی کوشش کی ہے کہ یا رسول اللہ ہر جگہ ناجائز ہوگا حالانکہ مولانا گنگوہی نے یہ تصریح کردی کہ یا رسول اللہ اگر درود شریف کے ساتھ کہا جائے تو ناجائز نہیں۔ یہ ناجائز ہوگا جب کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے خود سماعت فرماتے ہیں"۔

(زلزلہ در زلزلہ ص۶۶)

اسی کو کہتے ہیں مسلک کی غلط ترجمانی! گنگوہی صاحب تو یہ لکھتے کہ دور سے سننے کا عقیدہ رکھا جائے تو یا رسول کہنا کفر ہے اور اگر یہ عقیدہ نہیں ہے تو گو کفر نہیں لیکن کفر کے مشابہ ضرور ہے اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہے کہ دور سے سننے کا عقیدہ رکھا جائے یا نہ رکھا جائے دونوں حالتوں میں گنگوہی صاحب کے نزدیک یا رسول اللہ کہنا ناجائز ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ ناجائز اس وقت ہوگا جب کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے خود سماعت فرماتے ہیں۔ کہیے یہ مسلک کی تحریف اور اپنے مذہب میں کھلی ہوئی خیانت ہے یا نہیں ہے؟ ع

پسینہ پونچھیے اپنی جبیں سے

Marfat.com

گیارہواں الزام ”زلزلہ“ میں تذکرۃ الرشید کے حوالہ سے ضلع جالندھر کے منشی رحمت علی نام کے ایک صاحب کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے اپنے دل میں ٹھان لیا تھا کہ :-

”جب تک حضرت پیران پیر رحمۃ اللہ علیہ خواب میں تشریف لا کر خود ارشاد نہ فرمادیں گے کہ فلاں شخص سے بیعت ہو اس وقت تک بطور خود کسی سے بیعت نہ کروں گا۔ اسی حالت میں ایک مدت گذر گئی کہ یہ اپنے خیال پر جمے رہے۔ آخر ایک شب حضرت پیران پیر قدس سرہٗ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ حضرت شیخ نے یوں ارشاد فرمایا کہ اس زمانے میں مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو حق تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے کہ جب کوئی حاضر ہونے والا السلام علیکم کہتا ہے تو آپ اس کے ارادہ سے واقف ہو جاتے ہیں اور جو ذکر و شغل اس کے مناسب ہوتا ہے وہی بتلاتے ہیں۔ (تذکرہ جلد ۱ صفحہ ۳۱۲)

اس واقعہ پر ”زلزلہ“ میں دیوبندی مذہب کے خلاف جو الزام عائد کیا گیا ہے وہ یہ ہے۔

”دیکھ لیا آپ نے؟ صرف اپنے شیخ کی غیب دانی کا سکہ چلانے کے لئے حضرت سید الاولیاء سرکار غوث الوریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانی ایک ایسے عقیدے کی تشہیر کی جارہی ہے جو دیوبندی مذہب میں قطعاً شرک ہے اور طرفہ تماشہ یہ ہے کہ بیان کا لب ولہجہ تردیدی بھی نہیں ہے کہ الزام اپنے سر سے ٹال سکیں“۔

اب ایک طرف یہ واقعہ منظر میں رکھیے اور دوسری طرف ”تقویۃ الایمان“ کی یہ عبارت پڑھیے تو حید پرستی کا سارا بھرم کھل جائے گا۔ وہ عبارت یہ ہے۔

Marfat.com

(جو کوئی کسی کے متعلق یہ تصور کرے) "کہ جو بات میرے منہ سے نکلتی ہے وہ سب سن لیتا ہے اور جو خیال وہم میرے دل میں گذرتا ہے وہ سب سے واقف ہے۔ سو ان باتوں سے مشرک ہو جاتا ہے اور اس قسم کی باتیں سب شرک ہیں۔" (تقویۃ الایمان صـ۸)

بجائے اس کے کہ "زلزلہ در زلزلہ" کے مصنف اپنے اکابر کے سر سے یہ عذاب ٹالتے اور اس ہلاکت خیر الزام کا جواب دیتے ——— انھوں نے انتہائی بےحیائی کے ساتھ "زلزلہ" کے مصنف پر ان لفظوں میں تبرّا کیا ہے :۔

"مندرجہ بالا اقتباس نقل کرنے کے بعد قادری صاحب نے حسب عادت نیش زنی کے وہ کمالات دکھلائے ہیں کہ شیطان بھی ان کی پیٹھ ٹھونکے ہیں ہر انصاف پسند بریلوی سے کہوں گا کہ وہ تذکرۃ الرشید جلد اول کھولے اور اس اقتباس کو دیکھے پھر اسے معلوم ہو جائے گا کہ قادری صاحب نے یہ کیا کمال کیا ہے۔ اقتباس کے متصل ہی ایک جملہ ہے :۔

"پھر آنکھ کھل گئی"۔ (تذکرۃ الرشید جلد ا صـ۳۱۲)

اگر یہی جملہ نقل کر دیتے تو لوگوں کو یہ معلوم ہو جاتا کہ یہ سب کچھ خواب میں ہوا اور خواب کی دُنیا اتنی وسیع ہے کہ اس میں بہت سی ان ہونی بھی ہو جاتی ہے۔ ازلزلہ در زلزلہ صـ۶۸)

میں کن لفظوں میں اپنے اس افسوس کا اظہار کروں کہ احیائی صاحب اب تک یہی نہیں سمجھ سکے کہ اس واقعہ پر میرا اصل اعتراض کیا ہے؟ بحث یہ نہیں ہے کہ یہ واقعہ خواب کا تھا یا بیداری کا۔ دراصل بحث کی چیز یہ ہے کہ اس واقعہ میں مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے لیے حضور غوث الوریٰ کی زبانی ایک ایسے علم کا ادعا کیا گیا ہے جو "تقویۃ الایمان" کی رو سے صریح شرک ہے۔

Marfat.com

بجائے اس کے کہ احیائی صاحب واقعہ اور عقیدہ کے درمیان جو تضاد ہے وہ اٹھاتے انہوں نے ایک فقرہ تلاش کر کے کہ "اس کے بعد آنکھ کھل گئی" خیانت کا الزام عائد کر دیا۔

اگر خواب ہی کی بات ثابت کرنی تھی تو اس کی صراحت تو خود واقعہ ہی کے اندر موجود ہے۔ "اس کے بعد آنکھ کھل گئی" کا فقرہ نہ بھی نقل کیا گیا تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔

اب رہ گیا یہ سوال کہ یہ واقعہ خواب کا ہے اور ظاہر ہے کہ خواب کی کسی بات پر کوئی شرعی مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ تو میرا الزام خواب دیکھنے والے پر نہیں ہے بلکہ گنگوہی صاحب کی فضیلت و بزرگی ثابت کرنے کے لیے بیداری کی حالت میں اس خواب کو اپنی کتاب میں درج کرنے والے پر ہے۔ کیونکہ یہ خواب یوں ہی نہیں کتاب میں شامل کر لیا گیا ہے بلکہ یہ اور اس طرح کے دوسرے خوابوں کو درج کرنے سے پہلے تمہید یہ باندھی گئی ہے کہ:۔

"زمانہ کے اکابر و خاصان خدا کی شہادت اور عالم منام (خواب) و واقعہ کے ذریعہ بھی خود آپ کو اور آپ کے متوسلین و اہل عصر مسلمین کو جتلایا گیا کہ ولایت میں آپ کا مرتبہ کیا ہے۔" (تذکرۃ الرشید صفحہ ۳۰۶)

اور پھر خواب دیکھنے والے نے اپنا خواب بیان کرنے کے بعد صرف اتنا ہی نہیں کہا کہ "اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی"۔ بلکہ اسی کے ساتھ یہ فقرہ بھی ہے جسے احیائی صاحب نے ازراہِ خیانت چھپا لیا ہے کہ "دیکھا تو قلب میں ایک سکون اور طمانیت کا اثر موجود تھا۔"

یہ اسی بات کی طمانیت تو تھی کہ گنگوہی صاحب کے بارے میں سرکار غوث الوری نے خواب میں جو بشارت دی ہے۔ اس سے اچھی طرح ظاہر ہوتا ہے کہ

Marfat.com

ولایت میں آپ کا مرتبہ کیا ہے۔؟

سوچنے کی بات تو یہی ہے کہ گنگوہی صاحب کے حق میں غیب دانی کا یہ عقیدہ ان کے مرتبے کے اظہار کا ذریعہ بن گیا۔ لیکن سر پیٹ لینے کی بات یہ ہے کہ انبیاء و اولیاء کے لیے یہی عقیدہ شرک کی علامت قرار دے دیا گیا۔ جیسا کہ تقویۃ الایمان کے مصنف مولوی اسماعیل دہلوی تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"جو کوئی دعوی کرے کہ میرے پاس ایسا کچھ علم ہے کہ جب میں چاہوں اس سے غیب کی بات معلوم کرلوں اور آئندہ باتوں کا معلوم کر لینا قابو میں ہے سو وہ بڑا جھوٹا ہے کہ دعویٰ خدائی کا کرتا ہے اور جو کوئی کسی نبی یا ولی یا جن و فرشتہ کو، امام یا امام زادے یا برہمن انشٹی کو یا بھوت و پری کو ایسا جانے اور اس کے حق میں یہ عقیدہ رکھے مشرک ہو جاتا ہے۔" ص ۲۱

اب آپ ہی حق کی مظلومی کے ساتھ انصاف کریں کہ ایک ہی عقیدہ کہیں مشرک بنا دے اور کہیں ولایت کا مرتبہ ظاہر کرے۔ آخر یہ اپنے اور بیگانے کا امتیاز نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

پوری برادری کو ایک چیلنج

اسی بحث میں احیائی صاحب نے اپنی کتاب کے ص ۶۷ پر "زلزلہ" کے ص ۱۵۸ کے حوالے سے ایک اقتباس نقل کیا ہے جو "ضلع جالندھر کے منشی رحمت علی لکھتے ان کا کہنا تھا" سے شروع ہوتا ہے۔ اس کے متعلق مصنف سے لے کر بمبئی اور دیوبند کے مبصرین تک پوری دیوبندی برادری کو میں چیلنج کرتا ہوں کہ ان کے اندر ذرا بھی غیرت کا شائبہ ہو تو وہ ہو بہو یہ عبارت "زلزلہ" کے صفحہ ۱۵۸ پر دکھلائیں اور اگر نہیں دکھلا سکتے تو دوسروں پر خیانت کا الزام عائد کرنے والے خود اپنے داغدار چہرے کا دھبہ مٹائیں۔

Marfat.com

دوسری بحث جواب الجواب میں

اچھائی صاحب نے اپنی بے حیائی یا نا سمجھی سے "زلزلہ" کے مصنف کے خلاف حوالے کی خیانتوں کے جتنے الزامات عائد کیے تھے آپ نے دیکھ لیا کہ ان کے دھوئیں اڑ گئے اور الٹے رنگے ہاتھوں انہی کی متعدد چوریاں پکڑی گئیں۔ اس طرح اپنی برادری میں ان کی ساری چیمپئن شپ خاک میں مل گئی۔

اب انھوں نے "زلزلہ" کی عبارتوں پر جو اعتراضات کئے ہیں یا اعتراضات کے جو جوابات دیئے ہیں آنے والے صفحات میں دلائل کی قوت کے ساتھ ان کا تنقیدی جائزہ ملاحظہ فرمائیں۔

دندان شکن جواب | علم غیب اور تصرف کے بارے میں علمائے دیوبند کے مسلک کی وضاحت کرتے ہوئے "زلزلہ" میں لکھا گیا تھا۔

اب اس سلسلے میں علمائے دیوبند کا کہنا ہے کہ انبیاء و اولیاء کے حق میں اس طرح کا عقیدہ رکھنا شرک اور کفر ہے۔ خدا نے نہ انہیں علم غیب عطا کیا ہے اور نہ تصرف کا کوئی اختیار بخشا ہے وہ معاذ اللہ بالکل ہماری طرح مجبور، بے خبر اور نادان بندے ہیں خدا کی چھوٹی یا بڑی کسی مخلوق میں بھی جو اس طرح کی قوت تسلیم کرتا ہے وہ خدا کی صفات میں اسے شریک ٹھہراتا ہے۔ ایسا شخص توحید کا مخالف، اسلام کا منکر

Marfat.com

اور قرآن و حدیث کا باغی ہے۔ (زلزلہ صہ ۵۲)

یہ عبارت نقل کرنے کے بعد احیائی صاحب تحریر فرماتے ہیں، نہیں بلکہ خودکشی کرتے ہیں :۔

"اگر واقعی علمائے دیوبند کا وہ عقیدہ ہوتا جو مندرجہ بالا اقتباس سے ظاہر ہے تو مولوی قادری صاحب کا بگڑنا حق بجانب تھا لیکن کیا ایسی بات ہے؟ (زلزلہ در زلزلہ صہ ۴۳)

معاذ اللہ! میں نے کبھی اس بات کی آرزو نہیں کی کہ علمائے دیوبند اس طرح کا عقیدہ رکھیں۔ اگر واقعی علمائے دیوبند کا ایسا عقیدہ نہیں ہے تو وہ برملا اس بات کا اعتراف کر لیں کہ وہ خدا کے مقرب بندوں میں غیب دانی اور تصرّف کی قوت تسلیم کرتے ہیں۔

لیکن آج میں خود احیائی صاحب کے قلم سے ان کے جھوٹ کا پردہ فاش کر کے یہ ثابت کر دینا چاہتا ہوں کہ ان پر قادری صاحب کا بگڑنا حق بجانب تھا اور ہے۔ احیائی صاحب اپنی اسی کتاب کے صہ ۸۲ پر تحریر فرماتے ہیں :۔

"اس عبارت میں مولانا شہید نے بات صاف کر دی کہ جب چاہے غیب کی بات معلوم کر لے یہ غیر خدا کے لیے ممکن نہیں ہے۔ یہ قوت کسی انسان کے لیے ماننا خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے۔" (زلزلہ در زلزلہ صہ ۸۲)

انصاف سے کہیئے! یہ بالکل وہی بات ہوئی یا نہیں جو علمائے دیوبند کے عقیدے کے متعلق "زلزلہ" میں بیان کی گئی ہے کہ خدا کی چھوٹی یا بڑی کسی مخلوق میں بھی جو اس طرح کی قوت تسلیم کرتا ہے وہ خدا کی صفات میں اسے شریک ٹھہراتا ہے فرمایئے! اب تو ثابت ہو گیا نا کہ قادری صاحب کا بگڑنا بالکل حق بجانب

Marfat.com

تھا۔ اگر آپ لوگوں کا عقیدہ بگڑا نہ ہوتا تو قادری صاحب کو ضرورت ہی کیا پڑی تھی بگڑنے کی۔

ہاتھ کنگن کو آرسی کیا

اب دوسرے الزام کی صفائی میں احیائی صاحب کا ذرا یہ معصومانہ انداز ملاحظہ فرمائیں ایسا لگتا ہے جیسے وہ ابھی آسمان سے اترے ہیں اور انہیں کچھ نہیں معلوم کہ دیوبند میں کیا گل کھلایا گیا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:۔

معمولی عقل و دانش کا مالک یہ بات سمجھ سکتا ہے کہ اگر علمائے دیوبند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ اپنی طرح نادان، بے خبر سمجھتے تو آپ کو رسول ماننے کی ضرورت ہی کیا تھی۔ (زلزلہ در زلزلہ صد ۸۲)

سبحان اللہ! یہ سوال تو بالکل ایسا ہی ہے جیسے مدینے کے منافقین کے بارے میں کوئی صفائی پیش کرے کہ اگر ان کے دلوں میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے کوئی کدورت ہوتی یا وہ دل سے حضور کی رسالت و عظمت کے معترف نہ ہوتے تو انہیں کلمہ پڑھنے یا نماز کے لیے مسجد میں آنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ بحث کو طول دینے کے بجائے اب میں اگر کا پردہ فاش کر کے یہ ثابت کر رہا ہوں کہ واقعۃً علمائے دیوبند حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اپنی طرح بے خبر اور نادان بندہ تصور کرتے ہیں۔ ثبوت کے لیے تقویۃ الایمان کے یہ حوالے ملاحظہ فرمائیں۔

"ان باتوں میں بھی سب بندے بڑے ہوں یا چھوٹے سب یکساں بیخبر ہیں اور نادان۔" (صد ۲۰)

ان باتوں میں سب بندے بڑے اور چھوٹے برابر ہیں۔ عاجز اور بے اختیار۔ (صد ۲۰)

Marfat.com

واضح رہے کہ چھوٹے بندوں سے عام مخلوق مراد ہے اور بڑے بندوں سے انبیاء مراد ہیں۔"

نخوت فکر کا علاج احیائی صاحب نے مصنف زلزلہ پر اپنی دانست میں ایک ایسا وار کیا ہے کہ جیسے اب مصنف کا ہلاکت کے دلدل سے بچ نکلنا بہت مشکل ہے۔ نادان بچوں کی طرح خوش فہمی میں مبتلا ہونے کا ازالہ ملاحظہ فرمائیں "زلزلہ" کی اس عبارت پر کر:-

"مسلمانوں کی عظیم اکثریت انبیاء و اولیاء کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتی ہے کہ خدا نے ان نفوس قدسیہ کو غیبی علم وادراک کی مخصوص قوت عطا کی ہے جس کے ذریعہ انہیں مخفی امور اور چھپے ہوئے احوال کا انکشاف ہوتا ہے۔" (زلزلہ صد ۵۲)

احیائی صاحب نے مصنف "زلزلہ" پر یہ سنگین الزام عائد کیا ہے کہ:-

"مولوی احمد رضا خاں صاحب تو فرمائیں کہ بے خدا کے بتائے کسی کو بھی ذرہ بھر کا علم ماننا ضرور کفر ہے۔ مگر یہ زلزلہ کے فاضل مصنف نفوس قدسیہ کے لیے غیبی علم وادراک کی مخصوص قوت کا انکشاف کریں جن کے ذریعہ وہ جمیع علم ما کان وما یکون حاصل کر لیتے ہیں۔ اب معلوم نہیں مولوی احمد رضا خاں صاحب صحیح مسلک کی ترجمانی کر رہے ہیں یا مولوی ارشد القادری۔" (زلزلہ در زلزلہ صد ۹۳)

دونوں میں تضاد کیا ہے کہ فیصلے کے لیے پنچایت کی ضرورت پڑے۔ خدا کسی کو ایک بات کا علم عطا کرے یا کسی کو غیبی علم وادراک کی قوت مرحمت فرمائے، دونوں اسی کا عطیہ ہے۔ کفر کا سوال تو وہاں پیدا ہوتا ہے جہاں خدا کی عطا درمیان میں نہ ہو اور پھر کوئی غیب دانی کا دعویٰ کرے۔

Marfat.com

البتہ اجیالی صاحب نفوس قدسیہ کے لیے "زلزلہ" میں میرا یہ دعویٰ دکھلائیں کہ غیبی علم و ادراک کی مخصوص قوت کے ذریعہ وہ جمیع علم ما کان وما یکون حاصل کر لیتے ہیں۔ میرا دعویٰ صرف یہ ہے۔ جسے اجیالی صاحب نے بھی نقل کیا ہے کہ خدا نے ان نفوس قدسیہ کو غیبی علم و ادراک کی مخصوص قوت عطا کی ہے۔ جس کے ذریعہ انہیں مخفی امور اور چھپے ہوئے احوال کا انکشاف ہوتا ہے۔

غیبی علم و ادراک کی قوت معلوم کرنا چاہتے ہوں تو اپنے گھر کی یہ کتاب پڑھیے۔

"بعض کامل الایمان بزرگوں کو جن کی عمر کا بیشتر حصہ تزکیۂ نفس اور روحانی تربیت میں گذرتا ہے، باطنی اور روحانی حیثیت سے ان کو منجانب اللہ ایسا ملکہ راسخہ حاصل ہو جاتا ہے کہ خواب یا بیداری میں ان پر وہ امور "خود بخود" منکشف ہو جاتے ہیں جو دوسروں کی نظروں سے پوشیدہ ہیں۔" (مبشرات دار العلوم صہ ۱۲۵)

کہئے! یہ ملکہ راسخہ" غیبی علم و ادراک کی قوت کا دوسرا نام نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اور اسی کے ساتھ لگے ہاتھوں گنگوہی صاحب کے حق میں تذکرۃ الرشید کا یہ عقیدہ نامہ بھی پڑھ ڈالیے۔

"مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کو حق تعالیٰ نے وہ علم دیا ہے کہ جب کوئی صاحب حاضر ہونے والا السلام علیکم کہتا ہے تو آپ اس کے ارادہ سے واقف ہو جاتے ہیں۔" (تذکرۃ الرشید)

فرمایئے! یہ وہ علم "غیبی علم و ادراک کی قوت کا دوسرا نام نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اب بھی اگر سمجھ میں نہ آیا ہو تو شاہ عبد الرحیم رائے پور کے متعلق تھانوی صاحب کا یہ انکشاف ملاحظہ فرمایئے۔

Marfat.com

''مولانا شاہ عبدالرحیم صاحب رائے پوری کا قلب بڑا ہی نورانی تھا میں اُن کے پاس بیٹھنے سے ڈرتا تھا کہ کہیں میرے عیوب منکشف نہ ہو جائیں۔'' (ارواح ثلاثہ صد ۱۰۴)

فرمایئے: قلب کی یہ نورانیت غیبی علم وادراک کی قوت کا دوسرا نام نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اب بھی اگر دماغ کا کوئی پرزہ ڈھیلا رہ گیا ہو تو شاہ اسمٰعیل دہلوی کی کتاب ''صراطِ مستقیم'' میں ''شغل دورہ'' نام کے ایک مراقبہ کا کرشمہ ملاحظہ فرمایئے۔ جس کے ذریعہ روحوں اور فرشتوں کا مشاہدہ، زمین و آسمان اور جنت و دوزخ کی سیر اور لوح محفوظ پر اطلاع، یہ ساری چیزیں ایک سالک جب چاہے حاصل کر سکتا ہے۔ فارسی میں ان کی اصل عبارت یہ ہے:-

''پس باستعانت ہماں شغل بہر مقامیکہ از زمین و آسمان و بہشت و دوزخ خواہد متوجہ شدہ سیر آں مقام نماید و احوال آں جا دریافت کند و باہل آں مقام ملاقات سازد و احیاناً گفتگوئے بایشاں میسر می آید واز آئندہ یا گذشتہ باصلاح و مشاورت کارے از کارہائے دینی دنیوی معلوم می گردد۔ (صراط مستقیم صہ ۱۷۱)

''یعنی سالک اس مراقبہ کی مدد سے جہاں چاہے زمین و آسمان جنت و دوزخ کی سیر کرے وہاں کے حالات معلوم کرے اور کبھی کبھی ان لوگوں سے بات چیت کا موقع بھی میسر آسکتا ہے اور ان سے گذشتہ اور آئندہ پیش آنے والے دین و دنیا کے کسی بھی کام میں صلاح و مشورہ کر سکتا ہے۔''

فرمایئے: یہ غیبی علم و ادراک کی اختیاری قوت نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ اسی کے ساتھ صراط مستقیم کی ایک اور عبارت ملاحظہ فرمالیجئے تاکہ ذیل

Marfat.com

کی قوت دو آتشہ ہو جاتی ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں۔

"در نفس سالک راہ نبوت نورے قدسی حادث می شود کہ نسبت آں نور ادراک نسبت ہر صاحب نسبب گو کہ افضل و اعلیٰ باشد می تواں کرد چنانچہ در مجمع النور قوت باصرہ نہادہ اند کہ بسبب آں قوت و ضعف خود میکند۔" (صراط مستقیم ص ۱۹۷)

"یعنی طریق سنت پر چلنے والے شخص کے اندر ایک ایسا نور قدسی پیدا ہو جاتا ہے جس کے ذریعہ وہ کسی بھی باطنی کیفیت کا مشاہدہ کر سکتا ہے۔ بزرگی میں وہ اس سے اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو۔ باطنی کیفیت کا مشاہدہ کرنے کے لیے وہ نور قدسی بالکل ایسا ہی ہے جیسے محسوسات کا مشاہدہ کرنے کے لیے آنکھوں میں دیکھنے کی قوت۔"

انصاف سے کہئے! کسی بھی سالک کی باطنی کیفیت یا سلسلے کی نسبت کا تعلق امور غیب سے نہیں ہے تو اور کس سے ہے، اور بے لاگ ارشاد فرمائیے کہ یہ "نور قدسی" غیبی علم و ادراک کی اختیاری قوت کا دوسرا نام نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ بالکل ایسی ہی اختیاری جیسے آنکھوں میں دیکھنے کی قوت!

اب مصنف "زلزلہ" پر شرک کا الزام عائد کرنے سے پہلے مبشرات دار العلوم تذکرۃ الرشید، ارواح ثلاثہ، صراط مستقیم اور سوانح احمدی والوں کو تختۂ دار پر چڑھانے کا انتظام کر لیجئے کیونکہ قتل کی سزا بہر حال پھانسی ہے۔ آدمی کا قتل ہو، یا مسلک کا، سزا کا استحقاق اپنی جگہ ہے۔

مسلک کا قتل ثابت کرنے کے لیے کہیں دور جانے کی ضرورت نہیں ہے کہ خود آپ ہی نے اپنے قلم سے شہید فرنگ مولوی اسماعیل دہلوی کے حوالے سے مسلک کی تشریح ان لفظوں میں فرمادی ہے۔

Marfat.com

"اس عبارت میں مولانا شہید نے بات صاف کر دی کہ جب چاہے غیب کی بات معلوم کر لے یہ غیر خدا کے لیے ممکن نہیں ہے یہ قوت کسی انسان کے لیے ماننا خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرانے کے مترادف ہے۔ (زلزلہ در زلزلہ صـ)

یہ رہا مسلک اور قتل کی واردات آپ پڑھ چکے!

عقیدت کی شقاوت

سوانح قاسمی کے حوالے سے مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے ایک خانگی خادم دیوان جی کے متعلق یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ :-

"اس زمانے میں کشفی حالت دیوان جی کی اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ باہر سڑک پر آنے جانے والے نظر آتے رہتے تھے۔ در و دیوار کا حجاب ان کے درمیان ذکر کرتے وقت باقی نہیں رہتا تھا۔" (سوانح قاسمی جلد ۲ صـ۴۳)

اس پر دیوبندی مذہب کے خلاف "زلزلہ" کا الزام یہ تھا۔

"دیکھ رہے ہیں آپ! مولوی قاسم صاحب نانوتوی کے ایک خانگی خادم کی یہ کشفی حالت کہ مٹی کی دیواریں شفاف آئینہ کی طرح ان پر روشن رہا کرتی تھیں۔ لیکن فہم و اعتقاد کی اس گمراہی پر سر پیٹ لینے کو جی چاہتا ہے کہ ان حضرات کے یہاں مٹی کی دیواریں سرکار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ پر حجاب بن کر حائل رہتی تھیں" جیسا کہ دیوبندی جماعت کے معتمد وکیل مولوی منظور نعمانی تحریر فرماتے ہیں۔ (حوالہ کے لیے دیکھئے فیصلہ کن مناظرہ صـ۱۳۶)

اس اعتراض کے جواب میں احیائی صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

اس واقعہ میں کہیں یہ بات ہے کہ ہر وقت ان سے در و دیوار کے حجابات

Marfat.com

یا جملہ حجابات اٹھا لئے جاتے تھے۔ ناقل نے صاف صاف لکھا ہے ذکر کے وقت یہ کیفیت طاری ہو جاتی تھی"۔ اب اس کے بعد بھی کوئی ایماندار اپنی پوری اخلاقی ذمہ داری کے ساتھ یہ بات اخذ کرے کہ وہ ہمہ وقت غیب دانی کا دعویٰ کرتے تھے تو اس کا کیا علاج ہے؟ (ص ۹۳)۔

ہمہ وقتی غیب دانی کا دعویٰ نہیں کرتے تھے۔ اس کا کھلا ہوا مطلب یہ ہوا کہ صرف ذکر کے وقت وہ غیب دانی کے مدعی تھے۔ چلئے! ذکر ہی کے وقت سہی آپ نے جوش عقیدت میں انہیں غیب داں تو مان لیا۔

اب براہِ راست ہمہ وقتی غیب دانی اگر ان کے اختیار میں نہیں تھی تو کیا ہوا، ہر وقت ذکر کرنا تو ان کے اختیار میں تھا۔ اس لیے اگر یہ کہا جائے کہ ذکر کے توسط سے ہمہ وقتی غیب دانی بھی ان کے اختیار میں تھی تو کیا غلط ہے؟

اناڑی مصنف! آپ کو اپنے گھر کی بھی خبر نہیں ہے۔ پسینہ سوکھ جائے تو اپنے مفتیوں سے پوچھئے گا کہ ایک لمحے کے لیے بھی کسی کو غیب داں سمجھنا دیوبندی دھرم میں شرک ہے یا نہیں؟

دو چار کتابیں پڑھ کر ایک رات میں مصنف بن جانے کی سزا یہی ہے کہ آپ اپنی برادری میں بھی منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔

دیوبندی بریلوی اختلافات میں سارا ماتم تو دل کی اسی شقاوت کا ہے کہ رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب مبارک کو یہ لوگ اتنا بھی نورانی اور روشن نہیں مانتے جتنا کہ ذکر کے وقت اپنے دیوان جی کے حق میں عقیدہ رکھتے ہیں ورنہ کیا وجہ ہے کہ احیائی صاحب نے اپنے دیوان جی کے حق میں تو اس بات کا اعتراف کیا کہ ذکر کے وقت در و دیوار کے حجابات ان کی نگاہوں پہ حائل نہیں

Marfat.com

رہتے تھے لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اپنی جماعت کے اس عقیدے کی تردید نہیں کی کہ دیوار کے پیچھے کی بھی انہیں خبر نہیں تھی۔

خوابوں کا مذہب آپ یہ معلوم کر کے حیران رہ جائیں گے کہ دیوبندی مذہب کی بنیاد زیادہ تر خوابوں پر ہے چنانچہ اپنے بزرگوں کا تصرّف اور غیب دانی ثابت کرنے کے لیے دیوبندی کتابوں میں بہت سے خواب نقل کیے گئے ہیں جیسا کہ زلزلہ کے صد ۱۴۴، ۱۵۸، ۱۸۸، ۱۹۹، ۲۰۶ صد ۲۴۹، ۲۵۴ اور ۲۹۹ پر اس طرح کے خوابوں کو نقل کر کے یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ اگرچہ یہ واقعات خواب کے ہیں لیکن جن لوگوں نے اپنی کتابوں میں ان خوابوں کو درج کیا ہے اور ان خوابوں کی روشنی میں اپنے گھر کے بزرگوں کے لیے تصرف اور غیب دانی کی قوّت ثابت کی ہے وہ تو خواب کا واقعہ نہیں ہے

احیائی صاحب نے اپنی کتاب میں "زلزلہ" کے الزامات کا جو جواب دیا ہے وہ چشم عبرت سے پڑھنے کے قابل ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں :-

"قادری صاحب نے ظلم کی انتہا کر دی ہے۔ اعتراض برائے اعتراض کی اس سے زیادہ بدترین اور گھناؤنی مثال کیا ہو گی کہ اکابر دیوبند میں سے کسی نے اگر خواب میں کوئی چیز دیکھی تو اس پر بھی قادری صاحب نے اعتراض کی بوچھاڑ کر دی۔ (زلزلہ در زلزلہ صد ۹۴)

اگر اس طرح کے خوابوں پہ اعتراض کرنا ظلم ہے تو اس سے بڑا ظلم یہ ہے کہ کسی کے اندر تصرف اور غیب دانی کی قوت ثابت کرنے کے لیے ان خوابوں کو دلیل کے طور پر کتابوں میں درج کیا جائے۔ سمجھ گئے نا ملّا جی ؟

کندۂ ناتراش زلزلہ میں اشرف السوانح کے مصنف جو مولوی اشرف علی صاحب کے مُرید بھی ہیں، ان کے حوالہ سے یہ واقعہ نقل

Marfat.com

کیا گیا ہے ؟ موصوف فرماتے ہیں کہ :-

"احقر سے میرے متعدد پیر بھائیوں نے اپنی بعض مستورات کے حسن خاتمہ کے عجیب و غریب واقعات بیان کیے ہیں جو حضرت والا (تھانوی صاحب) سے مرید تھیں۔"

احقر کے ایک بہنوئی تھے جو عرصہ دراز ہوا حضرت والا سے کانپور جا کر مرید ہو آئے تھے جب کہ اتفاقاً حضور والا وہاں تشریف لائے ہوئے تھے۔ بعد انتقال کے ایک صالحہ بی بی نے ان کو خواب میں دیکھا کہہ رہے ہیں کہ بہت ہی اچھا ہوا جو میں پہلے سے حضرت مولانا تھانوی صاحب سے کانپور جا کر مرید ہو آیا۔ میں یہاں بڑے آرام سے ہوں۔ (اشرف السوانح جلد ۳ صفحہ ۹۶)

اس واقعہ پر زلزلہ میں جو الزام عائد کیا گیا تھا وہ یہ تھا :-

"ملاحظہ فرمائیے ! صرف ہاتھ تھام لینے کی یہ برکت ظاہر ہوئی کہ عالم آخرت کا سارا معاملہ درست ہو گیا۔ اس عالم کے کسی نووارد کا کہنا کہ "بہت اچھا ہوا جو میں حضرت مولانا سے مرید ہو گیا" بلا وجہ نہیں۔ یقیناً وہاں سے اس نے اپنے پیر کی نسبت غلامی کا کوئی اعزاز دیکھا ہوگا۔

(زلزلہ صفحہ ۱۸۸)

اس الزام کا جواب دیتے ہوئے احیائی صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

"اشرف السوانح کی عبارت پھر پڑھ ڈالیں۔ کہیں ہے اس میں صرف ہاتھ پکڑ لینے کے الفاظ۔ (صفحہ ۹۵)

اگر اردو زبان کا یہ محاورہ بھی مجھی کو سمجھانا تھا کہ "ہاتھ تھام لینا" مرید کرنے کے مفہوم میں بھی مستعمل ہے۔ جیسا کہ پیر کو دستگیر بھی کہا جاتا ہے، تو احیائی صاحب

Marfat.com

کو چاہیئے تھا کہ وہ کتاب لکھنے سے پہلے میرے آگے زانوئے ادب تہہ کر لیتے۔
اس مقام پر ذرا احیائی صاحب کی خیانت ملاحظہ فرمایئے کہ انہوں نے اپنی کتاب میں "زلزلہ" کے الزام کا جو اقتباس نقل کیا ہے وہ صرف "معاملہ درست ہو گیا ہے" تک ہے جبکہ اس کے بعد کا حصہ اس دعوے کی دلیل پر مشتمل ہے جیسا کہ آپ خود بھی بعد والا حصہ پڑھ کر اسے واضح طور پر محسوس کریں گے ــــ اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ کسی کی کتاب سے صرف دعویٰ نقل کرنا اور دلیل کو چھپا لینا خیانت نہیں ہے تو اور کیا ہے ؟

احساس کا نشتر

زلزلہ میں اشرف السوانح کے حوالہ سے تھانوی صاحب کی غیب دانی کے متعلق ان کے مریدوں اور حلقہ بگوشوں کا یہ اعتقاد نقل کیا گیا تھا کہ :-

ایک مشہور فاضل نے جزماً اپنا یہی اعتقاد کہ آپ غیب داں ہیں التحریر فرما کر بھیجا تو حضرت والا نے ان کے خیال کی نفی فرمائی اور جب پھر بھی انہوں نے نہ مانا اور اس نفی کو تواضع پر محمول کیا تو حضرت والا نے تحریر فرمایا کہ وہ تاجر بڑا خوش قسمت ہے جو اپنے سودے کا ناقص ہونا خود ظاہر کر رہا ہے لیکن خریدار پھر بھی یہی کہہ رہا ہے یہ ناقص نہیں ہے بہت قیمتی ہے۔ (اشرف السوانح جلد ۳ صـ ۵۹)

احیائی صاحب نے اس واقعہ پر "زلزلہ" کا جو اعتراض نقل کیا ہے اور اس میں جس طرح تحریف و خیانت کی ہے اسے واضح کرنے کے لیے اب میں انہی کے بنائے ہوئے نقشے کے مطابق آمنے سامنے دونوں عبارتیں نقل کرتا ہوں۔

زلزلہ کی اصل عبارت	زلزلہ در زلزلہ میں نقل کردہ عبارت
اب بتایئے کہ کون بدبخت	. . . .

Marfat.com

مرید ہے جو اپنے پیر کو خوش قسمت	. . . .
دیکھنا نہیں چاہتا۔ اس جواب میں	. . . . اس جواب میں
اپنی غیب دانی کا اعتقاد رکھنے والوں	اپنی غیب دانی کا اعتقاد رکھنے
کے لیے خاموش حوصلہ افزائی کا جو	والوں کے لیے خاموش حوصلہ افزائی
جذبہ کارفرما ہے وہ اتنا نمایاں ہے کہ	کا جذبہ کارفرما ہے وہ اتنا نمایاں
اس پر کوئی پردہ نہیں ڈالا جا سکتا	ہے کہ اس پر کوئی پردہ نہیں ڈالا
تھانوی صاحب کے بارے میں	جا سکتا۔ . . . .
غیب دانی کا دعویٰ اگر شرک تھا تو	. . . .
یہاں فتوے کی زبان کیوں نہیں	. . . .
استعمال کی گئی۔ (زلزلہ در زلزلہ صد ۱۹۱)	...... (زلزلہ در زلزلہ صد ۱۰۰)

کہیئے احیائی صاحب! اب تو آپ کی سمجھ میں آگیا ہوگا کہ تحریف و خیانت اور حسب ضرورت اقتباس کے درمیان کیا فرق ہے؟

احیائی صاحب نے اس اعتراض کا جو جواب دیا ہے وہ جواب نہیں بلکہ ایک بیوہ عورت کا بین معلوم ہوتا ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں:-

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ قادری صاحب اللہ جل شانہ وعم نوالہ کو اس وقت کیا جواب دیں گے جب وہ پوچھے گا کہ میرے ایک بندے نے نے اپنے لیے صاف صاف غیب دانی کی نفی کی تھی اور تم اس پر یہ الزام لگاتے ہو کہ اس نے اپنے متعلق غیب دانی کا اعتقاد رکھنے والوں کی حوصلہ افزائی کی ہے۔ (زلزلہ در زلزلہ صد ۱۰۱)

نقد الزام

گھبرائیے نہیں! قیامت کے دن خدا کس سے کیا پوچھے گا وہ آپ کو بھی معلوم ہو جائیگا۔ اور آپ کے تھانوی صاحب کو بھی۔ لیکن یہ

آپ کی کتنی بڑی ناپاک جسارت ہے کہ آپ نے تھانوی صاحب کی عقیدت میں خدا کی طرف اس جھوٹ کی نسبت کی ہے کہ میرے ایک بندے نے اپنے لیے صاف صاف غیب دانی کی نفی کی۔ اگر انہیں صاف صاف اپنی غیب دانی کی نفی مقصود ہوتی تو جو لوگ انہیں غیب داں سمجھتے تھے ان سے فتوے کی زبان سے بات کرتے۔ انہیں توبہ کراتے از سر نو کلمہ پڑھاتے یا پھر اپنی جماعت سے خارج کر دیتے کیونکہ یہ عقیدہ ان کے مسلک کے مطابق صریح شرک تھا۔ لیکن اس کے برعکس اپنے آپ کو خوش قسمت تاجر قرار دینا اپنے بارے میں غیب دانی کا عقیدہ رکھنے والوں کی خاموش حوصلہ افزائی نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

اس کے بعد بھی آپ کو یہ لکھتے ہوئے شرم نہیں آئی کہ ایک بندے نے اپنے لئے صاف صاف غیب دانی کی نفی کی۔

اچھا اگر آپ لوگ انہیں غیب داں نہیں سمجھتے تو یہاں چند ہی سطروں کے بعد آپ کی اس عبارت کا مدعا کیا ہے ؟

علمائے دیوبند ہرگز یہ نہیں کہتے کہ اللہ کے علاوہ غیب کی کوئی بات کسی کو بھی معلوم نہیں ہو سکتی۔ (زلزلہ در زلزلہ صہ ۱۰۱)

حق کی مظلومی کے ساتھ انصاف کیجئے! یہاں تو تھانوی صاحب کی خاموش غیب دانی کا دعوی صحیح ثابت کرنے کے لیے علمائے دیوبند کا مسلک یہ بیان کیا جا رہا ہے اور دیوبندی مذہب کی الہامی کتاب "تقویۃ الایمان" میں سچے توحید پرستوں کا عقیدہ یہ ظاہر کیا گیا ہے :-

"جو کوئی یہ بات کہے کہ پیغمبر خدا یا کوئی امام یا بزرگ غیب کی بات جانتے اور شریعت کے ادب سے منہ سے نہ کہتے تھے۔ سو وہ بڑا جھوٹا ہے۔ بلکہ غیب کی بات اللہ کے سوا کوئی جانتا ہی نہیں۔" (تقویۃ الایمان صہ ۲۶)

Marfat.com

ایک ہی عقیدے میں زمین و آسمان کا یہ اختلاف کیا اس حقیقت کی پردہ دری نہیں کرتا کہ دیوبندی مذہب کی بنیاد اصولوں پر نہیں شخصیتوں پر ہے۔

مسلک کا ایک اور خون

اب اسی طرح کا ایک تازہ خون اور ملاحظہ فرمایئے عقیدت کی ترنگ میں اپنے بزرگوں کا تصرف ثابت کرنے کے لیے احیائی صاحب نے اعتراف کیا کہ :-

"اسی طرح وہ (یعنی علمائے دیوبند) اس بات کے بھی قائل نہیں ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد سرے سے کوئی تصرف نہیں کر سکتا۔ (زلزلہ در زلزلہ ص ۱۰۱)

ضرور کر سکتا ہے لیکن تصرف کی یہ قدرت صرف دیوبندی خانوادہ کے بزرگوں کے لئے ہے کیوں کہ انبیاء کے حق میں تو دیوبندی مذہب کی بنیادی کتاب تقویۃ الایمان کا فرمان یہ ہے کہ :-

" اللہ تعالیٰ نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت نہیں دی (ص ۲)

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ یہ موقعہ گریبان تھامنے کا ہے یا نہیں؟ کہ ایک طرف تو یہ عقیدہ ہے کہ خدا نے کسی کو عالم میں تصرّف کرنے کی قدرت ہی نہیں دی اور دوسری طرف یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ "علمائے دیوبند اس بات کے بھی قائل نہیں ہیں کہ انسان اپنی زندگی میں یا مرنے کے بعد سرے سے کوئی تصرف ہی نہیں کر سکتا" یعنی بالفاظ دیگر وہ تصرف کے قائل بھی ہیں اور نہیں بھی قائل۔

کہیے! اب تو مان لیا آپ نے کہ دیوبندی مذہب تضادات کا مجموعہ ہے۔

Marfat.com

خون کا ایک دھبہ

اب اخیر میں اس سے بھی زیادہ دلچسپ ایک قصہ سنیئے؟

اپنے بزرگوں کا روحانی تصرف ثابت کرنے کے لیے احیائی صاحب ارشاد فرماتے ہیں :-

"جب تک اجازت ہے تب تک عالم برزخ سے بھی کچھ روحیں آ کر دنیا والوں کی مدد کرتی ہیں۔" (ص ۱۰۲)

اب اس ان کہی کو کیا کہا جائے کہ ایک طرف تو یہ عقیدہ ہے کہ خدا نے کسی کو عالم میں تصرف کرنے کی قدرت ہی نہیں دی اور دوسری طرف یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ "جب تک اجازت ہے تب تک عالم برزخ سے بھی کچھ روحیں آ کر دنیا والوں کی مدد کرتی ہیں"!

سوال یہ ہے کہ جب خدا نے قدرت ہی نہیں دی ہے تو اجازت پا کر بھی روحیں کیا کر سکتی ہیں اور اگر اجازت کے ساتھ انہیں قدرت بھی عطا کی جاتی ہے تو پھر اہلِ سُنّت پر شرک کا الزام کیا ہے۔ جبکہ یہی عقیدہ علمائے دیوبند کا بھی ہے۔

اب گھوم پھر کر بات وہیں آگئی کہ دیوبندی مذہب میں ایک ہی عقیدہ کہیں اسلام ہے اور کہیں کفر۔ عقیدے کا تعلق اگر انبیاء و اولیاء کی مقدس ارواح سے ہے تو سر تا سر شرک ہے، اور گھر کے بزرگوں کے حق میں ہے تو مکمل اسلام ہے۔

حرفِ آخر

"زلزلہ در زلزلہ" کے تنقیدی جائزہ کے آخری مرحلے سے گزرتے ہوئے میں اپنے قارئین کرام سے صرف اس نقطے پر ان کے ضمیر کا انصاف چاہوں گا کہ وہ گروہی عصبیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ

Marfat.com

دلیل کے وزن کی بنیاد پر صحیح اور غلط کا فیصلہ کریں، کیونکہ حقیقت کے راستے کی وہ دیوار جسے آج تک کوئی نہیں توڑ سکا ہے۔ اس کا نام "بیجا طرفداری کا جذبہ" ہے۔

انصاف کے اس سنگین مرحلے سے اگر وہ سلامتی کے ساتھ گذر گئے تو مجھے یقین ہے کہ سچائی بہرحال اپنا ایک طاقتور وجود رکھتی ہے وہ انہیں یہ تسلیم کرنے پر مجبور کر دے گی کہ دیوبندی مذہب پر تضاد، نفاق اور جاہلی عصبیت کا الزام پتھر کی لکیر کی طرح امر واقعہ ہے۔"

خدائے کارساز کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ ہزار مصروفیات کے باوجود ایک بہت بڑی ذمہ داری سے آج میں سبکدوش ہوگیا۔ زلزلہ کے ذریعہ میں نے عوام کی عدالت میں ایک استغاثہ پیش کیا تھا جس کے جواب میں دیوبندی علماء نے معاندین کا رویہ اختیار کیا۔ لیکن سچائی بہرحال اپنا ایک وجود رکھتی ہے۔ وہ کل زلزلہ کے روپ میں آپ کے سامنے تھی۔ آج زیر و زبر کے لباس میں جلوہ گر ہے۔

لالہ رُخ، گل پیرہن، رنگین قبا، آتش بجام
ایک قطرہ سو طرح سے سُرخرو ہو کر اُٹھا

Marfat.com

خاتمہ

علمائے بریلی کے خلاف اعتراضات کے جواب میں

اجیانی صاحب نے اپنی کتاب میں زلزلہ پر تحریف وخیانت کے جتنے بھی الزامات عائد کئے تھے ان کی دھجیاں اڑا دینے اور الٹے انہیں کے خلاف تحریف وخیانت کے متعدد الزامات ثابت کر دینے کے بعد اب میں اختصار کے ساتھ وہ اعتراضات نقل کر رہا ہوں جو علمائے بریلی پر انہوں نے وارد کئے ہیں۔ تاکہ آپ ان کی علمی لیاقت اور ان کے فکر و اعتقاد کی شقاوتوں کا اندازہ لگا سکیں۔

پہلا اعتراض انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی لاعلمی ثابت کرنے کے لیے اجیانی صاحب نے کتنی ہی راتوں کی نیند حرام کر کے قرآن کریم سے چند آئتیں تلاش کی ہیں اور ان سے ثابت کیا ہے کہ انبیائے کرام کو فلاں فلاں چیز کا علم نہیں تھا۔

جن انبیائے کرام کے خلاف علمی نقائص کی فہرست جمع کرنے میں انہوں نے جانفشانی اور محنت و عرق ریزی کا مظاہرہ کیا ہے۔ ان کے اسمائے گرامی یہ ہیں :۔

سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام، سیدنا حضرت لوط علیہ السلام، سیدنا حضرت یوسف علیہ السلام سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام۔

یہ حقیقت تو آنے والے اوراق ہی سے واضح ہو گی کہ اجیانی صاحب نے

Marfat.com

آیتوں کا مطلب بیان کرنے میں کتنی شرمناک خیانتوں سے کام لیا ہے۔ لیکن دراصل یہاں محسوس کرنے کی خاص چیز دیوبندی علماء کا وہ ناپاک جذبہ ہے جس کے زیر اثر انہوں نے انبیاء کرام کے علمی نقائص کی تلاش کے لیے قرآن کریم کی ورق گردانی کی ہے۔ اس لیے کہنے دیا جائے کہ انبیائے کرام کے لیے ان کے دل میں ذرا بھی احترام کا جذبہ موجود ہوتا تو وہ ان کے علمی نقائص کے مواقع تلاش کرنے کے بجائے قرآن کریم میں ان کے علمی کمالات کی آئتیں تلاش کرتے۔

ہزار صفائی پیش کرنے کے باوجود ان کے اس عمل سے زلزلہ کا یہ الزام مہر نیم روز کی طرح واضح ہوگیا کہ علمائے دیوبند کے قلوب خدا کے محبوب پیغمبروں کی طرف سے اس درجہ مسخ ہوگئے ہیں کہ اب ان کے صحت یاب ہونے کی کوئی امید باقی نہیں ہے۔

دل کی کدورت کا آئینہ

رسول دشمنی کے جذبے میں مولوی اجیاتی صاحب نے آیات قرآنی کا مفہوم کس ناپاک جسارت کے ساتھ مسخ کیا ہے اگر آپ اس کا اندازہ لگانا چاہیں تو ذیل کی بحث کا غیر جانبدار ہوکر مطالعہ کیجیے۔

مثال کے طور پر انہوں نے سید الانبیاء حضور پُر نور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی تنقیص ثابت کرنے کے لئے قرآن کی یہ آیت پیش کی ہے۔ وما ادری ما یفعل بی ولا بکم۔

اور میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائے گا اور تمہارے ساتھ کیا۔؟

اس آیت کو پیش کرکے اجیاتی صاحب نے بڑے طنطنے کے ساتھ دعویٰ کیا ہے کہ جب پیغمبر کو خود اپنا اور اپنی امت کا حال تک نہیں معلوم کہ مرنے کے بعد ان کے ساتھ کیا کیا جائے گا تو ان کے حق میں سب کچھ جاننے کا عقیدہ

Marfat.com

بریلوی حضرات کا خود ساختہ عقیدہ نہیں ہے تو اور کیا ہے۔

احیائی صاحب کے دل میں اپنے نبی کی طرف سے کتنا غبار بھرا ہوا ہے اور کتنی بے دردی کے ساتھ انہوں نے آیت کی تشریح میں معنوی تحریف کی ہے اُسے معلوم کرنے کے لیے اسی آیت کے ذیل میں تفسیر خازن کی یہ عبارت ملاحظ فرمایئے۔

لما نزلت هذه الآية فرح المشركون فقالوا واللات والعُزّىٰ ما امرنا وامر محمد الا واحداً" او ماله علينا من مزية وفضل لولا انه ما ابتدع مايقوله لاخبره الذی بعثه بما يفعل به فانزل الله عزوجل ليغفرلك الله ما تقدم من ذنبك الاية فقالت الصحابة هنيئالك يا نبی الله قد علمت مايفعل بك فماذا يفعل بنا فانزل الله ليدخل المومنين والمؤمنات جنّات الآية وانزل بشرالمؤمنين بان لهم من الله فضلا كبيرا" وهذا قول انس وقتادة وعكرمة قالوا انما هذا قبل ان يخبر بغفران ذنبه وانما اخبر غفران ذنبه عام الحديبية فنُسِخ ذالك۔ (تفسیر خازن)

یعنی جب آیت نازل ہوئی تو کفار و مشرکین بہت خوش ہوئے اور انہوں نے لات و عُزّیٰ کی قسم کھا کر کہا کہ اب ہمارا اور محمد کا معاملہ بالکل یکساں ہو گیا اور اب ہم پر انہیں کسی طرح کی برتری حاصل نہیں رہی۔ قرآن کے نام سے جو کچھ پڑھ کر وہ سناتے ہیں اگر وہ ان کا اپنا بنایا ہوا نہ ہوتا تو جس (خدا) نے انہیں بھیجا ہے وہ ضرور انہیں خبر دیتا کہ ان کے ساتھ آخرت میں کیا معاملہ کیا جائے گا۔

Marfat.com

مشرکین کے اس طعنے کے جواب میں جب خدا نے لیغفرلک اللہ ماتقدم
من ذنبک والی آیت نازل فرمائی توصحابۂ کرام خوشی سے جھوم
اٹھے اور کہنے لگے کہ مبارک ہو آپ کو اب تو آپ نے جان لیا کہ آپ کے
ساتھ آخرت میں کیا معاملہ کیا جائے گا۔ لیکن ہمارے ساتھ کیا معاملہ ہوگا
کاش یہ بھی معلوم ہوجاتا تو اس پر لیدخل المؤمنین والمؤمنات
جنّات الآیۃ اور بشر المومنین بان لھم من اللہ فضلاً کبیرا
والی آیتیں نازل ہوئیں۔ حضرت انس حضرت قتادہ اور حضرت عکرمہ
رضی اللہ عنہم صحابۂ کرام نے ارشاد فرمایا کہ لا ادری مایفعل بی ولا بکم
والی آیت صلح حدیبیہ کے سال ان آیتوں کے ذریعہ منسوخ ہوگئی۔
(تفسیر خازن)

ذرا کفر و نفاق کی یک رنگی ملاحظہ فرمایئے کہ آیت کے نزول کے موقعہ پر
مشرکین عرب صرف اس لیے خوش ہوئے تھے کہ آیت سے نبی کی لاعلمی ثابت
ہو رہی تھی اور آج کے منافقین بھی خوشی کی ترنگ میں اس آیت کو صرف اس
لیے پیش کرتے ہیں کہ نبی کی لاعلمی ثابت کرنے کے لیے انہیں آیت میں اپنے جذبہ
عناد کی تسکین کا سامان نظر آتا ہے۔

کل کے کفر اور آج کے نفاق کی ہم رنگی کے ساتھ ساتھ اب ذرا عشق
واخلاص کے مزاج کی ہم آہنگی بھی دیکھئے کہ جیسے ہی دوسری آیتوں کے ذریعہ اس آیت
کی منسوخی کا اعلان ہوا اور حضور کو بتا دیا گیا کہ ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائیگا
توصحابہ کرام خوشی سے جھوم اٹھے اور دربار میں حاضر ہوکر انہوں نے مبارک باد
کا ہدیہ پیش کیا۔

دلوں کی کیفیات کے آئینے میں اگر حالات کا جائزہ لیجئے تو آپ واضح طور پہ

Marfat.com

محسوس کریں گے کہ آج آقائے نامدار کی علمی تنقیص کا کوئی موقعہ تلاش کر کے دیوبندی علماء کو بھی بالکل ویسے ہی خوشی محسوس ہوتی ہے جیسی اس آیت کے نزول کے موقع پر مشرکین عرب کو ہوئی تھی اور سرکار کے علم و فضل کا جلوہ دیکھ کر صحابہ کرام کو جتنی مسرت حاصل ہوئی تھی۔ الحمد للہ کہ علمائے بریلی کو بھی ان کی خوشی کا بھرپور صدقہ ملا ہے۔

اور رسول دشمنی، بددیانتی اور دل کی کدورت کا سب سے شرمناک پہلو تو یہ ہے کہ مستند تفاسیر کی روشنی میں یہ واضح ہو جانے کے بعد بھی کہ یہ آیت دوسری آیتوں کے ذریعہ منسوخ ہو چکی ہے۔ اور حضور جان نور صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے صاف صاف مطلع کر دیا ہے کہ آخرت میں ان کے ساتھ اور ان کی امت کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا۔ لیکن ان تمام وضاحتوں کے باوجود دیوبندی علماء آج تک یہی کہے جا رہے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ اپنے بارے میں کوئی علم تھا اور نہ دوسروں کے بارے میں وہ کچھ جانتے تھے۔

ڈوب مرنے کی جگہ علم آخرت کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں دیوبندی مولویوں کے عقیدے کی گھناؤنی تصویر آپ دیکھ چکے۔ اب اپنے گھر کے بزرگوں کے حق میں تصویر کا یہ دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیے۔

سید احمد صاحب بریلوی کے مصاحب خاص مولوی نجم الاسلام پانی پتی کے حوالہ سے تواریخ عجیبہ کے مصنف کی نقل کردہ یہ روایت پچھلے صفحات میں کہیں گذر چکی ہے کہ:۔

ایک روز سید صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ایسی بصیرت عنایت کی ہے کہ دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ یہ بہشتی ہے یا دوزخی! اس

Marfat.com

وقت مولوی صاحب نے پوچھا کہ میں کس فریق میں ہوں آپ نے فرمایا کہ تم تو شہید ہو۔ (تواریخ عجیبہ صد ۹۴)

اب آپ ہی انصاف کیجئے کہ سید احمد صاحب بریلوی کے متعلق تو یہ عقیدہ ہے کہ وہ ہر شخص کے بارے میں بتا سکتے تھے کہ آخرت میں ان کے ساتھ کیا معاملہ کیا جائے گا چنانچہ انہوں نے مولوی موصوف کے متعلق صاف صاف بتا بھی دیا کہ وہ شہید ہیں یعنی جنت میں جائیں گے۔ لیکن افسوس کہ یہی عقیدہ سرکار مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے حق میں علمائے دیوبند کے نزدیک شرک ہے بریلویوں کا تراشیدہ ہے اور قرآن کے سرتاسر خلاف ہے حالانکہ قبر سے لے کر حشر تک اور دخول جنت و نار تک ہزاروں ہزار حادثوں کے ذریعہ آخرت میں پیش آنے والے واقعات و حالات کی حضور نے نہایت تفصیل کے ساتھ خبر دی ہے۔

دوسرا اعتراض اپنے باطل عقیدوں اور منافقانہ کردار کی طرف سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے احیائی صاحب نے برادری کی عصبیت کا جذبہ ابھارنے کی کوشش کی ہے اور اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی پر یہ بہتان باندھا ہے کہ انہوں نے انصاری برادری کی تذلیل کی ہے۔

میں کن لفظوں میں دیوبندی مولویوں کے اس ظلم و شقاوت کے خلاف احتجاج کروں کہ وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ نکاح کے سلسلے میں جہاں بہت ساری شرطیں ہیں وہاں کفو کا مسئلہ بھی نہایت اہم ہے۔ کفو کا مطلب یہ ہے کہ جن دو افراد کے درمیان نکاح کا رشتہ منعقد کیا جا رہا ہے۔ ان دونوں کے درمیان نسب، اسلام، حریت، دیانت مال اور پیشے کے اعتبار سے برابری ضروری ہے جیسا کہ خود دیوبندی فرقے کے مشہور رہنما مولوی اشرف علی تھانوی نے بھی اپنی

Marfat.com

کتاب" وصل السبب فی فصل النسب" میں پیشے کے اعتبار سے کفو کا مسئلہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ :-

"کپڑا بننے والا درزی کا کفو نہیں ہو سکتا بلکہ اس سے ادنیٰ ہے اور درزی بزاز (یعنی کلاتھ مرچنٹ) کا کفو نہیں ہو سکتا اور بزاز عالم و قاضی کا کفو نہیں ہو سکتا (ص۱۴۸)

اس مسئلے کو تفصیل کے ساتھ فتاویٰ عالمگیری اور فتاویٰ قاضی خاں میں بیان کیا گیا ہے جس کی عربی عبارت یہ ہے۔

وفی قولی ابی یوسف ومحمد رحمهما الله واحدی الروایتین عن ابی حنیفة صاحب الحرفة الدنیئة کالبیطار والحجام والحائک والکناس والدباغ لا یکون کفوا للعطار والبزاز والصراف هو الصحیح کذا فی فتاوی قاضی خاں۔

(عالمگیری جلد۲ ص۱۳۱ کتاب النکاح باب الکفاءة)

فتاویٰ رضویہ کی جس عبارت پر احیائی صاحب نے اعتراض کیا ہے وہ اسی عربی عبارت کا اردو ایڈیشن ہے۔ احیائی صاحب میں ذرا بھی علم و دیانت کی غیرت ہو تو وہ فتاویٰ عالمگیری کی اس عربی عبارت کا اردو میں ترجمہ کر کے ثابت کریں کہ فتاویٰ رضویہ میں جو سرخی قائم کی گئی ہے وہ اس عبارت کا مفہوم نہیں ہے؟

اصل قائلوں کی نشاندہی

احیائی صاحب کے گمراہ کن الزام کی حقیقت واضح کر دینے کے بعد اب میں دیوبند کے ان پارساؤں کے چہرے سے نقاب اٹھا رہا ہوں جنہوں نے انصار برادری کی واقعتہً "تذلیل" کی ہے ـــــ دارالعلوم دیوبند کے مفتی اعظم مولوی شفیع صاحب "انصاری" کے لفظ پر طنز کرتے ہوئے فرماتے ہیں :-

Marfat.com

ایک قوم اس میں سرگرم ہے کہ اپنے آپ کو انصاری ثابت کرے اور نسب انصار سے جا ملائے تو دوسری اس کے درپے ہے کہ اپنے کو قریش میں داخل کرے۔ تیسری یہ چاہتی ہے کہ راعی بن کر عرب میں داخل ہو جائے۔ کوئی اس فکر میں ہے کہ اپنے آپ کو شیخ صدیقی یا فاروقی، عثمانی، علوی ظاہر کرے تو کوئی سید بننے کے درپے ہے اور منشا اس کا تکبر و غرور ہے جو فی نفسہٖ بھی گناہ کبیرہ ہے اور اس کی وجہ سے نسب بدلنا مستقل دوسرا گناہ کبیرہ ہے۔ (صہ ۲۴ نہایات الارب مصدقہ تھانوی صاحب)

اب اسی کے ساتھ نسب بدلنے کی مذمت میں جو حدیثیں نقل کی گئی ہیں ذرا ان کا بھی مطالعہ فرمالیں: تاکہ علمائے دیوبند کا مدعا سمجھنے میں آسانی ہو۔

پہلی حدیث جو شخص اپنے آپ کو اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف منسوب کرنے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ یہ میرا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔

دوسری حدیث جو شخص اپنے باپ کے سوا کسی دوسرے کی طرف اپنی نسبت کرے یا آزاد کردہ غلام اپنے آپ کو اپنے آقا کے قبیلہ کے سوا اور قبیلہ کی طرف نسبت کرے تو اس پر اللہ کی لعنت ہے اور فرشتوں کی اور تمام انسانوں کی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نہ اس کا فرض قبول فرمائے گا نہ نفل۔ اب آپ ہی فیصلہ کیجیے کہ ان حدیثوں کو انصاریوں پر منطبق کرکے دیوبند کے پیر پارسا سوا اس کے اور کیا کہنا چاہتے ہیں کہ:۔ (۱) انصاریوں پر جنت حرام ہے (۲) انصاریوں پر اللہ کی لعنت ہے، فرشتوں کی لعنت ہے اور تمام انسانوں کی لعنت ہے (۳) قیامت کے دن اللہ تعالیٰ انصاریوں کا نہ فرض قبول کرے گا اور نہ نفل! ؎

ہم نہ کہتے تھے کہ اے داغ تو زلفوں کو نہ چھیڑ   اب وہ برہم ہے تو ہے تجھ کو قلق یا ہم کو

تمام شد

Marfat.com

○ قرآن پاک کا صحیح اور سب سے زیادہ مقبول ترجمہ
○ مسلک اہل سنت و جماعت اور سلف صالحین کا سچا ترجمان
○ بارگاہِ الوہیت کے تقدس اور احترامِ نبوت کا کما حقہٗ پاسدار
○ کوثر و تسنیم میں دُھلی ہُوئی زبان

کنزُ الایمان شریف

ترجمہ

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ العزیز

تفسیری حواشی

نور العرفان	خزائن العرفان
مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہٗ	مولانا سید محمد نعیم الدین مراد آبادی قدس سرہٗ

قرآن پاک کا ترجمہ خریدتے وقت مترجم کا نام یاد رکھیے
مولانا احمد رضا خاں بریلوی قدس سرہٗ

تاج کمپنی، چاند کمپنی، قرآن کمپنی اور مکتبہ اسلامیہ، لاہور کے مطبوعہ انتہائی دیدہ زیب مترجم قرآن پاک مختلف ہدیوں میں دستیاب ہیں

نوٹ: اس ترجمہ کے محاسن اور دیگر تراجم کے تقابلی مطالعہ کے لیے "محاسن کنز الایمان" ضرور پڑھیے، یہ کتاب ایک روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر مرکزی مجلس رضا نوری مسجد ریلوے اسٹیشن لاہور سے حاصل کیجیے!

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ
اندرون لوہاری دروازہ
لاہور ۸

Marfat.com

پاکستان کے موجودہ ایک سو سے زیادہ علماء کا مفصل تذکرہ

تعارف علماء اہلِ سنت

ترتیب : مولٰینا محمد صدیق ہزاروی

قیمت -/۱

خطۂ پاک سے تعلق رکھنے والے پونے دو صد علماء و مشائخ قدست اسرارہم کے مستند حالات اور قابل فخر خدمات

تذکرہ اکابرِ اہلِ سُنّت

ترتیب مولٰینا محمد عبدالحکیم شرف قادری

مسئلہ شفاعت اور فضائل مصطفےٰ صلی اللہ تعالےٰ علیہ وسلم

تحقیق الفتوی (اردو / فارسی)

تصنیف : عاشق رسُول علامہ فضل حق خیرآبادی

ترجمہ و تقدیم : مولٰنا محمد عبدالحکیم شرف قادری

قیمت ۔۔ ۔/۱

فضل حق خیرآبادی اور اسماعیل دہلوی کے سیاسی کردار کا تقابلی جائزہ

امتیازِ حق

جسے تاریخ کے پروفیسروں اور دانشوروں نے زبردست خراج تحسین پیش کیا،

تصنیف، جناب راجا غلام محمد صدر ادارہ ابطال باطل لاہور،

قیمت

صحابہ و اہل بیت رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے فضائل و برکات قرآن و حدیث اور ارشادات سلف کی روشنی میں

برکاتِ آلِ رسول

تصنیف : علامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی

ترجمہ : مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری

بارگاہِ رسالت میں نامور شعرا کے استغاثوں کا ایمان افروز مجموعہ

اغثنی یارسول اللہ

صلی اللہ علیک وسلم

ترتیب : مولٰنا الحاج محمد منشا تابش قصوری

قیمت ۔۔

جنگِ آزادی ۱۸۵۷ء کی خونچکاں داستان

باغی ہندوستان

تصنیف : بطل حریت علامہ فضل حق خیرآبادی

ترجمہ و تقدیم : عبدالشاھد خاں شروانی

قیمت ۔۔

بے مثال خواص کی بنا پر دنیا کی تمام زبانوں پر عربی زبان کی فوقیت پر منفرد کتاب

المبین

مولٰینا سید سلیمان اشرف بہاری

قیمت ۔۔

مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ اندرون لوہاری دروازہ لاہور

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com

Marfat.com